مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

280

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

جون ۲۰۰۴ء

۲ حدود قوانین، انسانی حقوق اور مغرب کا واویلا
۳۳ اُمتِ مسلمہ کے مسائل اور سیرتِ طیبہؐ
۷۹ مغرب کا سائنسی طرزِ فکر، تدریج وارتقا

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

ماہنامہ محدث لاہور

شمارہ: 343 جلد 43/عدد 2 فروری 2011ء صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارُف

مُدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمٰن مدنی مُدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے - جس کا نام محدث تھا- کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیمِ ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین ودانشور حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے اس کا اِجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی وکامرانی سے شائع ہورہا ہے، وللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحبِ علم وفضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور ملحدانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: ۲۰روپے زرِسالانہ: ۲۰۰روپے بیرون ملک: ۲۰ڈالر

بذریعہ منی آرڈر/بینک ڈرافٹ ۲۰۰روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی وتحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔ ایڈریس: ماہنامہ محدث، ۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور ۵۴۷۰۰

فون نمبر: 042 - 3586639 / 35866476 موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.kitabosunnat.com __ www.mohaddis.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے مُحدث کے مقاصد

- عناد اور تعصّب قوم کیلئے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!
لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے!
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

- تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے!
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائل اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

- آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے!
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

ملت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

مُحدِّث

لاہور

حافظ عبدالرحمٰن مدنی
مدیر اعلیٰ

حافظ حسن مدنی
مدیر

0333-4213525

فہرست مضامین

فکر و نظر

حدود قوانین، انسانی حقوق اور مغرب کا واویلا — ڈاکٹر ظفر علی راجا — ۲
انسانی حقوق اور قانونِ توہین رسالتؐ — محمد اسمٰعیل قریشی — ۲۹

اسلام اور امتِ مسلمہ

اُمتِ مسلمہ کے مسائل کا حل سیرتِ طیبہؐ سے — ڈاکٹر صہیب حسن — ۳۳

اسلام اور سائنس

مغرب کا سائنسی و نفسیاتی زاویۂ فکر — سید عزیز الرحمٰن — ۶۹
اسلام اور مغرب کی ترجیحات: ایک موازنہ — حافظ حسن مدنی — ۹۰

رپورتاژ

کراچی میں 'علماء اہلحدیث کنونشن' — حافظ حسن مدنی — ۱۰۹

یادِ رفتگاں

پروفیسر ریاض الحسن نوریؒ: ایک روشن ستارہ — محمد سعید — ۱۲۱
پروفیسر ریاض الحسن نوریؒ کے شائع شدہ مضامین — شاہد حنیف — ۱۴۱

جلد ۳۶ / شمارہ ۶
ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
جون ۲۰۰۴ء

زرسالانہ ۲۰۰/روپے
فی شمارہ ۲۰/روپے

بیرونِ ممالک
زرسالانہ ۲۰/ڈالر
فی شمارہ ۲/ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 984
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700
Ph: 5866476, 5866196, 5839404
Email: hhasan@wol.net.pk

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ تحقیقی کاوش ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

Publisher: Hafiz Abdul Rahman Madani
Printer: Shirkat Printing Press, Lahore

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر ونظر

حدود قوانین، انسانی حقوق اور مغرب کا واویلا

۱۹۷۹ء میں پاکستان کی سرزمین پر پہلی مرتبہ باضابطہ طور پر حدود قوانین کا نفاذ کیا گیا۔ ان قوانین کی وجہ نفاذ کی وضاحت کرتے ہوئے مسودۂ قانون کے آغاز ہی میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کے نفاذ کا واحد مقصد رائج الوقت قوانین کو ان سانچوں میں ڈھالنا ہے جو قرآن وسنت نے مقرر کئے ہیں۔ ان قوانین کے تحت قرآن وسنت کی روشنی میں قذف (بہتان)، چوری، ڈاکہ، شراب نوشی، زنا اور زنا بالجبر جیسے جرائم کی تعریف کا تعین کیا گیا اور اسلامی سزائیں لاگو کی گئیں۔ ان قوانین کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1) Prohibition/Enforcement of Hadd Order IV of 1979.
حکم امتناع (نفاذِ حد) آرڈیننس۔ یہ قانون شراب نوشی اور منشیات کے انسداد اور سزا سے متعلق ہے

2) The Offences agaist property/enforcement of Hudood Ordinance No. VI of 1979. جائیداد سے متعلق جرائم (نفاذِ حدود) آرڈیننس

3) The Offence of Zina (enforcement of Hudood) Ordinance No. VII of 1979. جرم زنا (نفاذِ حدود) آرڈیننس

4) The Offence of Qazf (enforcement of Hudood) Ordinance No. VIII of 1979. جرم قذف (نفاذ حد) آرڈیننس

5) Executive of whipping Ordinance(10 of 1979)
اجرائے سزائے تازیانہ آرڈیننس

اس کے ساتھ ہی ۱۹۷۹ء میں نفاذِ حدود کے ضوابط اور طریقہ کار کا اعلان کیا گیا۔ اس سلسلے میں چاروں صوبوں کے لئے الگ الگ ضوابط نافذ کئے گئے۔

اس کے علاوہ محمد اسمٰعیل قریشی بنام پاکستان کے زیر عنوان ایک رٹ درخواست پر سپریم کورٹ کی ہدایت پر ایک کمیشن قائم کیا گیا تھا۔ جن میں ممتاز ماہرین قانون اور جید علما کرام

www.KitaboSunnat.com

شامل تھے۔ اس کمیشن کے چند ایک ارکان کے نام جو راقم الحروف کے ذہن میں محفوظ ہیں، وہ یہ ہیں: جناب اے کے بروہی، جناب خالد ایم اسحٰق، جسٹس محمد تقی عثمانی، مفتی سیاح الدین کاکاخیل، جناب جسٹس محمد افضل چیمہ، ڈاکٹر معروف دوالیبی اور حافظ صلاح الدین یوسف۔

اسی طرح اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی ۲۰۰۲ء میں حدود آرڈیننس کے مسودے پر نظرثانی کے لئے ایک اجلاس بلایا تھا۔ جس میں اعلیٰ پائے کے قانون دانوں اور علما نے شرکت کی اور اس قانون کی ایک ایک شق اور لفظ پر غور وخوض ہوا اور تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ اس نمائندہ اجلاس نے پوری ذمہ داری سے قرار دیا کہ ان قوانین میں ایسی کسی شق کی نشاندہی نہیں ہوسکی جسے تبدیل کرنے کی سفارش کی جاسکے۔

ایک طرف تو حدود قوانین کے نفاذ کا مذکورہ بالا پس منظر ہے۔ جبکہ دوسری طرف 'ترقی پسند اور روشن خیال' حلقوں کی جانب سے ان قوانین کے نفاذ کے ساتھ ہی اعتراضات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری وساری ہے۔ حدود قوانین پر تنقید واعتراضات کی مہم کو نائن الیون کے واقعہ کے بعد سے ایک نیا جوش اور ولولہ حاصل ہوا ہے۔ اور تو اور خود پاکستان کے حکمران جناب جنرل پرویز مشرف صاحب متعدد بار اس خیال کا اظہار کرچکے ہیں کہ حدود قوانین کیونکہ فردِ واحد کے نافذ کردہ ہیں، اس لئے ان پر نظرثانی وغیرہ کرنے میں کوئی پابندی یا مضائقہ نہیں ہے۔ اپنے اس موقف کو تقویت دینے کے لئے جنرل صاحب نے 'نیشنل کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن' کو حدود قوانین کا ازسرنو جائزہ لینے کا فریضہ سونپا۔

کمیشن کی چیئرمین ریٹائرڈ جسٹس واجدہ رضوی نے ۲۰۰۳ء کی آخری سہ ماہی میں اپنی جائزہ رپورٹ جنرل پرویز مشرف کو پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ حدود قوانین میں تبدیلیوں یا ترمیمات سے عورتوں کے حقوق پر پڑنے والے منفی اثرات کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے ان قوانین کو سرے سے ختم کردینا ہی مناسب ہے۔ کمیشن کے دو ارکان نے البتہ اس رپورٹ سے اختلاف کیا اور ان قوانین کی منسوخی کے بجائے ان میں مناسب ترامیم کو ممکن قرار دیا۔ ان سفارشات کے آتے ہی حکومتی حلقوں نے سرگرمی سے حدود قوانین میں تبدیلی کے امکانات اور اثرات پر کام شروع کردیا۔ اس صورت حال پر بعد ازاں ہیومن رائٹس کمیشن

www.KitaboSunnat.com

آف امریکہ کی ایک رپورٹ نے مہمیز کا کام کیا۔ یہ رپورٹ سال ۲۰۰۳ء میں دنیا بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے حوالے سے تیار کی گئی تھی جو مئی ۲۰۰۴ء میں پاکستان کے اخبارات کی زینت بنی۔ اس رپورٹ میں حدود قوانین کے ساتھ ساتھ قانونِ توہین رسالت کو بھی شدید تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ قوانین انسانی حقوق کے عالمی چارٹر سے متصادم ہیں۔ مزید یہ کہ ان قوانین کی موجودگی میں پاکستان کی اقلیتیں اپنے آپ کو سخت غیر محفوظ اور ہراساں محسوس کررہی ہیں۔ اس رپورٹ کی اشاعت کے چند ہی روز بعد جنرل پرویز مشرف صاحب نے ایک بیان کے ذریعے اپنے سابقہ موقف کا پرزور اعادہ کیا اور حدود قوانین کو ایک فردِ واحد کے بنائے ہوئے قوانین قرار دیتے ہوئے ان پر نظرثانی اور ترامیم پر زور دیا۔ ۵ جون ۲۰۰۴ء کو پاکستان کی وزارتِ قانون کی جانب سے قومی اسمبلی میں انکشاف کیا گیا کہ حکومت کے قانون سازی سے متعلق ادارے حدود قوانین میں ترامیم کی تجاویز پر تیزی سے کام کررہے ہیں جن پر بہت جلد عمل درآمد کے لئے پیش رفت متوقع ہے۔

محدث (جنوری ۲۰۰۴ء) کے انہی صفحات میں حدود قوانین کے حوالے سے گذشتہ چند ماہ کی پیش رفت کی تفصیلی رپورٹ بھی شائع ہوچکی ہے، جس سے قارئین کو اس بحث کو اس کے حقیقی تناظر میں سمجھنے میں مدد ملے گی۔

ہیومن رائٹس کمیشن آف امریکہ کی رپورٹ اور حکومتی ردعمل کے بعد ملک بھر میں حدود قوانین ایک مرتبہ پھر زیر بحث آ گئے ہیں۔ اسلامی حلقے ان قوانین کی منسوخی یا ترامیم کے خلاف سخت اقدامات کے اعلانات کررہے ہیں۔ جبکہ مغربی سوچ سے متفق افراد اور این جی اوز ذرائع ابلاغ کے ذریعے حدود قوانین کے خلاف زور وشور سے مہم چلا رہی ہیں۔ ملک بھر کے انگریزی اخبارات اور ذرائع ابلاغ کی اکثریت مؤخر الذکر حلقوں کی ہم نوا بن چکی ہے اور عوام کے ذہنوں پر شکوک وشبہات کے گہرے سائے منڈلا رہے ہیں۔ لوگ ان قوانین کے بارے میں تفصیل جاننا چاہتے ہیں تاکہ وہ خود بھی ان کے بارے میں کوئی رائے قائم کرسکیں اور یہ جان سکیں کہ حدود قوانین سابقہ فوجداری تعزیری قوانین سے باہر ہیں یا ان کے نفاذ سے انسانی حقوق پر ناقابل تلافی زد پڑ رہی ہے اور ان کی منسوخی ہی اس نقصان کا واحد علاج ہے۔

www.KitaboSunnat.com

سابقہ قوانین اور حدود آرڈیننس ؛ ایک تقابل

اس مرحلے پر حد زنا آرڈیننس میں بیان کردہ جرائم کی تعریف اور سابقہ فوجداری قانون کا ایک تقابلی جائزہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ موجودہ قوانین کے نفاذ سے قبل رائج الوقت تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۴۹۷ میں لفظ 'زنا' کی تعریف بیان کی گئی تھی، وہ کچھ اس طرح سے ہے:

''جو کوئی کسی عورت کے ساتھ مباشرت کرتا ہے اور اس کے بارے میں اسے علم یا یقین ہے کہ وہ کسی اور کی بیوی ہے اور وہ اس شخص کی اجازت یا اس سے مشاورت کے بغیر اس فعل کا ارتکاب کرتا ہے، نیز اس کا یہ فعل زنا بالجبر کے زمرے میں بھی نہیں آتا تو تصور کیا جائے گا کہ اس نے زنا کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس جرم پر اسے پانچ سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکیں گی۔ اس مقدمہ میں بیوی کو بطورِ 'ترغیب دینے والی' کے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔''

اس کے مقابلے میں حد زنا آرڈیننس کی دفعہ ۴ میں اس جرم کی تعریف بیان کی گئی ہے جسے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے:

''ایک مرد اور ایک عورت جو جائز طور پر آپس میں شادی شدہ نہیں ہیں، زنا کے مرتکب قرار پائیں گے؛ اگر وہ ایک دوسرے کے ساتھ بغیر کسی جبر کے، رضا مندی سے مباشرت کرتے ہیں۔''

سابقہ اور موجودہ قوانین کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو دونوں کے مندرجہ ذیل امتیازی نکات نکھر کر سامنے آتے ہیں۔

① سابقہ قانون کے مطابق خاوند اور بیوی کی رضا مندی سے اگر کوئی شخص بیوی سے جنسی فعل کا مرتکب ہوتو اسے جرم زنا کا مرتکب نہیں گردانا جاسکتا تھا لیکن موجودہ حدود قوانین نے یہ استثنا ختم کردیا ہے۔ خاوند کی رضا مندی ہو نہ ہو، زنا اب ہر حال میں جرم قرار پاتا ہے۔

② سابقہ قانون میں زنا کی مرتکب عورت کا شوہر ہی اس کے خلاف مقدمہ درج کرواسکتا ہے کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں تھا لیکن حدود قوانین کے مطابق کوئی بھی شہری مدعی بن سکتا ہے۔

③ سابقہ قانون میں صرف کسی شادی شدہ عورت سے مباشرت کرنا جرم قرار پاتا تھا۔ زنا

www.KitaboSunnat.com

بجائے خود کوئی جرم نہیں تھا۔ بلکہ یہ فعل خاوند کے حق میں مداخلت کی وجہ سے جرم بنتا تھا۔ حدود قوانین نے یہ تخصیص ختم کردی۔

④ سابقہ قانون میں کسی غیر شادی شدہ عورت، کنواری لڑکی، بیوہ یا مطلقہ سے کیا گیا جنسی فعل زنا تصور نہیں ہوتا تھا۔ موجودہ قانون کے مطابق اپنی بیوی کے سوا کسی بھی شادی شدہ یا غیر شادی شدہ عورت سے مباشرت کو زنا قرار دے دیا گیا ہے۔

⑤ سابقہ قانون میں صرف مرد ہی کو زنا کا ملزم قرار دیا جاسکتا تھا۔ زنا کے جرم میں شریک خاتون کے لئے کوئی سزا مقرر نہ تھی۔ اور اسے جنسی افعال کا مرتکب ہونے کی کھلی چھٹی حاصل تھی۔ حدود قوانین نے یہ استثنا ختم کردیا ہے۔ اب باہمی رضا مندی سے زنا کے مرتکب ہونے والے عورت اور مرد دونوں ملزم قرار پاتے ہیں۔

⑥ سابقہ قانون کی رو سے زنا کا جرم قابل راضی نامہ تھا۔ اگر مدعی ملزم کو معاف کردیتا تو مقدمہ خارج کردیا جاتا تھا۔ موجودہ قوانین نے اس جرم کو ناقابل معافی جرم کا درجہ دے دیا ہے۔

⑦ سابقہ قانون میں جرمِ زنا قابل ضمانت تصور ہوتا تھا۔ ملزم گرفتاری کے فوراً ہی بعد ضمانت کا حق رکھتا تھا۔ حدود قوانین نے اس جرم کو ناقابل ضمانت قرار دیا ہے۔ اب صرف مخصوص حالات اور موجبات ہی کی بنا پر ضمانت ہوسکتی ہے۔

⑧ سابقہ قانون کی رو سے زنا کے جرم پر پانچ سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی تھیں، جبکہ موجودہ قانون مجرم کو حد کی صورت میں سنگسار کے ذریعے سزائے موت یا سو کوڑے اور تعزیر کی صورت میں دس سال قید بامشقت، ۳۰ کوڑوں اور جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے۔

زنا بالجبر کے قوانین؛ تقابلی مطالعہ

اب آیئے زنا بالجبر کے حوالے سے قوانین میں ترمیم واضافے پر ایک سرسری نگاہ ڈالتے ہیں، سابقہ قانون یعنی تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۷۵ میں زنا بالجبر کی تعریف کچھ اس طرح

www.KitaboSunnat.com

بیان کی گئی ہے:

مندرجہ ذیل صورتوں میں اگر ایک مرد کسی عورت سے مباشرت کرتا ہے تو یہ جرم ہوگا اور زنا بالجبر متصور ہوگا:

1. عورت کی رضا مندی کے خلاف
2. عورت کی رضا مندی کے بغیر
3. عورت کی رضا مندی سے، مگر جب یہ رضا مندی اسے جان سے مارنے یا مضروب کردینے کا خوف دلا کر حاصل کی گئی ہو۔
4. عورت کی رضا مندی سے، جب مرد کو تو یہ معلوم ہو کہ وہ اس کا خاوند نہیں ہے، لیکن عورت یہ یقین رکھتی ہو کہ اس شخص کے ساتھ اس کا قانونی نکاح منعقد ہو چکا ہے۔
5. عورت کی رضامندی سے یا اس کے بغیر جب عورت کی عمر ۱۵ سال سے کم ہو۔ (ایک مرد کا اپنی بیوی سے جب اس کی عمر ۱۳ سال ہو چکی ہو، مباشرت کرنا زنا بالجبر کے زمرے میں نہیں آتا۔)

تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۷۶ میں زنا بالجبر کی سزا بیان کی گئی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

''زنا بالجبر کا ارتکاب کرنے والے کو عمر قید یا دس سال کی قید اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔ اگر زیادتی کا شکار اس کی اپنی بیوی ہے اور اس کی عمر ۱۲ سال سے اوپر ہے تو اسے دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں سنائی جاسکیں گی۔''

سابقہ مذکورہ بالا قانون کے مقابلے میں موجودہ حدود قوانین کی دفعہ ۶ میں زنا بالجبر کی تعریف کی گئی ہے۔ جس کا مفہوم حسبِ ذیل ہے:

''جائز نکاح کے بغیر کسی مرد یا عورت سے مباشرت کرنا زنا بالجبر کہلائے گا۔ بشرطیکہ یہ مباشرت مندرجہ ذیل حالات میں کی گئی ہو:

1. زیادتی کے شکار کی رضا مندی کے خلاف
2. زیادتی کے شکار کی رضا مندی کے بغیر
3. زیادتی کے شکار کی رضا مندی سے، جبکہ یہ رضا مندی اسے موت یا زخمی کرنے کے

www.KitaboSunnat.com

خوف میں مبتلا کر کے حاصل کی گئی ہو۔

❹ زیادتی کے شکار کی رضامندی سے، جب مجرم تو یہ جانتا ہو کہ اس کا جائز نکاح منعقد نہیں ہوا ہے، لیکن زیادتی کا شکار سمجھ رہا ہے کہ اس شخص سے اس کا جائز نکاح ہو چکا ہے۔

حدود قوانین میں زنا بالجبر کا ارتکاب کرنے والے کے لئے حسبِ ذیل سزا تجویز کی گئی ہے:

① اگر ملزم مرد یا عورت شادی شدہ (محصن) ہے تو اسے سرعام سنگسار کر کے سزائے موت دی جائے گی۔

② اگر ملزم مرد یا عورت شادی شدہ (محصن) نہیں ہے تو اسے سرعام ۱۰۰ کوڑے لگائے جائیں گے اور مقدمہ کے حالات کے پیش نظر کوئی دیگر سزا بھی دی جائے گی۔ یہ سزا سزائے موت بھی ہوسکتی ہے۔

حدود زنا آرڈیننس کی دفعہ ۱۰ میں مذکورہ بالا سزا میں تخفیف کے موجبات بیان کئے گئے ہیں، جن کا مختصر جائزہ حسبِ ذیل ہے:

① اگر زنا بالجبر کے جرم میں حد کے لئے دفعہ ۷ کے مطابق مطلوبہ ثبوت اور شہادت میسر نہ آسکے۔ اور قذف کی سزا جس میں حد جاری ہوتی ہے، مستغیث کو نہ دی گئی ہو تو حد جاری نہ ہوسکنے کی صورت میں مجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

② تعزیری سزا کے طور پر دس سال تک قید بامشقت، ۳۰ تک کوڑے اور جرمانہ کی سزا بھی ہوگی۔

③ اوپر بیان کردہ ذیلی دفعہ ۴ کے تحت جرم کا ارتکاب کرنے والے کو چار سے پچیس سال تک قید بامشقت کی سزا کے ساتھ ۳۰ تک کوڑے لگانے کا حکم بھی دیا جائے گا۔

④ اگر دو یا دو سے زیادہ افراد باہم مشورہ سے زنا بالجبر کا ارتکاب کریں تو ان میں سے ہر ایک کو سزائے موت دی جائے گی۔

زنا بالجبر سے متعلق سابقہ اور موجودہ قوانین کا موازنہ کیا جائے تو جو تقابلی تصویر سامنے آتی ہے۔ اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

www.KitaboSunnat.com

① تعزیراتِ پاکستان کے تحت صرف مرد ہی زنا بالجبر کا مرتکب قرار پاسکتا تھا۔ لیکن حدود قوانین کے تحت اب مرد یا عورت میں سے کوئی بھی ملزم ہوسکتا ہے۔

② سابقہ قانون کے مطابق ۱۵ سال سے کم عمر عورت کے ساتھ اس کی رضا مندی سے کی جانے والی مباشرت بھی زنا بالجبر کہلاتی ہیں۔ جبکہ حدود قوانین میں سالوں کے بجائے بلوغ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ اب کسی بھی نابالغ لڑکی سے زنا ہو، چاہے اس کی عمر ۱۵ سال سے زائد ہی کیوں نہ ہوجائے، زنا بالجبر کہلائے گا۔

③ حدود قوانین میں شادی شدہ عورت یا مرد کے لئے زنا بالجبر کی سزا سنگسار کے ذریعے سزائے موت اور غیر شادی شدہ کے لئے ۱۰۰ کوڑے مقرر کی گئی ہے۔ جبکہ سابقہ قانون میں اس جرم کی سزا دس سال تک قید اور جرمانہ تھی۔

④ حدود قوانین میں یہ اہتمام بھی رکھا گیا ہے کہ اگر تزکیہ الشہود (چار مردوں کی گواہی) کے معیار پر زنا بالجبر کا جرم ثابت نہ ہوسکے تو مقدمہ کے دیگر حالات و واقعات کی روشنی میں ۴ سے ۲۵ سال تک سزائے قید بھی دی جاسکے گی اور ۳۰ کوڑے بھی مارے جائیں گے۔ اسی طرح اگر اس جرم کا ارتکاب دو یا دو سے زیادہ افراد ہم مشورہ ہوکر کریں تو ایسے تمام افراد کو سزائے موت بھی دی جاسکے گی۔

اغوا اور دھوکہ دہی؛ قوانین کا تقابل

زنا اور زنا بالجبر کے بعد اغوا، غیر فطری فعل کے لئے اغوا، عصمت فروشی، دھوکہ سے مباشرت اور عورت کو بھلا پھسلا کر لے جانے جیسے جرائم میں سابقہ اور موجودہ قوانین میں ایک طائرانہ نگاہ دل چسپی سے خالی نہ ہوگی۔ سابقہ قانون یعنی تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۶۶ میں 'اغوا' کی تعریف جن الفاظ میں بیان کی گئی ہے، ان کا ترجمہ اور مفہوم یہ ہے:

''اگر کوئی شخص کسی عورت کو اس نیت کے ساتھ اغوا کرتا ہے کہ وہ خود اسے مجبور کرے گا کہ وہ اپنی رضا مندی کے خلاف اس سے شادی یا مباشرت کرے یا پھر یہ امر معلوم ہونے کے باوجود کہ اسے اپنی مرضی کے خلاف کسی سے شادی یا مباشرت کرنے پر مجبور کیا جائے گا یا ورغلایا جائے گا۔ وہ ایسا کرتا ہے تو اسے دس سال تک قید اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔ اسی

www.KitaboSunnat.com

طرح اگر کوئی شخص مجرمانہ دھمکی دے کر یا اختیارات کا ناجائز استعمال کرکے یا کسی دوسرے طریقے سے کسی عورت کو مجبور کرتا یا ورغلاتا ہے کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوجائے یا یہ جانتے ہوئے کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ اسے مجبور کیا جائے گا یا ورغلایا جائے گا کہ کسی کے ساتھ مباشرت کرے، وہ ایسا کرتا ہے تو اسے بھی دس سال تک قید اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔''

حدود قوانین میں اغوا کی تعریف دفعہ ۶ میں بیان کی گئی ہے جو بالکل وہی ہے جو دفعہ ۳۶۶ تعزیراتِ پاکستان میں وضع کی گئی تھی۔ البتہ حدود قوانین کے تحت اغوا کے جرم کی سزا میں اضافہ کیا گیا ہے۔ سابقہ قانون میں اغوا کا جرم ثابت ہوجانے پر دس سال تک قید اور جرمانہ کی سزائیں دی جاسکتی ہیں جبکہ حدود قوانین کے تحت اب یہ سزا بڑھا کر عمر قید کردی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عدالت کو یہ اختیار بھی تفویض کردیا گیا ہے کہ وہ مجرم کو ۳۰ کوڑے بھی لگوائے اور نقد جرمانہ بھی عائد کرے۔

غیر فطری فعل

حدود قوانین میں غیر فطری فعل (لواطت) سے متعلق بھی قانون سازی کی گئی ہے۔ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۶۷ ان قوانین سے قبل اس جرم کا احاطہ کرتی تھی۔ دفعہ ۳۶۷ میں غیر فطری فعل کی تعریف مندرجہ ذیل مفہوم میں کی گئی تھی:

''اگر کوئی شخص کسی کو اس نیت کے ساتھ اغوا کرتا ہے کہ وہ اسے مجروح کرے گا، یا غلام بنائے گا، یا اس کے ساتھ غیر فطری فعل کا مرتکب ہوگا، یا یہ علم رکھتے ہوئے کہ اس کے ساتھ ایسا عمل ہونے کا امکان ہے، اسے ایسے کسی خطرے میں مبتلا کرتا ہے تو اسے دس سال تک قید اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔''

تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۶۷ کو ختم کرکے اس کی جگہ حدود آرڈیننس میں دفعہ ۱۲ کو شامل کیا گیا ہے۔ جو کہ لگ بھگ مذکورہ بالا مفہوم ہی کی حامل ہے۔ ماسوائے اس کے کہ سابقہ قانون میں اس جرم کی سزا دس سال تک قید اور جرمانہ تھی۔ جبکہ موجودہ قانون میں اس سزا کی مدت میں اضافہ کرتے ہوئے اسے ۲۵ سال قید بامشقت اور جرمانہ تک بڑھ دیا گیا ہے اور

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ ساتھ عدالت کو یہ اختیار بھی دے دیا گیا ہے کہ وہ مجرم کو ۳۰ تک کوڑے لگانے کا حکم بھی جاری کرے۔

عصمت فروشی

عصمت فروشی کا خاتمہ کرنے کے لئے بھی سابقہ قانون میں چند ایک تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۷۲ میں عصمت فروشی کی تعریف جن الفاظ میں بیان کی گئی تھی۔ ان کا مفہوم کچھ اس طرح سے تھا:

''اگر کوئی ۱۸ سال سے کم عمر کے کسی فرد کو اس نیت سے فروخت کرتا ہے، کرایہ پر دیتا ہے یا کسی کے حوالے کرتا ہے، کہ اسے کسی بھی وقت عصمت فروشی یا مباشرت کے لئے یا کسی بھی غیر قانونی یا غیر اخلاقی مقصد کے لئے استعمال کیا جائے گا یا یہ علم رکھنے کے باوجود کہ ایسے فرد کو کسی بھی وقت ایسے کسی مقصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے تو ایسا کرنے والے شخص کو دس سال قید اور جرمانے کی سزا دی جائے گی۔''

تعزیراتِ پاکستان کی مذکورہ دفعہ ۳۷۲ میں حدود قوانین کے ذریعے دو وضاحتیں بھی شامل کی گئی تھیں جو حسبِ ذیل ہیں:

① اگر کسی خاتون کو کسی عصمت فروش کے ہاتھ یا کسی ایسے شخص کے ہاتھ جو قحبہ خانہ چلاتا ہے، فروخت کردیا جاتا ہے یا کرائے پر دیا جاتا ہے یا اس کے حوالے کردیا جاتا ہے تو یہی قیاس کیا جائے گا کہ اس خاتون کو عصمت فروشی کے لئے استعمال کرنے کی غرض سے اس کے حوالے کیا گیا ہے ماسوائے اس کے کہ اس کے برعکس ثابت کردیا جائے۔

② ناجائز مباشرت سے مراد دو ایسے افراد کے درمیان مباشرت ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ جائز نکاح کے ذریعے شادی شدہ نہیں ہیں۔ یا ایسا تعلق رکھتے ہیں جو شادی تو نہیں کہلا سکتا لیکن کسی کے شخصی قانون یا کسی خاص طبقہ کی روایات یا جہاں دونوں مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہوں تو مختلف طبقات اسے شادی جیسا تعلق تسلیم کرتے ہوں۔

حدود آرڈیننس میں تعزیراتِ پاکستان کی مذکورہ بالا دونوں دفعات یعنی ۳۷۲ اور ۳۷۳ کو ختم کرکے ان کی جگہ متبادل دفعات ۱۳ اور ۱۴ شامل کی گئی ہیں۔ نئی دفعات میں تعزیراتِ پاکستان

www.KitaboSunnat.com

کی سابقہ دفعات ۳۷۲ اور ۳۷۳ کو عمومی طور پر برقرار رکھا گیا ہے۔ ماسوائے مندرجہ ذیل اُمور کے جنہیں مختصراً یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

① سابقہ قانون میں صرف ۱۸ سال سے کم عمر کی عورت کی خرید وفروخت اور عصمت فروشی کے لئے استعمال کو جرم قرار دیا گیا تھا۔ جبکہ حدود قوانین کے ذریعے کسی بھی عمر کی عورت کو کرایہ پر دینا یا عصمت فروشی کے لئے خرید وفروخت کرنا ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔

② تعزیراتِ پاکستان کے مطابق عصمت فروشی اور متعلقہ جرائم کے لئے ۱۰ سال قید اور جرمانہ کی سزائیں مقرر تھیں۔ ان سزاؤں میں اضافہ کرکے عمر قید اور ۳۰ کوڑوں تک سزا اور جرمانہ بھی عائد کرنے کا اختیار عدالتوں کو دے دیا گیا ہے۔

③ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۳۷۲ کی وضاحت نمبر ۲ میں یہ الفاظ بھی استعمال ہوئے تھے:

''یا ایسا تعلق جو شادی تو نہیں کہلا سکتا لیکن کسی کے شخصی قانون یا کسی طبقہ کی روایات یا جہاں دونوں مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہوں تو مختلف طبقات اسے شادی جیسا تعلق تسلیم کرتے ہوں۔''

حدود قوانین میں یہ الفاظ حذف کردیئے گئے ہیں۔

تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۴۹۳ میں 'دھوکہ سے مباشرت' کو بھی جرم قرار دیا گیا تھا۔ اس دفعہ میں کہا گیا تھا:

''اگر کوئی مرد دھوکہ سے ایک عورت کو یقین دلائے کہ وہ اس کی بیوی ہے، جبکہ وہ اس کی بیوی نہ ہو اور پھر اس سے مباشرت کرے تو اسے دس سال تک قید اور جرمانے کی سزا دی جائے گی۔''

مذکورہ بالا دفعہ ۴۹۳ کی جگہ حد زنا آرڈیننس کی دفعہ ۱۵ نافذ کی گئی ہے۔ حدود کے قانون میں اس دفعہ کو بھی برقرار رکھا گیا ہے۔ صرف دس سال سزا میں اضافہ کرکے اسے ۲۵ سال قید بامشقت، ۳۰ کوڑوں تک سزا اور جرمانہ عائد کرنے کا اختیار بھی عدالت کو تفویض کردیا گیا ہے۔

تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۴۹۸ میں کسی عورت کو بہلا پھسلا کر لے جانے کو جرم قرار دیا گیا تھا۔ اس دفعہ کی قانونی تعریف کچھ اس طرح سے تھی:

''اگر کوئی شخص کسی عورت کو اس نیت سے بہلا پھسلا کر لے جاتا ہے کہ وہ کسی شخص سے

www.KitaboSunnat.com

مباشرت میں ملوث ہوگی یا اس نیت سے کسی شادی شدہ یا کسی اور کے زیر ولایت عورت کو چھپا کر رکھتا ہے تو اسے دو سال قید اور جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔''

حدِ زنا آرڈیننس میں مذکورہ دفعہ کے متبادل دفعہ نمبر ۱۶ کا نفاذ کیا گیا ہے۔ دفعہ ۱۶ کے الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

''اگر کوئی شخص کسی عورت کو اس نیت سے بہلا پھسلا کر لے جاتا ہے کہ وہ کسی شخص سے مباشرت میں ملوث ہوگی یا اس نیت سے کسی عورت کو چھپا کر رکھتا ہے یا قید کرتا ہے تو اسے سات سال تک قید، ۳۰ کوڑوں تک اور جرمانے کی سزا دی جائے گی۔''

یہ تو تھا ان تبدیلیوں کا اجمالی جائزہ جو حدود قوانین کے ذریعے تعزیراتِ پاکستان میں لائی گئی ہیں۔ اب قوانین کے اطلاق کے طریقہ کار سے متعلق بھی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ حدود قوانین کے اطلاق کے لئے وہی طریقہ کار برقرار رکھا گیا ہے جو ضابطہ فوجداری میں پہلے سے موجود ہے۔ موجودہ قانون کی دفعہ ۲۰ میں اس امر کی حسبِ ذیل الفاظ میں صراحت کی گئی ہے کہ اس ضمن میں بھی ضابطہ فوجداری کا اطلاق کچھ ضروری تبدیلیوں کے ساتھ ہوگا۔ تاہم موجودہ قانون کے تحت تمام مقدمات سیشن کورٹ میں چلائے جائیں گے اور سیشن کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل وفاقی شرعی عدالت میں کی جاسکے گی۔ دفعہ ۲۱ میں یہ وضاحت بھی کردی گئی ہے کہ حدود قوانین کے تحت جس عدالت میں مقدمہ چلے گا یا اپیل کی سماعت ہوگی اس کا جج مسلمان ہوگا۔ تاہم غیر مسلم کی صورت میں جج بھی غیر مسلم ہوسکتا ہے۔ یاد رہے کہ سابقہ قانون میں یہ تخصیص موجود نہیں تھی۔

حدود آرڈیننس پر اعتراضات

اب آیئے ایک نظر ان اعتراضات پر ڈالتے ہیں جو حدود قوانین پر وارد کئے جاتے ہیں اور درست صورت حال کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پہلا اعتراض: یہ قوانین فرد واحد نے جاری کئے اور ان کا نفاذ غیر جمہوری انداز میں ہوا۔

یہ اعتراض وہ ہے جو خود جنرل پرویز مشرف صاحب بھی متعدد بار اٹھا چکے ہیں۔ جنرل صاحب نے یہ اعتراض غالباً اس رپورٹ سے اخذ کیا ہے جو ان ہی کے تشکیل کردہ نیشنل کمیشن

www.KitaboSunnat.com

آف دی سٹیٹس آف ویمن کی سربراہ جسٹس (ر) واجدہ رضوی نے مرتب کرکے ان کی خدمات میں پیش کی تھی۔ اس رپورٹ میں حدود قوانین کو فردِ واحد کے نافذ کردہ قوانین قرار دے کر مکمل طور پر قابل تنسیخ ہونے کی سفارش کی گئی تھی۔ لیکن افسوس کہ صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔ سپریم کورٹ کے سابق جج، سابق وزیر اور اسلامی سکالر ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنی کتاب 'پاکستان میں قوانین کو اسلامیانے کا عمل' میں تحریر کیا ہے کہ جناب شریف الدین پیرزادہ، جناب اے کے بروہی، جناب خالد ایم اسحق، جسٹس (ر) اے کے صمدانی، جسٹس (ر) محمد افضل چیمہ، جسٹس (ر) صلاح الدین، مولانا ظفر احمد انصاری، جسٹس (ر) مولانا تقی عثمانی، جسٹس (ر) پیر کرم شاہ الازہری بشمول ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اسلامی نظریاتی کونسل میں مسلسل چودہ ماہ تک بحث ومباحثہ کے بعد سفارشات کو حتمی شکل دی اور ان سفارشات کی بنیاد پر ہی ۱۹۷۹ء میں حدود کے قوانین کا نفاذ کیا گیا۔ اس کے علاوہ شام کے سابق سپیکر ڈاکٹر معروف دوالیبی، شام کے معروف سکالر ڈاکٹر مصطفی زرقا اور سوڈان کے سابق اٹارنی جنرل سے بھی رائے لی گئی تھی۔ یاد رہے کہ اس آرڈیننس کے مسوّدہ کو عوامی رائے حاصل کرنے کے لئے قانون کے مطابق مشتہر بھی کیا گیا تھا۔

یہ درست ہے کہ حدود آرڈیننس منتخب اداروں کی عدم موجودگی میں نافذ کئے گئے تھے۔ لیکن یہ بھی ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ۱۹۸۵ء میں جمہوری طور پر منتخب ایوان نے آئین میں آٹھویں ترمیم کے ذریعے ان قوانین کو منظور کرلیا تھا۔ اور اس کے بعد آنے والی تمام حکومتوں نے ان قوانین کو برقرار رکھا۔ خود جنرل پرویز مشرف نے میاں نواز شریف کی جمہوری حکومت کا تختہ اُلٹنے کے بعد جتنے قانون بنائے وہ خالصتاً فردِ واحد کے بنائے ہوئے قوانین تھے۔ لیکن قومی انتخابات کے نتیجے میں جب اسمبلیاں عالم وجود میں آئیں تو ۲۰۰۳ء میں سترہویں ترمیم کے ذریعے جنرل صاحب نے ریفرنڈم سمیت نافذ کردہ قوانین اور احکامات کی اسمبلی سے توثیق کروالی۔ اب اگر جسٹس (ر) واجدہ رضوی یہ سفارش مرتب کریں کہ جنرل پرویز مشرف کے نافذ کردہ قوانین فرد واحد کے وضع کردہ ہیں، لہٰذا انہیں بہ یک جنبش قلم منسوخ کردینا چاہئے تو اس اعتراض کا جواب حکومت کے پاس کیا ہوگا؟ اس مختصر بحث سے یہ امر روزِ روشن

www.KitaboSunnat.com

کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ نہ تو حدود آرڈیننس فردِ واحد کی ذہنی اختراع ہے اور نہ ہی پارلیمنٹ کی سندِ توثیق سے محروم ہے۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ یہ آرڈیننس ایک باضابطہ اور مستقل قانون کی حیثیت سے نافذ العمل ہے اور اس حوالے سے اس پر وارد کئے جانے والے اعتراضات وزن اور عقل سے خالی ہیں تو بے جان نہ ہوگا۔ مذکورہ بالا حقائق کی تصدیق حال ہی میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک سابق چیئرمین ڈاکٹر ایس ایم زمان نے بھی کی۔ انہوں نے روزنامہ 'انصاف' لاہور (مؤرخہ ۲۸ مئی ۲۰۰۴ء کو) انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ طویل غور و خوض کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل نے اس قانون کا اوّلین مسودہ تیار کیا تھا اور پھر قاعدے کے عین مطابق وزارتِ قانون پاکستان نے اس کا حتمی مسودہ مرتب کیا تھا۔

دوسرا اعتراض: خود اسلامی نظریاتی کونسل حدود قوانین میں ترامیم کی ضرورت کو تسلیم کرچکی ہے اور واجدہ رضوی کمیشن کے کچھ ارکان بھی ترامیم کے حق میں رائے دے چکے ہیں۔ لہٰذا ان قوانین میں تبدیلی اور ترمیم کی مخالفت کا کوئی جواز نہیں ہے۔

یہ اعتراض بادی النظر میں درست دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اگر اسلامی نظریاتی کونسل اور واجدہ رضوی کمیشن کے ارکان کی آرا کا بغور تجزیہ کیا جائے تو اصل صورت حال سامنے آجاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے ایک پورا اجلاس اس موضوع کے لئے وقف کیا تھا۔ اور اس اجلاس سے قبل ایک کمیٹی بھی قائم کی تھی۔ اس کمیٹی میں ممتاز علما، نامور ماہرین قانون کے علاوہ بیرونِ ملک سے بھی سکالر حضرات شامل کئے گئے تھے۔ اس کمیٹی نے ایک ورکنگ پیپر تیار کیا۔ اس ورکنگ پیپر کی روشنی میں اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔ اور حدود قوانین کی ایک ایک شق پر بحث کے بعد سفارشات مرتب کرکے حکومت کو ارسال کی گئیں۔ روزنامہ انصاف لاہور (۲۵ مئی ۲۰۰۴ئ) اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق چیئرمین ڈاکٹر ایس ایم زمان نے اس مسئلے پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس بات پر اتفاقِ رائے ہے کہ حدود کے احکام ازلی، ابدی اور ناقابل تبدیل ہیں۔ حدود آرڈیننس میں چونکہ قرآن وسنت کے احکامات کو قانونی زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ ایک انسانی کوشش ہے اس لئے اس میں غلطی یا فروگذاشت کے امکان کو سرے سے رد نہیں کیا جاسکتا۔ اس

www.KitaboSunnat.com

حوالے سے قرآنی اور اسلامی نقطہ نگاہ کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ قوانین پر نظرثانی سے کسی ایمان رکھنے والے مسلمان کو اعتراض نہیں ہوسکتا.....

یعنی نظرثانی سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ قرآن وسنت میں موجود حدود کے احکامات پر بھی نظرثانی کی جاسکتی ہے۔ نظرثانی آرڈیننس میں دیئے گئے الفاظ کی ہونی چاہئے قرآنی احکامات کی نہیں۔ اور نظرثانی کرتے ہوئے یہ خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ نظرثانی قرآن و سنت کے احکام کے اندر رہ کر ہو۔ ڈاکٹر زمان چونکہ واجدہ رضوی کمیشن میں بھی کسی نہ کسی حیثیت سے شامل تھے۔ اس لئے ان کے اس بیان کو مسترد کرنا مشکل ہے کہ واجدہ رضوی کی رپورٹ سرے سے غیر قانونی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ واجدہ رضوی نے طے شدہ اُصولوں اور طریقہ کار کو ترک کرکے ایک سازشی انداز اپنایا اور کراچی میں کمیشن کا ایک اجلاس منعقد کرکے ارکان سے صرف یہ پوچھا گیا کہ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کس بات کے حق میں ہیں؟ اس قانون کو منسوخ کیا جائے یا اس میں ترمیم کی جائے۔ اس کے بیس روز بعد انہوں نے یہ عندیہ دیا کہ ارکان کی اکثریت نے یہ قانون منسوخ کرنے کے حق میں رائے دے دی ہے۔ اس طرح انہوں نے ایک نئی رپورٹ تیار کی جس کا اس مسئلے پر پہلے سے تیار کردہ ڈرافٹ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس نئی رپورٹ میں حدود قوانین کی منسوخی کی سفارش کی گئی تھی اور ترامیم کی مخالفت کی گئی تھی۔ اس رپورٹ کو کمیشن کی رپورٹ قرار دے کر وزیراعظم اور صدر کو بھجوایا گیا۔

دراصل اسپیشل کمیٹی کا اجلاس اور اس کے بعد نیشنل کمیشن برائے خواتین کا اجلاس دونوں غیر آئینی تھے۔ کیونکہ اس دوران کمیشن کے ارکان کی اکثریت کی میعادِ تقرری تین سال گزرنے پر پوری ہوچکی تھی اور وہ لوگ کمیشن کے ممبر ہی نہیں رہے تھے۔ صرف واجدہ رضوی اور دو ایک خواتین ایسی تھیں جو خالی نشستوں پر نامزد ہوئی تھیں اور ان کی مدتِ تقرری ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر ایس ایم زمان جیسے معتبر گھر کے بھیدی کے انکشافات کے بعد یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے حدود آرڈیننس میں ترامیم کی حمایت کا حدود اربعہ کیا ہے اور واجدہ رضوی کمیشن کی طرف سے کی جانے والی سفارشات کی قانونی حیثیت کیا ہے؟

www.KitaboSunnat.com

تیسرا اعتراض: حدود زنا آرڈیننس میں عورت کو گواہی سے محروم کردیا گیا ہے۔حد زنا آرڈیننس پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس قانون کے ذریعے عورت کو گواہی دینے سے محروم کردیا گیا۔ اگر کسی عورت کے ساتھ کسی ایسی جگہ زیادتی کی جاتی ہے جہاں کوئی مرد گواہ موجود نہ ہو اور صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں تو موجودہ قانون کے تحت مجرم سزا سے صاف بچ جائے گا کیونکہ چشم دید گواہ خواتین کی گواہی قابل قبول نہ ہوگی۔

زنا آرڈیننس پر یہ اعتراض کمیشن آف انکوائری فار ومن (پاکستان) نے اپنی ایک رپورٹ (اگست ۱۹۹۷ئ) میں اُٹھایا تھا۔ یہ اعتراض حد زنا آرڈیننس کی دفعہ ۸ سے متعلق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ زنا یا زنا بالجبر کا ثبوت جس میں حد جاری ہوگی، مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی ایک صورت میں ہوسکتا ہے:

ا) ملزم کسی بااختیار عدالت کے سامنے اس جرم کے ارتکاب کا اعتراف کرتا ہے۔ یا

ب) کم از کم چار مسلمان گواہ جن کے بارے میں عدالت کو اطمینان ہو کہ وہ تزکیۃ الشہود کی شرائط پورا کرتے ہیں، صادق ہیں اور کبائر سے اجتناب کرتے ہیں، گواہی دیں کہ وہ زنا کے ارتکاب کے عینی شاہد ہیں۔ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو چشم دید گواہ بھی غیر مسلم ہوسکتے ہیں۔

ثبوتِ جرم زنا کے لئے چار گواہوں کی شرط قرآن حکیم کی سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵ اور سورۃ نور کی آیت نمبر ۴ کی بنیاد پر قانون میں شامل کی گئی ہے۔ بادی النظر میں دفعہ ۸ کے مطالعہ سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ عورتوں کو گواہی کے حق سے محروم کرنے کی حد تک یہ ایک امتیازی قانون ہے لیکن اس قانون کے پردے میں چھپی ہوئی مصلحت پر غور کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ خواتین کی عزت وتکریم کے پیش نظر ہے۔ اور عصر جدید میں جب جرح کے دوران چشم دید خواتین سے جرم زنا سے متعلق لوازمات اور جرم کے عمل سے متعلق مخصوص سوالات عزت دار مسلمان خواتین کے لئے ذہنی کوفت کا سبب بن سکتے ہیں اور بھری عدالت میں درست واقعات کے واضح بیان میں ہچکچاہٹ کا موجب بن سکتے ہیں۔ اس طرح خواتین کی فطری شرم وحیا کی وجہ سے مجرم سزا سے بچ سکتا ہے۔ نیز یہ کہ زنا بالرضا کی صورت میں چار مرد گواہوں کا میسر نہ آنا عورتوں کو سزا سے بچانے میں بھی مدد ومعاون ثابت ہوتا ہے اور ان کے لئے سہولت

www.KitaboSunnat.com

کا باعث بنتا ہے۔

زنا بالجبر کا معاملہ البتہ زنا بالرضا سے مختلف ہے۔ اس جرم میں عورت صریحاً زیادتی کا نشانہ بنتی ہے جن حالات میں یہ جرم سرزد ہوتا ہے ان میں عام طور پر چار غیر جانبدار مرد گواہوں کا موجود ہونا بھی ممکن نہیں ہوتا۔

ان تمام معاملات اور عورتوں کی گواہی کے حوالے اعلیٰ عدالتوں کے بہت سے فیصلے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ قانونِ شہادت مجریہ ۱۹۸۴ء اور عدالتی فیصلہ جات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ این جی اوز کا یہ پروپیگنڈا کہ حد زنا آرڈیننس کے ذریعے عورتوں کو گواہی کے حق سے محروم کردیا ہے، درست نہیں ہے۔

❶ قانونِ شہادت ۱۹۸۴ کے آرٹیکل ۱۷ کی ذیلی دفعہ '۲بی' میں صراحت کی گئی ہے کہ

''حد زنا کے نفاذ سے قطع نظر، زنا کے مقدمے میں عدالت ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی پر تعزیر کی سزا دے سکتی ہے۔ (یاد رہے کہ یہ سزا ۱۰ سے ۲۵ سال قید بامشقت اور جرمانہ ہے)''

❷ عدالت کو یہ بھی اختیارات حاصل ہیں کہ وہ اگر مناسب سمجھے تو جرمِ زنا کے اثبات کے لئے گواہوں کی تعداد اور اہلیت کے متعلق بھی فیصلہ کرے۔ عدالت عالیہ نے ایک مقدمہ میں اس اُصول کی حسبِ ذیل الفاظ میں صراحت کی ہے:

''قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ مقدمہ کے حالات و واقعات کے پیش نظر گواہوں کی تعداد اور اہلیت کے تعین کا اختیار عدالت کو حاصل ہے۔'' (۱۹۹۲ء پاکستان کریمنل لاء جرنل صفحہ ۱۵۲۰)

❸ سپریم کورٹ، آزاد کشمیر نے قصاص اور زنا کے مقدمات میں عورت کی گواہی کے حوالے سے مندرجہ ذیل اُصول بیان کیا:

''قصاص اور نفاذِ حدود کے مقدمات میں بھی چار مرد گواہوں کی شہادت کے بعد مزید شہادت کے لئے عورتوں کی گواہی میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔''

(پی ایل ڈی ۱۹۷۹ء سپریم کورٹ (آزاد جموں کشمیر) صفحہ ۵۶)

اس فیصلے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اگر خواتین یہ محسوس کریں کہ حد زنا کے کسی مقدمہ میں چار مرد گواہ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں یا درست گواہی نہیں دے رہے ہیں تو واقعہ کی چشم دید گواہ عورتیں بھی عدالت کے روبرو گواہی دے سکتی ہیں۔ اور اصل حقائق کو عدالت کے علم

www.KitaboSunnat.com

میں لانے کا حق رکھتی ہیں۔

❹ ۱۹۷۹ء میں ایک زنا بالجبر کے ایک مقدمے کا فیصلہ تحریر کرتے ہوئے کراچی ہائی کورٹ نے صرف ایک مظلومہ عورت کے بیان کو کافی گردانا اور قرار دیا کہ

''زنا بالجبر کے کیس میں مقدمہ کے حالات و واقعات کے پیش نظر زیادتی کا شکار ہونے والی عورت کے بیان پر ملزم کو سزا دی جاسکتی ہے۔'' (پی ایل ڈی ۱۹۷۹ء کراچی، صفحہ ۱۴۷)

❺ وفاقی شرعی عدالت نے خود بھی بہت سے مقدمات میں عورتوں کی گواہی پر زنا بالجبر کے ملزمان کو سزائیں سنائی ہیں۔ اور عورتوں کو گواہی کے حق کو تسلیم کیا ہے اور اس سلسلے میں اسلامی فقہ کے اصولوں پر انحصار کیا ہے۔ جس کا ثبوت وفاقی شرعی عدالت کی مندرجہ ذیل نظیر سے ملتا ہے۔ متعلقہ مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت نے قرار دیا ہے کہ

''حدود و قصاص کی متعین سزاؤں میں اگرچہ بالعموم فقہا مردوں کی عینی شہادت کو لازم سمجھتے ہیں لیکن حدود سے فروتر تعزیری سزاؤں میں مردوں کی چشم دید شہادت اور شہادت بالقرائن کو بھی ائمہ سلف نے قابل قبول قرار دیا ہے۔'' (پی ایل ڈی ۱۹۸۲ وفاقی شرعی عدالت ص ۱۱۳)

جرم زنا سے متعلق قانون کے تحت عورتوں کی گواہی کا حق تسلیم اور مستند ہونے سے متعلق اور بھی بہت سے فیصلہ جات کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا مختصر بحث سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ یہ کہنا غیر درست ہے کہ زنا سے متعلق جرائم کے مقدمات میں عورت کو گواہی کے حق سے محروم کردیا گیا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اگر تزکیہ الشہود کے معیار پر پورا اترنے والے چار مرد گواہ موجود نہ ہوں تو ملزم کو سنگسار کے ذریعے سزائے موت اور کوڑوں کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ البتہ عورتوں سمیت دیگر گواہوں کی شہادت پر اسے دس سے پچیس سال تک قید سخت اور جرمانے کی سزا سنائی جاسکتی ہے اور یہ سزا اس سزا سے دوگنا ہے جو سابقہ قانون میں تجویز کی گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حدود قوانین میں عورت کو گواہی کے حق سے محروم نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان قوانین کے توسط سے ایک عورت کی گواہی پر مجرم کو سابقہ قانون کی نسبت دوگنا زیادہ سزا کے مواقع میسر آگئے ہیں۔

چوتھا اعتراض: حد زنا اور قذف کے قوانین عیسائیوں کے ازدواجی قانون سے متصادم ہیں

www.KitaboSunnat.com

جو عیسائی مذہب میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔

اس اعتراض کا لبِ لباب یہ ہے کہ عیسائیوں کے قانونِ طلاق کی دفعہ ۱۰ عیسائی میاں بیوی میں طلاق کو ممنوع قرار دیتی ہے۔ البتہ زوجین کے درمیان طلاق صرف اس صورت میں ہوسکتی ہے جب بیوی اپنے خاوند پر نہ صرف یہ کہ زنا کاری کا الزام لگائے بلکہ اسے ثابت بھی کرے۔ حدود قوانین کے ناقدین کا کہنا ہے کہ عیسائی قانون کے تحت اگر بیوی کا موقف درست ثابت ہوجائے تو خاوند کو لامحالہ حدود آرڈیننس کے تحت زنا کی سزا کا سامنا کرنے پڑے گا اور اگر بیوی یہ الزام ثابت نہ کرسکے تو اس کے خلاف قذف کا مقدمہ قائم ہوجائے گا۔ اس طرح حدود قوانین عیسائی عورتوں کے طلاق کے قانون میں مداخلت اور رکاوٹ کا باعث بن رہے ہیں۔ کمیشن آف انکوائری فار وومن پاکستان کی رپورٹ ۱۹۹۷ء کے صفحہ ۴۷ پر بھی اس اعتراض کو پرزور طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے، بظاہر تو اس میں وزن دکھائی دیتا ہے لیکن ذرا گہری نظر سے معاملات کا تجزیہ کیا جائے تو متعلقہ حدود قوانین کا پلڑا عیسائی زوجین کے حق میں سراسر جھکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ عیسائیوں کے قانونِ طلاق میں یہ وضاحت موجود ہے کہ طلاق صرف اس صورت میں منعقد ہوگی جب بیوی شوہر کے خلاف زنا کا نہ صرف الزام لگائے بلکہ اسے ثابت بھی کرکے دکھائے۔ باالفاظ دیگر طلاق صرف اسی وقت مؤثر ہوگی جب شوہر پر زنا کا الزام ثابت ہوجائے۔ یہ بات تو عیسائی بیوی کے حق میں جاتی ہے کہ اگر وہ خاوند پر زنا کاری کا الزام ثابت کردے تو طلاق کے ساتھ ساتھ اسے مجرم کو جرمِ زنا کی مروّجہ سزا دلوانے کا استحقاق بھی حاصل ہوجائے۔ اسی طرح حدود قوانین کے ذریعے ایک عیسائی خاوند کو بھی یہ قانون حق حاصل ہوگیا ہے کہ اگر اس کی بیوی اس پر زنا کاری کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتی ہے تو وہ اسے اس گھناؤنے طرزِ عمل پر عدالت کے کٹہرے میں لاسکے۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ حدود قوانین عیسائیوں کے قانونِ طلاق میں مداخلت یا مشکلات پیدا کرنے کے بعد طلاق کے مقدمے کا فیصلہ ہوجانے کے بعد مبنی برحق موقف رکھنے والے فریق کو مزید دادرسی کے مواقع مہیا کرتا ہے۔ مذکورہ بالا اعتراض ایک اور بنیاد پر بھی اپنی 'ہمہ

www.KitaboSunnat.com

گیری' سے محروم ہوجاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ بہت سے عیسائی ممالک میں بھی 'روشن خیال' عیسائی فرقوں نے طلاق کے قانون میں اوپر بیان کردہ واحد وجہ میں وسعت پیدا کرلی ہے اور اب خاوند پر زنا کاری کا جھوٹا یا سچا الزام لگائے بغیر متعدد دیگر موجبات کی بنا پر بھی عدالتوں کے ذریعے خاوند سے قانونی علیحدگی کا حکم نامہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

پانچواں اعتراض: اسلامی قوانین کا اطلاق مسلمانوں پر ہونا چاہئے، غیر مسلموں پر ان کا اطلاق درست نہیں ہے۔

یہ اعتراض خود بین الاقوامی قوانین کی روشنی میں قابل استرداد ہے۔ کسی بھی ملک میں رائج قوانین کی دو اقسام ہوتی ہیں۔ ایک شخصی قانون جو مختلف طبقات کے دینی اور مذہبی عقائد کی روشنی میں ان پر لاگو ہوتا ہے مثلاً شادی، طلاق، وصیت، ولایت اور وراثت وغیرہ سے متعلق قوانین اور دوسرے عمومی قوانین جو فوجداری اور دیگر دیوانی معاملات کو نپٹانے کا طریقہ کار اور ضوابط کا احاطہ کرتے ہیں۔ پوری دنیا میں یہ ایک مسلمہ قانونی اُصول ہے کہ ہر ملک میں آباد مختلف مذاہب کے لوگوں کے شخصی معاملات کا فیصلہ تو ان کے شخصی قانون کے مطابق کیا جاتا ہے لیکن دوسرے تمام ملکی قوانین جو امن وامان برقرار رکھنے یا جرائم کی سزاؤں سے متعلق ہیں، ان پر اُن ممالک میں اکثریتی آبادی کے رائج کردہ قوانین کے مطابق فیصلے کئے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر قتل کے کسی مقدمے میں کوئی مسلمان کسی مغربی غیر مسلم ملک میں یہ اصرار نہیں کرسکتا کہ عدالت قصاص اور دیت کے اسلامی قانون کے مطابق اس کے کیس کا فیصلہ کرے، نہ کبھی کسی اسلامی ملک نے مغربی دنیا سے ایسا کوئی مطالبہ کیا ہے۔ بالکل اسی طرح مغربی دنیا کو یہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ ایک اسلامی ملک میں قرآن وسنت کی روشنی میں وضع کردہ، وہاں کے لوگوں کے دین عقائد سے ہم آہنگ قانون کی منسوخی کا مطالبہ کرے یا اسے ظالمانہ قرار دے۔

چنانچہ وفاقی شرعی عدالت نے زعفران بی بی کیس میں فیصلہ سناتے ہوئے قرار دیا ہے کہ

''حدود قوانین ایک اسلامی ریاست کے شہریوں کو بلا تفریق جنس، دولت، مذہب، ذات، رنگ وزبان وغیرہ پرامن زندگی گزارنے کی ضمانت مہیا کرتے ہیں اور ان کے بنیادی انسانی

www.KitaboSunnat.com

حقوق کی خلاف ورزیوں اور دیگر تجاوزات کے مقابلے میں تحفظ فراہم کرتے ہیں۔''

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں زیر بحث اعتراض، محض اعتراض برائے اعتراض کی حیثیت رکھتا ہے۔

چھٹا اعتراض: حد زنا آرڈیننس پر عمل درآمد کے دوران زنا یا زنا بالجبر کے مقدمات میں عورت تو ہر حال میں قانونی شکنجہ میں پھنس جاتی ہے لیکن مرد اکثر اوقات بچ نکلتا ہے۔

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے تو اس میں درحقیقت قانون پر نہیں بلکہ قانون پر عمل درآمد کے طریقے کو ہدفِ تنقید بنایا جاتا ہے۔ زنا بالرضا میں مرد اور عورت دونوں ہی قابل گرفت قرار دیئے جاتے ہیں۔ لیکن زنا بالجبر میں زیادتی کا شکار ہونے والی عورت کو گرفتار کرنا، حوالات یا جیل میں ڈالنا یا پھر سزا کا مستوجب قرار دینا بالکل غیر قانونی عمل ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے ایسے ہی ایک مشہور مقدمے میں حسب ذیل صراحت کی ہے:

''اگر کسی عورت کو زنا پر مجبور کیا جائے تو اس جرم کے سرزد ہونے کے بعد زیادتی کا شکار عورت کو کسی طرح کی سزا نہیں دی جاسکتی، چاہے وہ حد ہو یا تعزیر، البتہ دوسرا فریق جو زیادتی کا مرتکب ہوا ہے وہ نفاذِ حد یا تعزیری سزا کا مستحق ہے۔''

(پی ایل ڈی ۲۰۰۰ء وفاقی شرعی عدالت، صفحہ نمبر ۱)

پولیس والے عام طور پر ایک غیر شادی شدہ عورت کے حاملہ ہوجانے پر اس کے خلاف حدود زنا آرڈیننس کے تحت پرچہ کاٹ کر اسے گرفتار کرلیتے ہیں اور اس کا جواز یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کا غیر قانونی حمل ہی اس کے گناہ اور زنا کا مرتکب ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ایسی صورت حال میں کیونکہ فوری طور پر اس جرم میں شریک مرد کی شناخت یا علم نہیں ہوتا اس لئے صرف عورت ہی قانون کی گرفت میں آتی ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اس صورت حال پر زعفران بی بی کیس (PLD 2000 FSC-1) میں واضح اور دوٹوک فیصلہ دیا ہے۔ جس کا مفہوم حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے:

''اگر کوئی غیر شادی شدہ عورت یا شادی شدہ خاتون جس کی رسائی اس دوران اپنے شوہر تک نہیں تھی، حاملہ پائی جاتی ہے اور یہ موقف اختیار کرتی ہے کہ یہ حمل زنا بالجبر کی وجہ سے قرار

www.KitaboSunnat.com

پایا ہے تو اس پر نفاذِ حد کی سزا لاگو نہیں کی جاسکتی۔ جب تک کہ اسے وہ تمام حالات بیان کرنے اور سچائی ثابت کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اور یہ بات نکھر کر سامنے نہ آجائے کہ اس جرم میں اس کی بلا جبر و اکراہ رضامندی شامل تھی۔''

وفاقی شرعی عالت کی اس صراحت کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس ضمن میں قانون میں کوئی سقم نہیں ہے۔ بلکہ ہوسِ زر میں مبتلا پولیس اہلکاروں کا 'دستِ کرشمہ سازی' اس لاقانونیت کا ذمہ دار ہے۔ حدود قوانین کے بجائے پولیس ضوابط میں مؤثر ترمیم کرکے اس لاقانونیت کے آگے بہتر بند باندھا جاسکتا ہے۔

ساتواں اعتراض: خواتین کی مغرب زدہ این جی اوز کی جانب سے حدود قوانین پر تنقید کے دوران یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دھوکہ دہی کا شکار ہوکر اغوا ہونے والی بے قصور خواتین کو بھی ان قوانین کی وجہ سے جرائم میں ملوث کرلیا جاتا ہے جو عورتوں کے ساتھ سراسر زیادتی کے مترادف ہے۔

اس اعتراض کا تعلق دراصل حدزنا آرڈیننس کا دفعہ ۱۶ سے جڑا ہوا ہے۔ دفعہ ۱۶ کا متن حسبِ ذیل ہے:

''جو کوئی کسی عورت کو اس نیت کے ساتھ بہلا پھسلا کر لے جاتا ہے کہ وہ اس شخص سے مباشرت کرے گی یا اس (مباشرت کی) نیت سے اسے چھپا کر رکھتا ہے یا قید کرتا ہے تو اسے سات سال تک قید، ۳۰ تک کوڑوں اور جرمانے کی سزا دی جاسکے گی۔''

قانون میں وضع کی گئی مذکورہ بالا عبارت ہی سے عیاں ہے کہ دھوکہ کا شکار ہوکر اغوا ہونے والی عورت کو معصوم تصور کیا گیا ہے اور اس کے لئے نہ تو کسی قید، نہ کوڑوں اور نہ ہی جرمانے کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ بلکہ یہ تمام سزائیں بیک وقت اس شخص کا مقدر بنائی گئی ہیں جو مباشرت کی نیت سے کسی عورت کو بہلا پھسلا کر اور دھوکے میں رکھ کر اغوا کرتا ہے یا اس غرض سے اسے اسیر بناتا ہے۔ یہاں بھی صورتِ حال وہی ہے جس کا تذکرہ پہلے ہوچکا ہے۔ یعنی اگر کسی ایسی مظلوم عورت کو گرفتار کیا جاتا یا حوالات میں بند کیا جاتا ہے یا اس پر مقدمہ قائم کیا جاتا ہے تو یہ قانون کی نہیں بلکہ اسے نافذ کرنے والوں کی بددیانتی ہے۔ ایک جائزے کے مطابق دفعہ ۱۶ کے تحت عورتوں کو غلط طور پر ملوث کرنے کے راولپنڈی میں ۷۳ فیصد اور اسلام آباد میں ۴۳

www.KitaboSunnat.com

فیصد واقعات ہوتے ہیں۔ باقی شہروں کے اعداد وشمار اگرچہ میسر نہیں ہیں لیکن اندازہ ہے کہ ان میں بھی عورتوں کو غلط طور پر ملوث کئے جانے کا تناسب اور شرح اِسی کے لگ بھگ ہوگی۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر ایک بات تو طے ہے کہ اصل مسودہ قانون میں کوئی نقص نہیں ہے اور یہ قانون دھوکہ سے اغوا ہونے والی خواتین کے یکسر بے گناہ اور بے قصور قرار دیتا ہے۔ اس کے باوجود اگر دوسرے عام ملکی قوانین کی پولیس اہلکار اس قانون کو بھی حرام کمائی کا ذریعہ بنانے کے لئے غلط طور پر استعمال کررہے ہیں تو ان کا محاسبہ ہونا چاہئے، نہ کہ قانون کو ختم کرنے یا تبدیل کرنے کے مطالبہ پر اصرار!!

حدود قوانین اور انسانی حقوق

آٹھواں اعتراض: حدود قوانین بنیادی انسانی حقوق سے متصادم ہیں، اس لئے انہیں منسوخ کردینا چاہئے۔

یہ اعتراض بھی مغرب سے متاثر 'روشن خیال' حلقوں اور تنظیموں کی طرف سے گذشتہ کئی سالوں سے اُٹھایا جارہا ہے۔ اس سال مئی میں حکومتِ امریکہ کے قائم کردہ انسانی حقوق کمیشن نے عالمی صورت حال سے متعلق جو رپورٹ حکومت امریکہ کو پیش کی ہے۔ اس میں بھی اس بات کا ذکر موجود ہے کہ پاکستان میں نافذ شدہ حدود قوانین کی وجہ سے بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہورہی ہے۔ رپورٹ میں تجویز کیا گیا ہے کہ حکومتِ امریکہ اپنے سفارتی ذرائع استعمال کرے اور ان قوانین کو ختم یا تبدیل کروانے کے لئے اثر ورسوخ بروئے کار لائے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ انسانی حقوق کے حوالے سے اس قانون کے معترض ان شقوں کی نشاندہی کرنے سے گریز کرتے ہیں جن کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بنیادی انسانی حقوق سے متصادم ہیں۔ بنیادی انسانی حقوق کو مجروح کرنی شقوں کی واضح نشاندہی نہ ہونے کے باعث اس اعتراض پر تفصیلی گفتگو ممکن نہیں ہے۔ لیکن ہم یہاں بنیادی انسانی حقوق اور معاشرتی امن وامان کے حوالے سے حدود آرڈیننس کے حسن وقبح کا خود ایک جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

اقوامِ متحدہ نے ۱۹۴۸ء میں ایک عالمی ہیومن رائٹس ڈکلریشن جاری کیا تھا۔ اس اعلانِ حقوق انسانی میں واضح طور پر اس امر کی ضمانت موجود ہے کہ دنیا میں ہر شخص اور ملک کو اپنے دینی اور مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہوگی۔ اسی طرح پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں نے بہت سے مقدمات میں بنیادی انسانی حقوق اور اسلام کے حوالے تعرضات پر مباحث کے بعد فیصلے صادر کئے ہیں۔ جن کا عطر یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے عالمی چارٹر اور اسلامی اُصولوں کی روشنی میں قرآن اور سنت اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سپریم قانون ہے۔ قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون سازی اس ملک میں نہیں کی جاسکتی۔ مزید یہ کہ مغرب اور دنیا میں مروّجہ انسانی حقوق کی کوئی شکل اگر قرآن وسنت میں بیان کردہ اُصولوں سے متصادم ہو تو ایسی صورت میں وہ کالعدم قرار پائے گی اور قرآن وسنت کا اُصول اس پر مقدم سمجھا جائے گا۔ لہٰذا حدود آرڈیننس کی کسی شق کو وفاقی شرعی عدالت سے قرآن وسنت کے منافی قرار دلوائے بغیر انسانی حقوق سے متعلق کسی اُصول کو اس قانون سے فائق جان کر قانون کو تبدیل یا منسوخ کرنا غیر آئینی اور غیر قانونی ہوگا۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ خود امریکہ کی سپریم کورٹ نے سوکس کیس (اے ایل آر؛ ۸۷۱) میں فیصلہ کرتے ہوئے انسانی حقوق کے حوالے سے ایک اہم رائے کا اظہار کیا جس کا مفہوم حسبِ ذیل ہے:

''ایسا عمل جو شہریوں کی اکثریت کے مذہبی عقائد کو مجروح کرنے والا ہو، جرم کے زمرے میں آتا ہے۔''

پاکستان کے حدود قوانین بھی یہاں کے شہریوں کے مذہبی عقائد کی اکثریت کے ترجمان ہیں۔ لہٰذا اگر ان پر مغربی مفکرین کی آرا کو فوقیت دی گئی تو یہ بجائے خود ایک جرم کے مترادف ہوگا۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ پاکستانی معاشرہ انسانی حقوق کے حوالے سے مندرجہ ذیل باتوں کو کس نظر سے دیکھتا ہے:

① کیا کسی غیر شادی شدہ عورت کو اسلامی معاشرے میں یہ حق دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے ساتھ جس مرد کے ساتھ چاہے زنا کرے اور اس پر کوئی قدغن نہ ہو؟

② کیا کسی شادی شدہ عورت یا اس کے شوہر کو یہ حق تفویض کیا جاسکتا ہے کہ وہ دونوں ہم

www.KitaboSunnat.com

رائے ہو کر کسی دوسرے شخص کو اس شادی شدہ خاتون سے زنا کرنے کی اجازت دے دیں۔

③ یہ کہ ایک عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ زنا کے جرم میں تو برابر کی شریک ہو۔ لیکن زنا کا مقدمہ صرف مرد پر قائم کیا جائے اور عورت کو شریکِ جرم ہونے کے باوجود سزا سے مستثنیٰ سمجھا جائے۔

④ کیا زنا کی مرتکب خاتون کا صرف شوہر ہی اس کے خلاف مقدمہ درج کروانے کا حق رکھتا ہے۔ اور شوہر سے چوری چوری اس جرم کی مرتکب عورت سے متعلق حقائق جاننے والے شخص یا اشخاص کو اس جرم پر معاشرہ کی بھلائی کے لئے مقدمہ درج کروانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

⑤ کیا زنا کے مرتکب عورت اور مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ زبردستی زنا کے بعد ایک دوسرے کے معاف کردیں اور معاشرے میں برائی پھیلانے والے اس عمل پر ہر قانون کو غیر مؤثر بنادیں۔

⑥ کیا زنا بالجبر کا مجرم صرف مرد ہی ہوسکتا ہے۔ عورت اگر اس جرم کی مرتکب ہو تو کیا اسے حق حاصل ہے کہ اسے اس کام کی کھلی چھٹی دے دی جائے!!

یہ ہیں وہ بنیادی انسانی حقوق جو سابقہ قانون میں مہیا کئے گئے تھے اور حدود آرڈیننس نے جنہیں غیر قانونی قرار دے کر انہیں سزا کا مستوجب قرار دیا ہے۔ مغربی تہذیب میں واقعی یہ تمام اعمال بنیادی انسانی حقوق میں شامل تصور کئے جاتے ہیں اور رضا مندی سے شادی شدہ عورتوں کا ارتکابِ زنا اور کنواری لڑکیوں کا بوائے فرینڈز سے جنسی اختلاط ان کا حق سمجھا جاتا ہے لیکن ایک اسلامی معاشرہ اپنے شہریوں کو مذکورہ بالا حقوق عطا کرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ اصل میں یہی تفاوت ہے جس نے اہل مغرب اور ان کی پروردہ این جی اوز کو پریشان کر رکھا ہے اور دنیا بھر میں حدود قوانین کے خلاف واویلا کیا جارہا ہے۔ اس واویلے کا اصل مقصد بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ نہیں ہے بلکہ اسلامی معاشرے اور اسلامی اقدار کے استحکام کو روبہ تنزل کرنا ہے۔ حالانکہ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے انسانی حقوق کے تحفظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے ایک فیصلے میں حسبِ ذیل رائے دی تھی:

www.KitaboSunnat.com

''اسلام نے زنا کے جرم کو جتنا سنگین قرار دیا ہے اور اس کے لئے بطورِ حد جس قدر سنگین سزا مقرر کی ہے، اتنی ہی کڑی شرائط اس کے ثبوت کے لئے بھی رکھی ہیں۔ چنانچہ حد کے سلسلے میں اس کی گواہی کا معیار عام گواہیوں سے دوگنا ہے اور اگر اس کے الزام کو ثابت نہ کیا جاسکے تو الزام لگانے والے کو قذف کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ شہادت کا یہ غیر معمولی معیار حد سے متعلق ہے لیکن تعزیر میں بھی اسلامی احکام کی اس روح کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ کسی شخص پر زنا کو اس وقت تک ثابت نہ مانا جائے جب تک عدالت مضبوط دلائل کی روشنی میں اس کے ارتکاب پر پوری طرح مطمئن نہ ہوجائے۔''

(پی ایل ڈی ۱۹۸۲ء ایف ایس سی صفحہ ۸۷)

یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا بھی مفید ہوگا کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا یہ واویلا دراصل پاکستان کی ان این جی اوز کی رپورٹوں کی بازگشت ہے جسے وہ بڑے تواتر سے عالمی اداروں کو بھیجتے رہتے ہیں اور ان میں پاکستان کے فرضی اعداد وشمار پیش کرکے واقعاتی صورتحال کو بلاوجہ سنگین بنا کر پیش کی جاتا ہے۔ ان لادین این جی اوز میں قادیانی اور عیسائی بکثرت مصروفِ کار ہیں جو وسیع سہولیات اور بڑی تنخواہیں حاصل کرکے ملک کے خلاف یہ پروپیگنڈہ بڑے شدومد سے کررہے ہیں۔ محدث کے ان صفحات میں اس سے قبل پاکستان کے خوساختہ انسانی حقوق کمیشن جو عاصمہ جہانگیر کے تحت مصروفِ کار ہے، کی رپورٹوں اور اقوام متحدہ وامریکی محکمہ خارجہ کی رپورٹوں میں حیران کن مماثلت کی باقاعدہ تقابل کے بعد نشاندہی کی جاچکی ہے۔ باخبر حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں۔ (اگست ۱۹۹۹ئ)

علاوہ ازیں حدود آرڈیننس کے خلاف حکومت کے زیرنگرانی اس تحریک کا اہم مقصد اس لادین ثقافت کے لئے راستہ ہموار کرنا ہے جس کی طرف یورپی ممالک عرصہ دراز سے مسلم ممالک کو لانے کا منظم منصوبہ بنائے ہوئے ہیں۔ اس لادین ثقافت کو مسلم ممالک پر لاگو کرنے کے لئے پہلے قاہرہ کانفرنس، بعدازاں بیجنگ پلس فائیو کانفرنس میں دنیا بھر کو انتہائی شرمناک ایجنڈا دیا گیا ہے، اس کے اباحیت پسند نکات کی نشاندہی اس سے قبل محدث کے صفحات (جولائی ۲۰۰۰) میں بارہا کی جاچکی ہے۔ واضح رہے کہ پاکستان بھی ان ممالک میں شامل ہے جنہوں نے اس ایجنڈے کو ملک میں لاگو کرنے پر دستخط کررکھے ہیں، اور یہ حدود قوانین

www.KitaboSunnat.com

دراصل اس ایجنڈے کی راہ میں رکاوٹ ہیں، جس کیلئے یہ تمام بھاگ دوڑ اور کشمکش جاری ہے۔

آج کل امریکہ کے زیر اثر اعلیٰ حکومتی حلقے اس امر کا تاثر دے رہے ہیں کہ وزارتِ قانون میں حدود آرڈیننس میں ترمیم کے لئے تیزی سے کام ہورہا ہے، پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹرین کی طرف سے بھی عورتوں کے حقوق کا ایک بل قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ پاکستان کی منتخب اسمبلی بھی کسی ایسے قانون میں ترمیم یا اس کی تنسیخ کا اختیار رکھتی ہے جسے قرآن وسنت کے واضح احکامات کی روشنی میں تشکیل دیا گیا ہو۔ اور کیا اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین کسی فردِ واحد، آمر یا جماعت کو اس بات کا اختیار تفویض کرتا ہے کہ وہ کسی رائج قانون کے کسی ایسے حصے کو جو صریحاً قرآن وسنت کے تقاضوں اور تصریحات کے عین مطابق بنایا گیا ہو، اسے کالعدم یا غیر مؤثر قرار دے دے۔ یہ وہ سوالات ہیں جو براہِ راست ملتِ اسلامیہ پر قرض ہیں۔ عصر حاضر ملتِ اسلامیہ سے ان سوالات کے مؤثر اور واضح جواب کا متقاضی ہے!! (ڈاکٹر ظفر علی راجا، ایڈووکیٹ)

www.KitaboSunnat.com

حالاتِ حاضرہ

جناب محمد اسمٰعیل قریشی
سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

انسانی حقوق اور قانونِ توہین رسالت!

جب سے امریکہ میں نئی قدامت پرست عیسائی حکومت (Neo-Con) برسر اقتدار آئی ہے صدر امریکہ جارج ڈبلیو بش نے اپنی حکومت کو ساری دنیا کے حقوق انسانی کا علم بردار اور نگران (Watch Dog) ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سب سے پہلے ہم اس امر کا جائزہ لیں گے کہ حقوقِ انسانی کا سب سے بڑا علمبردار کون ہے؟

سال ۱۹۴۸ء میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے عالمی حقوق انسانی کا اعلان کیا جن کے چند متعلقہ آرٹیکل یہ ہیں کہ "ہر انسان آزاد پیدا ہوا ہے، ہر شخص کو آزادی اور تحفظِ جان ومال کا حق حاصل ہو گا، ہر انسان کو بلا امتیازِ رنگ ونسل اور قوم یکساں حقوق حاصل ہوں گے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہو گا کہ وہ کسی انسان کے ساتھ ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک کرے۔"

تاریخ کی کسی جرح سے نہ ٹوٹنے والی یہ شہادت موجود ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے آج سے چودہ سال قبل پیغمبر اسلامؐ نے فرمانِ الٰہی کی تعمیل میں انسان کو انسان کی اور ہر طرح کی غلامی سے آزاد کر دیا۔ اسے تحفظِ جان ومال کی ضمانت عطا کی اور اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے الوداعی خطاب میں آزادی اور حقوقِ انسانی کا وہ ہمہ گیر چارٹر کرۂ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کو عطا فرمایا جس کے سامنے انگلستان کا میگنا کارٹا، فرانس کا معاہدۂ عمرانی، امریکہ کا بل آف رائٹس (Bill of Rights) اور یو این او کا موجودہ عالمی حقوقِ انسانی کا منشور سب نقشِ ناتمام نظر آتے ہیں جس کا دیگر مذاہبِ عالم کے اکابرین نے برملا اعتراف کیا ہے۔ اس تاریخی حقیقت سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مشرق ہو یا یورپ، جب کبھی اور جہاں کہیں بھی مسلمانوں نے حکمرانی کی ہے، اسلام کے اس ہمہ گیر حقوق انسانی کے چارٹر کی مکمل پاسداری نہ صرف سٹیٹ پالیسی کے طور پر، بلکہ اسے اپنے دین وایمان کا بنیادی عقیدہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتے ہوئے کی ہے۔

اسلام کے عالمی منشور کی بات تو بہت اونچی ہے۔ یورپ اور خاص طور پر امریکہ کے ان نام نہاد علم برداروں نے حقوقِ انسانی کو جس طرح پامال کیا ہے، اس کی مثال بھی تاریخ کے کسی دور میں چنگیز خان کی ہلاکت آفرینیوں اور اسپین کی رسوائے زمانہ کلیسائی عدالتوں کی مسلمانوں اور یہودیوں کے ساتھ خون آشام کارروائیوں کے علاوہ اور کہیں نظر نہیں آتی۔ امریکہ نے گوانتاناموبے کے بے گناہ زندانیوں کو جس طرح قید و بند کی بھیانک صعوبتیں دی ہیں اور انہیں کسی عدالت کے سامنے اپنی شکایتیں تک پہنچانے کا حق بھی دینے سے انکار کردیا۔ اس طرح اس نے انسانی حقوق و انصاف کے پرخچے اُڑا دیئے ہیں۔ یہ سلسلۂ دراز یہیں تک ختم نہیں ہوا، عراق کے جیتے جاگتے شہروں کو بے لگام نیو کلیئر طاقت کے زور پر کھنڈروں کے قبرستان میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ وہاں کے ابوغریب جیل میں بچے، بوڑھے، جوان اور دوشیزاؤں کے ساتھ جس طرح بہیمانہ، شرمناک اور لرزہ خیز جرائم کا ارتکاب کیا ہے اور ان پر خونخوار درندوں کو چھوڑ دیا جاتا رہا ہے، اس پر انسانیت ہمیشہ ماتم کناں رہے گی!!

'نیو کون' امریکہ کو اس کی پروا نہیں کہ وہ حقوقِ انسانی کی عالمی عدالت کا اشتہاری ملزم ہے۔ سب سے زیادہ ڈھٹائی کی اور حیران کن بات یہ ہے کہ حقوقِ انسان کی اس کھلی توہین کے باوجود اسی امریکہ کے جمہوریت نواز ہیومن رائٹس بیورو نے بین الاقوامی مذہبی آزادی کے نام سے سالِ گذشتہ کے آخر میں ایک رپورٹ شائع کی ہے جو سال ۲۰۰۴ء میں منظر عام پر آئی ہے۔ اس رپورٹ میں مسلمان ملکوں کی اچھی طرح خبر لی گئی ہے اور خاص طور پر پاکستان میں مذہب کی بنیاد پر حقوقِ انسانی کی خلاف ورزیوں پر انتہائی تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان میں نمایاں طور پر قانونِ توہین رسالتؐ، حدود آرڈیننس اور خواتین کے خلاف قوانین کو ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے۔ غالبؔ نے غالباً اسی موقع کے لئے کہا تھا: ''خامہ انگشت بدنداں ہے، اسے کیا لکھئے؟'' اس رپورٹ میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ اقلیت اور خواتین کے وہ کون سے حقوق ہیں جو ان قوانین کی وجہ سے پامال ہو رہے ہیں۔ پاکستان کی کس اقلیت کو قانونِ توہین رسالت یا حدود آرڈیننس کے ذریعہ اس کے مذہب میں دخل اندازی کی گئی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

☆ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ رپورٹ کے فاضل مصنّفین کو خود اپنے ملک یا برطانیہ اور یورپ کے دیگر ملکوں کے قانونِ توہین مذہب اور وہاں کی اعلیٰ ترین عدالتوں کے فیصلوں کا علم نہیں۔ امریکہ جو ایک سیکولر ریاست ہے وہاں 'بلاس فیمی لائ' (Blasphemy Law) یعنی توہین مسیحؑ کا قانون موجود ہے۔ وہاں کی سپریم کورٹ نے واضح طور پر مشہور موکس کیس (Mockus Case) کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ امریکہ کے صدر مملکت، اس کی کانگریس کے اراکین، عدلیہ اور انتظامیہ سب بائبل مقدس پر اپنے عہدوں کا حلف لیتے ہیں۔ وہاں کی ریاستوں کی آبادی اسلام یا بدھ مت کی مذہبی اقلیت کی نہیں بلکہ عیسائی مذہب کی پیرو کار ہے۔ مسیحیت کی وجہ سے ریاست کی اجتماعی قوت برقرار ہے، ان حالات میں کسی کو خدائے مسیحیت (اصل الفاظ: God of Christcan religion ie Jesuschrist) جناب مسیحؑ کی شان میں گستاخی کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس کی وجہ سے مملکت کی بنیادوں میں رخنہ اندازی ہو سکتی ہے، اس لئے بلاس فیمی لاء کسی صورت میں بنیادی حقوقِ انسانی کے ہر گز خلاف نہیں۔

☆ برطانیہ میں قانونِ توہین مسیحؑ وہاں کا کامن لاء (Common Law) ہے جس کے لئے پہلے سزائے موت تھی اور اس جرم پر عربوں کو آگ میں زندہ جلادیا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ اب وہاں سزائے موت کا قانون موقوف ہے، اس لئے بلاس فیمی کے سنگین جرم کی انتہائی سزا سزائے عمر قید کردی گئی ہے۔ انگلستان میں راقم الحروف کے قیام کے دوران (۱۹۸۶ء) لندن کے ایک میگزین 'گے نیوز' کے ایڈیٹر کو توہین مسیحؑ کے جرم میں سزا دی گئی تھی۔ ایڈیٹر نے اپنی صفائی میں یہ دلیل دی تھی کہ اس کی نیت کبھی بھی توہین مسیحؑ کی نہیں تھی اور نہ ہو سکتی تھی بلکہ اس میگزین میں شائع شدہ نظم صرف تفریحِ طبع کے لئے لکھی گئی تھی۔ عدالت کے فیصلہ میں کہا گیا کہ بلاس فیمی میں نیت اور ارادے کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کیا ان الفاظ سے توہین مسیحؑ کے جرم کا اظہار ہوا ہے؟ جیوری کی رائے کہ ان الفاظ سے توہین مسیح ظاہر ہوئی ہے، اس لئے اسے یہ سزا دی گئی ہے، اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی گئی جو خارج کردی گئی۔ پھر اس کے خلاف انگلستان کی سب سے بڑی عدالت کوئینز بنچ (Quens Bench) میں یہ مقدمہ گیا جہاں بھی سال ۱۹۹۰ء میں ابتدائی عدالت کا فیصلہ برقرار رہا۔

www.KitaboSunnat.com

☆ برطانیہ میں دیگر مقدمات کے فیصلوں کے ایک اور مقدمہ میں یہ بھی فیصلہ دیا گیا ہے کہ توہین مسیح کے علاوہ کسی اور مذہب (مثلاً اسلام) کے رہنما اور پیغمبر کی گستاخی کو 'بلاس فیمی' تصور نہیں کیا جائے گا۔ امریکہ اور برطانیہ کی ریاستوں میں مسلمان اور دیگر مذاہب کے پیروکار وہاں کے شہری ہیں لیکن بلاس فیمی کی موجودگی سے وہاں کی اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ پھر کیا صرف اسلامی مملکت پاکستان جہاں کا سپریم لاء قرآن اور سنت ہے، اس کے لئے ہی یہ امر لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہاں نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی پر کوئی سزا نہ دی جاسکے)، جبکہ پاکستان کے اس قانون میں نہ صرف نبی کریم کی توہین بلکہ دیگر انبیا کرام کی توہین پر بھی سنگین سزا قرار دی گئی ہے۔

راقم الحروف کے مقدمہ 'محمد اسمٰعیل قریشی بنام حکومتِ پاکستان' کی سماعت کے دوران تمام مکاتبِ فکر کے علما کے متفقہ بیان کے بعد بلاس فیمی لاء قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت کے عین مطابق ہے۔ یہ فیصلہ فیڈرل شریعت کورٹ پاکستان نے سال ۱۹۹۰ء میں صادر کیا ہے۔ اس کی اپیل بھی سپریم کورٹ سے خارج کردی گئی ہے۔ اور یہ قانون اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ نے بھی منظور کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد امریکہ کے کسی ڈیپارٹمنٹ کو یہ اجازت کیسے دی جاسکتی ہے کہ وہ یہاں پر لاگو قانونِ توہین رسالت اور اس کے بارے ملک کی اعلیٰ ترین عدالتوں کے فیصلہ پر نکتہ چینی کرے اور انہیں ہیومن رائٹس کے خلاف قرار دے۔ جبکہ بلاس فیمی لاء خود امریکہ کے اندر نیز برطانیہ اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں موجود ہے۔ ایسی رپورٹ کی وجہ سے یہاں کی نوے فیصد اکثریت کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ پاکستان کے عوام امریکہ کے شہریوں کے جذباتِ حریت اور احترامِ انسانیت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، لیکن ان شہریوں کو امریکہ کے مسلمانوں پر صریح ظلم کا بھی نوٹس لینا چاہئے۔ اسی طرح موجودہ برسراقتدار حکومت کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ ایسی کارروائیوں سے اپنے خلاف نفرت کو انگیز کرے۔ (اس موضوع پر محدث کے درج ذیل تحقیقی مضامین کا مطالعہ مفید ہوگا۔ ادارہ)

'قانونِ توہین رسالت پر اقلیتوں کے اعتراضات' از محمد عطاء اللہ صدیقی محدث جولائی ۱۹۹۸ء
'قانون توہین رسالت میں تبدیلی کے مضمرات اور محرکات' از محمد عطاء اللہ صدیقی محدث اگست ۲۰۰۰ء
'توہین رسالت، انسانی حقوق اور امریکی مداخلت' ایضاً روزنامہ جنگ (۶ تا ۱۰/ اگست ۹۷ء) ۴/ اقساط

www.KitaboSunnat.com

سیرتِ طیبہؐ

ڈاکٹر صہیب حسن، لندن

دورِ حاضر میں اُمتِ مسلمہ کے مسائل اور حیاتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں اُن کے حل

آج سے ایک سو سال قبل اُمتِ مسلمہ نوآبادیاتی نظام میں جکڑی، بے بسی اور بیچارگی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آج ۵۷ آزاد ممالک کی شکل میں قوت، عددی اکثریت اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود ذلت، عاجزی اور درماندگی میں اسی مقام پر کھڑی ہوئی ہے، جہاں سو سال قبل تھی۔ سقوطِ بیت المقدس (۱۹۶۷ئ) سے شروع ہو کر کابل اور بغداد پر دشمنانِ اسلام کی یلغار مسلمانوں کے لئے ایک تازیانہ ہے۔ آیئے ان اسباب کا جائزہ لیا جائے جو اس ناگفتہ بہ حالت تک پہنچنے کا باعث بنے اور پھر اس رستے کی نشاندہی کی جائے جو اندھیروں کی ان تاریک گلیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ ہماری بات قرآنِ مجید، سیرتِ مطہرہ اور اقوالِ نبی ﷺ تک محدود رہے گی کہ بروایت حضرت عائشہ ؓ نبی ﷺ کا اخلاق و کردار دیکھنا ہو تو قرآن کا مطالعہ کرلو۔[1] خود نبی ﷺ نے وحی الٰہی سے رہنمائی حاصل کی اور پھر قیامت تک کے لئے اُمت کے لئے اُسوۂ حسنہ قرار دیئے گئے:

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوْا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الآخِرِ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا} (سورۂ احزاب:۲۱)

''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔''

زوالِ اُمت کے اسباب

اُمت کے اسبابِ زوال پر نظر ڈالئے تو ان چند حقائق سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی:

1. سنتِ الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت، نبی ﷺ کے فرامین سے روگردانی اور

☆صدر القرآن سوسائٹی لندن؛ سیکرٹری اسلامی شریعت کونسل برطانیہ اور رکن سپریم کونسل اسلامک ویلفیئر ٹرسٹ

www.KitaboSunnat.com

گناہوں کی کثرت مصائب کے نزول کا باعث بنتی ہے۔

جنگِ اُحد میں نبی ﷺ بنفس نفیس موجود ہیں، لیکن اس کے باوجود جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ وہ اس لئے کہ نبی ﷺ کے ایک حکم کی مخالفت ہوئی۔ آپ ﷺ نے پہاڑ کے عقب میں ایک گھاٹی پر تیس کے قریب تیر انداز مقرر کئے تھے اور ہدایت کی تھی کہ میدانِ جنگ کا نقشہ کچھ بھی ہو، ہمارے اُوپر جیسے بھی حالات آئیں، تم نے کسی حالت میں اِس گھاٹی سے ہٹنا نہیں ہے۔ جنگ کے آغاز میں جب مسلمانوں کا پلہ بھاری دکھائی دیا تو انہی تیر اندازوں میں سے چند حضرات نے اپنے امیر عبداللہ بن جبیر سے مطالبہ کیا کہ انہیں بھی میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت دی جائے تاکہ بھگوڑے کفار کا مال غنیمت ہاتھ میں آئے۔ امیر نے حکم نبویؐ یاد دلایا، لیکن ان جنگجوؤں کی اکثریت پر 'حبِ عاجلہ' غالب رہی۔ جونہی انہوں نے گھاٹی کو چھوڑا، کفار کی طرف سے خالد بن ولید نے اچانک حملہ کردیا۔ بچے کھچے تیر اندازوں کو بآسانی مغلوب کرلیا اور اس طرح آنحضور ﷺ پر عقب سے حملہ کرکے مسلمانوں کی جیتی ہوئی بازی کو شکست میں تبدیل کردیا۔

مسلمان حیران و سراسیمہ ہیں کہ یہ کیسے ہو گیا! جواباً وحی الٰہی میں انہیں یاد دلایا جارہا ہے:

{وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّوْنَ، مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ، وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ}

(آلِ عمران:۱۵۲)

"اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنے وعدہ سچا کر دکھایا، جبکہ تم اس کے حکم سے انہیں کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے پست ہمتی اختیار کی اور کام میں جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی، اس کے بعد کہ اس نے تمہاری چاہت کی چیز تمہیں دکھادی۔ تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض کا ارادہ آخرت کا تھا اور پھر اس نے تمہیں ان سے پھیر دیا تاکہ تم کو آزمائے اور یقیناً اس نے تمہاری لغزش سے درگزر فرمایا اور ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔"

اور پھر فرمایا: {أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيْبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنّٰى هٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ} (آل عمران:۱۶۵)

"(کیا بات ہے) کہ جب تمہیں ایک ایسی تکلیف پہنچی کہ تم اس جیسی دوچند پہنچا چکے تو یہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آ گئی؟ آپ کہہ دیجئے کہ یہ خود تمہاری طرف سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اسی سنتِ الٰہی کو سورۂ شوریٰ میں ان الفاظ میں بتایا:

{وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيرٍ} (الشوریٰ:۳۰)

''تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرما دیتا ہے۔''

❷ اس بات کا خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں ہے کہ جس کی پاسداری کرنا اس کے لئے ضروری ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے بندوں سے ایسا کوئی غیر مشروط وعدہ کیا ہے جس کی بنا پر ہر حالت میں اللہ پر اُن کی مدد لازم ہو۔ جو بھی وعدہ ہے وہ مشروط ہے: {إِنْ تَنْصُرُوْا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ} (سورۂ محمد:۷)

''اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔''

{وَلاَ تَهِنُوْا وَلاَ تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ} (آل عمران:۱۳۹)

''تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایماندار ہو۔''

اور جس آیت سے ایسی مدد کا لازمی آنا سمجھا جاسکتا ہے، وہ بھی ایمان سے مشروط ہے۔

{وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ} (الروم:۴۷)

''ہم پر مؤمنوں کی مدد کرنا لازم ہے۔''

بلکہ اس بات کو واضح کردیا کہ ظلم و سرکشی کی بنا پر جو عتاب و عقاب نازل ہوتا ہے تو پھر وہ بلاے عام بن جاتا ہے: {وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لاَّ تُصِيبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً}

''اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص کر انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں۔'' (الانفال:۲۵)

حوادثِ زمانہ کے وقت یہ سنتِ الٰہی بھی پیش نظر رہے جو اکثر لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل رہتی ہے۔

{أَوَلاَ يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لاَ يَتُوْبُوْنَ وَلاَ هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ} (التوبہ:۱۲۶) ''اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال ایک بار یا دوبار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں۔ پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

گویا اللہ تعالیٰ آزمائشوں کے ذریعہ توبہ اور نصیحت و عبرت حاصل کرنے کا موقع عطا کرتے رہتے ہیں، لیکن پھر بھی اگر اصلاحِ احوال کی کوشش نہ کی جائے، بگاڑ کو سدھارا نہ جائے، غلط کار لوگوں کے ہاتھوں کو پکڑا نہ جائے تو پھر بدبختی کا شکوہ کرتے رہنا بجا نہ ہوگا۔

احادیث نبویہؐ کی روشنی میں اسبابِ زوالِ اُمت: اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے اور بدکاروں کا ہاتھ پکڑنے کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ یہ تمثیل بیان کرتے ہیں۔ نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والوں اور اس میں لاپرواہی برتنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگوں نے سمندری جہاز میں جگہ حاصل کرنے پر قرعہ اندازی کی، کچھ لوگوں کو اُوپر کی منزل (یعنی عرشہ پر) اور کچھ لوگوں کو نچلے حصہ میں جگہ ملی۔ نچلی منزل والے لوگ جب پانی بھرنے کے خواہشمند ہوتے تو اوپر والوں پر سے گزرتے۔ اس پر عرشے والے کہتے ہیں: ہم تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ تم ہمیں برابر تکلیف پہنچاتے رہو، اس پر نچلی منزل والوں نے کہا: کیوں نہ ہم اپنے حصہ میں سوراخ کرلیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں۔ اگر (کشتی کے مسافرین) انہیں اپنے ارادے پر عمل کرنے دیں تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے، لیکن اگر سب ان کا ہاتھ پکڑ لیں تو سب کے سب نجات پائیں گے۔''[۲]

❸ اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا ایک نقشہ اس حدیث میں کھینچا گیا ہے جس کے راوی ثوبان ہیں اور جس کے آخر میں وہ سبب بھی بتلا دیا گیا ہے جو اس ذلت و رسوائی کا باعث بنا ہے، آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عنقریب ایک وقت آئے گا جب دوسری قومیں اکٹھی ہو کر تم پر ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کسی نے پوچھا: کیا ہم اس وقت قلیل تعداد میں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں تمہاری تعداد تو بہت زیادہ ہوگی لیکن تم سیلاب کے اوپر بہنے والے خس وخاشاک کی مانند ہوگے، اللہ تمہارے دشمن کے سینے سے تمہارا رُعب چھین لے گا اور تمہارے دلوں میں 'وہن' ڈال دے گا۔ پوچھا گیا: اللہ کے رسولؐ یہ 'وہن' کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت (یعنی شہادت) سے نفرت''[۳]

❹ اگر ایک طرف حدیث ثوبانؓ میں اس اُمت کی حالت ضعف کی تصویر کھینچی گئی ہے تو یہی ثوبانؓ اس حدیث کے بھی راوی ہیں جس میں اس اُمت کے عزوافتخار کو بیان کیا گیا ہے،

www.KitaboSunnat.com

لیکن آخر میں ایک ایسی حقیقت بھی بیان کر دی گئی ہے جو اب ایک امر واقعہ بن چکی ہے۔ اس حدیث کے معانی کو ذہن نشین کرنے کے لئے ہم اسے سولہ جملوں کی تقطیع کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

① اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا، یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔

② میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کا علاقہ مجھے سمٹ سمٹا کر دکھایا گیا ہے۔

③ اور مجھے دو خزانے دیئے گئے ہیں سرخ و سپید۔

④ اور میں نے اپنی امت کی خیر خواہی کے لئے اپنے ربّ سے مانگا کہ اس امت کو کسی عمومی قحط سے تباہ نہ کیا جائے۔

⑤ اور ان پر انہی کے سوا باہر سے ایسا دشمن مسلط نہ کیا جائے جو انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔

⑥ اور میرے ربّ نے کہا: اے محمدؐ! میں جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہوں تو اسے پلٹا نہیں جا سکتا۔

⑦ میں نے تمہاری یہ بات مان لی کہ میں تیری امت کو ایک عمومی قحط سے ہلاک نہ کروں گا۔

⑧ اور یہ کہ میں ان کے سوا (باہر سے) ایسا دشمن ان پر مسلط نہیں کروں گا جو انہیں جڑ سے اُکھاڑ پھینکے، چاہے دنیا کے تمام لوگ ہی ان کے خلاف نہ اُٹھ کھڑے ہوں!!

⑨ البتہ یہ ہو گا کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور ایک دوسرے کو قیدی بنائیں گے۔ [۴]

⑩ اور میں اپنی اُمت پر گمراہ قسم کے اماموں سے خائف ہوں۔

⑪ اور ایک دفعہ اگر ان پر تلوار چل پڑی تو قیامت تک رفع نہ ہو گی۔

⑫ اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ میری اُمت کا ایک گروہ مشرکین سے نہ مل جائے گا۔

⑬ اور یہاں تک کہ میری امت کے کچھ گروہ بتوں کی پوجا شروع کر دیں گے۔

⑭ اور یہ کہ میری اُمت میں تیس جھوٹے ہوں گے جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ میں

www.KitaboSunnat.com

نبی ہوں۔

⑮ اور میں آخری نبی ہوں، میرے بعد اور کوئی نبی نہیں۔

⑯ اور میری اُمت میں ایک گروہ ہمیشہ رہے گا جو حق پر قائم رہے گا، نصرت اس کے شامل حال ہو گی، انہیں چھوڑ کے بھاگ جانے والے یا ان کی مخالفت کرنے والے، انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا آخری فیصلہ آجائے گا۔ ⑤

آنحضور ﷺ کی وفات تک صرف جزیرۂ عرب حلقہ بگوشِ اسلام ہوا تھا اور پھر چودہ صدیوں میں اسلام دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گیا اور چونکہ اسلام کا عروج جاری ہے، اس لئے وہ وہاں وہاں تک پہنچے گا، جہاں ابھی نہیں پہنچا ہے۔

سرخ و سپید خزانے، رومی اور فارسی حکومتوں کا مسلمانوں کی قلمرو میں داخل ہونے کا اشارہ تھا جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پورا ہو گیا اور پھر یہ امت صدہا حوادث کے بعد بھی اسی طرح قائم و دائم ہے، قومِ نوح یا عاد و ثمود کی طرح صفحۂ ہستی سے ناپید نہیں ہوئی اور نہ ہی ماضی کے تاتار، منگول اور صلیبی اپنی تمام تر کوششوں کے بعد اسے ملیامیٹ کر سکے اور نہ ہی حال کے چنگیز اور ہلاکو ان شاء اللہ اس اُمت کا کچھ بگاڑ سکیں گے۔

البتہ ہسپانیہ میں مسلم حکومت کا خاتمہ، دولتِ عثمانیہ کا زوال، عصر حاضر میں صورت حال فلسطین، ایران عراق جنگ اور پھر عراق کی کویت پر یلغار آپس کی خانہ جنگیوں، ناتدبیریوں اور ناعاقبت اندیشیوں کا شاخسانہ ہے جو اہلِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔

اس حدیث میں بیان کردہ اکثر پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور باقی پوری ہو کر رہیں گی۔

⑤ حدیث ثوبانؓ سے ایک دم اور آگے چلیں تو سورۂ نور میں اس اُمت کے لئے استخلاف فی الارض، تمکین دین اور حالتِ امن کی جو بشارت دی گئی ہے، وہ اسی آیت کے آخر میں دی گئی شرط کے متحقق ہونے پر ماضی میں بھی پوری ہوتی رہی ہے اور مستقبل کے لئے بھی نوید جانفزا کی حیثیت رکھتی ہے:

{وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا، يَعْبُدُوْنَنِيْ لاَ يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ

www.KitaboSunnat.com

الْفَاسِقُوْنَ} (نور:۵۵)

''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں، اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جما دے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے، اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔''

اس آیت میں عظیم معانی پنہاں ہیں جو عصر حاضر کی تحریکات کے لئے نقشِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن سے صرفِ نظر کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی مدد کو اپنے سے دور کرنا ہے۔

زمین میں خلافت ..... اللہ کا انعام ہے نہ کہ اصل غایت!

❶ استخلاف في الأرض اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو آیت میں دی گئی شروط کے متحقق ہونے پر لازماً واقع ہو گا، لیکن یہ غایت یا مقصد نہیں ہے۔ انسانیت کی غایت وہی ہے جو اس آیت کے آخر میں بتائی گئی ہے اور جسے واضح طور پر اس آیتِ کریمہ میں بتایا گیا ہے:

{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ، مَا أُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا أُرِيْدُ أَنْ يُّطْعِمُوْنِ، إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوْ الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ} (الذاریات:۵۶ تا ۵۸)

''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں، نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں، نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں، توانائی والا، زور آور ہے۔''

اس وعدۂ الٰہی کے سب سے پہلے مصداق اللہ کے رسول ﷺ تھے، کہاں مکہ کی سرزمین پر تن تنہا توحیدِ الٰہی کا نعرہ لگانے والا آمنہ کے لالؐ، جس کے خون کے درپے تمام کفارِ مکہ تھے اور کہاں وہ عظمت و سطوت کہ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں تو سارے جزیرۂ عرب پر ان کا جھنڈا سربلند تھا۔ دینِ اسلام گھر گھر داخل ہو چکا تھا اور سرزمین عرب امن کا گہوارہ بن چکی تھی۔

اس کے دوسرے مصداق صحابہؓ کی وہ صادق جماعت تھی جنہوں نے خلفاءِ راشدین کی سرپرستی میں دعوتِ حق کو مشرق و مغرب تک پھیلا دیا اور اپنے وقت کی دو عظیم سلطنتوں یعنی روم و فارس کو شکست سے دوچار کیا اور تثلیث مجوسیت کے ویرانوں کو توحید کے خزانے سے مالا مال

www.KitaboSunnat.com

کر دیا۔

یہ اس لئے ممکن ہوسکا کہ یہ جماعتِ حقہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو پھیلانے کے لئے اور شرک کے قلعوں کو مسمار کرنے کے لئے اٹھی تھی۔ ان کے عزمِ صادق، جذبہ وحدانیت اور بندگی ربّ کے سامنے شرک کے آہنی قلعے ریت کی دیوار ثابت ہوئے۔ اور پھر چشم فلک نے بار بار یہ نظارہ دیکھا کہ جب بھی مسلمان خالص اللہ کے بھروسہ پر اعداءِ اسلام کے سامنے کھڑے ہوئے فتح و نصرت ان کی قدم بوسی کرتی رہی۔ اور اس کے شاہد ہیں صلاح الدین ایوبی بمقابلہ صلیبی (معرکہ حطین ۱۱۸۷ئ)، محمد الفاتح بمقابلہ بازنطینی سلطنت (فتح قسطنطنیہ ۱۴۵۱ئ)، احمد شاہ ابدالی بمقابلہ مرہٹے (معرکہ پانی پت ۱۷۶۱ئ) اور بے شمار دوسرے معرکے جو کفر پر حق کی بالادستی قائم کرتے رہے۔

❷ خلافتِ الٰہی کا نفاذ اسلام کے مجموعی نظام کا ایک حصہ تھا نہ کہ غایت، لیکن عصر حاضر کی جن جن تحریکوں نے اسے غایت کے طور پر اپنایا، انہیں کہیں نہ کہیں شرکیات سے صرفِ نظر کرنے یا اس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ نتیجۃً ع نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم!

ہمارا مدعا واضح ہے کہ غایت کو غایت رکھا جائے اور وعدے کو وعدہ!!

ایک طالبِ علم کا کام ہے کہ وہ خوب محنت سے پڑھائی کرے، کتابوں کو حرزِ جان بنائے تاکہ امتحان میں پاس ہو، استاد نے اوّل آنے والے کے لئے انعام کا وعدہ کیا ہے، وہ اسے مل کر رہے گا۔ اگر اس نے اس کا استحقاق پیدا کرلیا، لیکن یہ کہ طالب علم نہ پڑھائی کرتا ہے اور نہ ہی امتحان میں پاس ہونے کی تگ و دو، بلکہ اس فکر میں رہتا ہے کہ انعام کو کسی طرح استاد کے ہاتھ سے اُچک لوں، تو شائد دنیا کی حد تک کوئی طالب علم ایسا کر بھی گزر سکتا ہے، گو نیک کام نہیں کہلائے گا، لیکن ربّ العزت کے ہاتھ سے اس انعام کو اچکنے کی طاقت کسی کے ہاتھ میں نہ تھی اور نہ ہو گی۔

غرض وحدانیتِ باری تعالیٰ اور عبودیتِ حقہ کے ساتھ جب بھی اللہ کی راہ میں جہاد کیا جائے گا تو موانع کی عدم موجودگی میں یقیناً وعدۂ الٰہی پورا ہو گا۔ ان موانع کا تذکرہ بعد میں آرہا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک روشن مثال دو سو سال قبل شروع ہونے والی شیخ محمد بن عبدالوہاب (ف ۱۷۹۲ئ/۱۲۰۶ھ) کی اصلاحی اور تجدیدی تحریک ہے جو خالص توحیدِ الٰہی کا

www.KitaboSunnat.com

بول بالا کرنے اور شرکیات کی بیخ کنی کے لئے شروع کی گئی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس تحریک کو وہ نصرت اور کامیابی عطا کی کہ دو سو سال گزرنے کے باوجود اس تحریک کے بابرکت اثرات سعودی عرب میں دیکھے جاسکتے ہیں جن میں امن وامان کا قیام اور تمکین دین (یعنی شریعت کا نفاذ) سرفہرست ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ انعام اس وقت تک جاری رہے گا جب تک توحید باری تعالیٰ اور دینِ خالص کی پاسداری جاری رہے گی۔ آیت استخلاف کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کی یہ بشارت بروایتِ اُبی بن کعب ؓ بھی ملاحظہ رہے:

«بشر هذه الأمة بالسناء والرفعة والدين والنصر والتمكين في الأرض فمن عمل منهم عمل الآخرة للدنيا لم يكن له في الآخرة نصيب»

''اس اُمت کو رفعت و عالی مراتب کی، دین اور فتح و نصرت کی اور زمین میں متمکن ہونے کی بشارت دے دو، لیکن ان میں سے جو شخص آخرت کا عمل دنیا کی خاطر کرے گا تو آخرت میں کوئی حصہ نہ پاسکے گا۔''[6]

خلافت فی الارض کا جواز اور سیرتِ طیبہ ﷺ

ان تمہیدی گذارشات کے بعد آیئے ان عوامل کا جائزہ لیا جائے جو عہد رسول ﷺ میں بھی مسلمانوں کے لئے باعثِ فتح و کامرانی اور تمکین في الأرض ہوئے تھے اور بعد کے ادوار میں بھی ان کے لئے سرمایۂ افتخار رہے اور جن کی پابندی آج بھی اُمتِ مسلمہ کے لئے باعث نجات ہوسکتی ہے۔ اختصار کے ساتھ یہ چار عوامل ہیں:

❁ ایمان بحیثیتِ بنیاد ❁ فراہمی قوت ❁ صفوں کی شیرازہ بندی ❁ اور جہاد

- ایمان: عقیدہ، عبادت، صالح معاشرہ کے قیام اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو شامل ہے۔
- قوت میں سائنس، ٹیکنالوجی اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق آلاتِ حرب کا حصول شامل ہے۔
- صفوں کی شیرازی بندی میں داخلی اتحاد، تفرقہ بازی اور انتشار فکری کا قلع قمع اور خارجی وحدت شامل ہے۔
- جہاد میں جہاد دعوت الی اللہ اور جہاد بمعنی قتال شامل ہیں۔

گویا تفصیلی طور پر یہ دس عوامل ہوئے جن پر اب مفصل کلام کیا جاتا ہے:

www.KitaboSunnat.com

❶ عقیدہ کی درستگی اور پختگی

کسی بھی تحریک کی اصل بنیاد وہ عقیدہ ہے جس پر اس تحریک کی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ مشرکین عرب کا یہ عقیدہ کہ {مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيٰى وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ} ''ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی زندگی ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے۔'' (سورۃ الجاثیہ:۲۴) ان کے سارے تصرفات، جنگ و جدال اور معاملات پر حاوی تھا۔ گویا کہ ع بابر بعیش کوش کے عالم دوبارہ نیست!

ان کے نزدیک زندگی ایک درخت کی مانند ہے جو کہ کونپل کی شکل میں زمین سے پھوٹتا ہے، پودے کی شکل اختیار کرتا ہے پھر تناآور درخت بن جاتا ہے، برگ وبار پیدا کرتا ہے، پھلدار ہو تو عالم کو فیض یاب کرتا ہے، گھنا ہو تو سایہ دار رہتا ہے، بہار میں جانفزا اور خوشنما، خزاں اس کی ناتواں اور بے مزا، تنا اس کا مضبوط ہو تو آندھیوں اور طوفانوں کے تھپیڑوں میں بھی ٹکا رہتا ہے، لیکن کب تلک! مرورِ ایام سے ایک وقت آتا ہے کہ اس کے پتے سوکھ جاتے ہیں، زندگی کے سوتے خشک ہوجاتے ہیں، اور پھر ہلکا سا ایک جھٹکا اسے زمین بوس کر دیتا ہے، اس کی حیات وموت گردشِ زمانہ کے تابع ہے، نہ اس میں ثواب کا دخل، نہ عقاب کا عمل، نہ ہی رضائے الٰہی کا ظہور اور نہ ہی عذابِ سماوی کا کوئی دستور۔ انہیں انسانی زندگی اور نباتاتی دنیا میں طبعی اصولوں کا اشتراک تو نظر آیا، لیکن وہ ان اخلاقی اُصولوں سے صرفِ نظر کرگئے جس کی وجہ سے ایک مسلم اور دہریے میں امتیاز قائم ہوتا ہے۔

کفار کے تصورِ زندگی کے برعکس قرآن نے واشگاف اعلان کیا کہ دنیا کے اس اسٹیج پر کتنی ہی قومیں آئیں، زمانہ ان کے لئے صرف ایک جام کی مانند تھا۔ بطورِ ساقی یہ ان کا کام تھا کہ اسے پانی سے بھر دیتے اور عالم کی پیاس کا مداوا کرتے، دودھ سے بھر دیتے اور نیک نام کہلاتے یا پھر یہ جام نبتِ عنب کی نذر کردیتے اور عالم مخمور ہوجاتا یا زہر سے بھر دیتے کہ ہر طرف ہلاکت کا دور دورہ ہوتا۔

{وَالْعَصْرِ،إِنَّ الإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ} (سورۃ العصر)

''زمانے کی قسم، بے شک انسان سرتاسر نقصان میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان

www.KitaboSunnat.com

لائے اور نیک عمل کئے اور جنہوں نے آپس میں حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کی۔''

اس اُصول کے تحت قومِ نوح کی غرقابی، عاد و ثمود اور قومِ لوط کی ہلاکت اور قومِ فرعون کا دریا برد ہونا مرورِ زمانہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ خالق ارض و سماء کے احکامات کی خلاف ورزی کی بنا پر تھا۔ نبی ﷺ نے بزبانِ قرآن واضح کردیا کہ امن و امان کا قیام عقیدۂ توحید سے وابستہ ہے، شرک یا مظاہر شرک سے نہیں.....!

{اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ أُوْلٰئِکَ لَھُمُ الأَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ}

''جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔'' (الانعام:۸۲)

'ظلم' ذو معنی لفظ ہے، اس لئے آنحضور ﷺ نے سوال کئے جانے پر واضح کردیا کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ آپ ﷺ نے بطورِ استشہاد یہ آیت پڑھی:

{إِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ} ''بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔'' (لقمان:۱۳)

ایک اللہ کو پکارنا انسانی فطرت کی پکار ہے تو غیر اللہ کو پکارنا فطرت سے بغاوت ہے۔ عکرمہؓ بن ابی جہل کا اسلام لانا انسانی فطرت کے اسی پہلو کا آشکارا ہونا تھا۔ فتح مکہ کے وقت عکرمہ کا نام ان آٹھ اشخاص میں شامل تھا جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرما دیا تھا کہ اگر وہ کعبہ کے پردوں سے لٹکے ہوئے بھی پائیں جائیں تو ان کی جان بخشی نہ کی جائے، عکرمہ ساحلِ سمندر کی طرف بھاگا اور پھر اس پہلی کشتی میں سوار ہو گیا جو عازمِ حبشہ تھی۔ اس کشتی میں بہت سے مشرکین عرب بھی سوار تھے، کشتی سمندر کے سینہ پر خراماں خراماں اٹھکیلیاں کرتی رواں دواں تھی کہ سمندر کی موجیں طوفان بن کر کشتی سے ٹکرا گئیں۔ عکرمہ نے دیکھا کہ یہی عرب جو لات، ہبل، مناف کو پکارتے نہ تھکتے تھے، اب اللہ کے نام کی دہائی دے رہے تھے، وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے:

''اخلصوا فإن آلھتکم لا تغنی عنکم شیئا ھھنا''

''خلوصِ دل سے دعا کرو کہ تمہارے خدا اس مقام پر تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔''

اس وقت عکرمہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر سمندر میں صرف اخلاص ہی بچا سکتا ہے تو پھر خشکی میں بھی وہی بچا سکتا ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس مصیبت

www.KitaboSunnat.com

سے چھٹکارا دے دیا تو میں سیدھا محمد ﷺ کے پاس جاؤں گا اور ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا اور وہ یقیناً مجھے معاف کر دیں گے۔''

اور پھر ایسا ہی ہوا اور وہ آنحضور ﷺ کے پاس گئے اور مسلمان ہو گئے۔''[2]

عکرمہ پر گزرنے والے تجربہ کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

{هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰی إِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَفَرِحُوْا بِهَا جَاءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ وَّظَنُّوْا أَنَّهُمْ أُحِیْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ، لَئِنْ أَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ} (یونس: ۲۲)

''وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کہ ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں۔ ان پر ایک جھونکا سخت ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (بُرے) آ گھرے، اس وقت سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس سے بچالے تو ہم ضرور شکر گزار بن جائیں گے۔''

{فَلَمَّا أَنْجٰهُمْ إِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْأَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ، یَاأَیُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰی أَنْفُسِکُمْ، مَتَاعَ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا ثُمَّ إِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ}

''پھر جب اللہ ان کو بچالیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال ہونے والی ہے۔ دنیاوی زندگی کے (چند) فائدے ہیں، پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے، پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو بتلادیں گے۔'' (یونس:۲۳)

❷ عبادتِ الٰہی بجالانا

ایک مسلمان معاشرہ جو اللہ تعالیٰ کی نصرت واعانت کا مستحق ہے، وہ معاشرہ ہے جو عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کرتا ہے۔ عبادت کا مفہوم صرف پنج وقتہ نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس میں نماز کی تمام ہیئات جیسے ہاتھ باندھ کر قیام، رکوع اور سجود، دعا، ماوراالاسباب استعانت اور استغاثہ، قسم، نذر اور قربانی بھی شامل ہیں۔ اعمالِ قلبیہ میں سے خشیت، رہبت، خوف، تقویٰ، اُمید ورجا کا تعلق بھی عبادت سے ہے۔ اسلام کے ارکانِ خمسہ کو تو ہر مسلمان بخوبی سمجھتا ہے اور اللہ ہی کے لئے ادا کرتا ہے، لیکن عبادت کے باقی

www.KitaboSunnat.com

مظاہر میں ڈنڈی مارنے والوں کی عظیم اکثریت ہے۔

◉ ایسا قیام جو ایک مقتدا یا پیشوا کے احترام کے لئے ہو، ناجائز قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: «لاتقوموا إلیّ کمایقوم الأعاجم لملوکھم»[8]

''میرے لئے اسطرح کھڑے نہ رہو جیسے عجمی اپنے بادشاہوں کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔''

سلام کرتے وقت رکوع کی حد تک جھک جانا، پارلیمنٹ کے ایوان میں ایک ممبر کا اسپیکر کے سامنے جھکنا، رکوع سے مشابہت کی بنا پر ممنوع قرار پایا۔ کسی مخلوق کے لئے پیشانی زمین پر رکھنا اللہ تعالیٰ کے حق سجود کی حق تلفی ہے۔

« ◉ استعینوا علی إنجاح الحوائج بکتمانھا فإن کل ذی نعمة محسود»[9]

''اپنی حاجات پوری کرنے کے لئے راز داری کے ساتھ ایک دوسرے سے مدد چاہو، کیونکہ جس پر نعمت ہو، اس سے حسد کیا جاتا ہے۔''☆

کہہ کر اسباب کی حد تک ایک دوسرے سے مدد طلب کرنے کی اجازت دے دی۔اور {إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ} کے واضح اعلان کے ساتھ ماوراالاسباب استعانت بغیراللہ کی نفی کردی۔

◉ {فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهِ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهِ}''اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا (موسیٰؑ) سے فریاد کی۔'' (القصص:۱۵) کا بیان موجود و حاضر شخص سے مدد کی درخواست کو شرفِ قبولیت عطا کر گیا اور بدر کی رات آنحضور ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے استغاثہ بفحوائے آیت قرآنی {إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِيْنَ}''اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے ربّ سے فریاد کررہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار چلے آئیں گے۔'' (الانفال:۹) یہ بتاتا چلا گیا کہ ماوراء الاسباب استغاثہ صرف اللہ کی ذات سے کیا جاسکتا ہے۔ لاریب کہ آنحضور ﷺ نے معرکہ بدر کے لئے مادّی اسباب مہیا کرنے، اپنے جانثاروں کو مدینہ سے بدر تک لے آنے کے بعد اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اس مدد کو چاہا تھا جس پر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات قادر ہے۔

◉ قسم اُٹھانے کو بھی اللہ کے ساتھ خاص کردیا۔ فرمایا: «من کان حالفا فلیحلف باللہ أو لیصمت»[10]''جس نے قسم کھانی ہو تو اللہ کے نام کی قسم کھائے، ورنہ خاموش رہے۔''

☆ یہ روایت ضعیف اور موضوع ہے۔ کما في الضعفاء للعقیلي و اللآلي المصنوعة للسیوطی (محدث)

www.KitaboSunnat.com

◉ نذر کو بھی اللہ کے لئے خاص کر دیا۔ فرمایا:

«من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن يعصي الله فلا يعصه» (۱۱)

''جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی تو پھر وہ اللہ کی اطاعت کرے (یعنی نذر پوری کرے) اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی نذر مانی تو پھر وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔''

◉ قربانی کا تذکرہ نماز کے ساتھ کر کے کوئی ابہام نہیں رہنے دیا گیا:

{فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} ''اپنے ربّ کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر'' (سورۃ الکوثر)

اور اعمالِ قلبیہ میں سے دربارے خشیت: {لَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ} ''سوائے اللہ کے اور کسی سے نہیں ڈرتے'' اور دربارے خوف: {فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ} ''ان سے مت خوف کھاؤ، مجھ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو'' اور بابت رہبت و تقویٰ: {وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ... وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ} اور بابتِ امید و رجا: {يَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ} ''اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔'' کہہ کر اللہ تعالیٰ سے صحیح تعلق کی کیفیت کو ظاہر کر دیا۔

◉ دین کے اصولوں میں مداہنت (کچھ لو، کچھ دو) کا دروازہ بالکل بند کر دیا۔

{وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ} (القلم:۹)

''وہ تو چاہتے ہیں کہ تو ذرا ڈھیلا ہو تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔''

عبدیالیل کی قیادت میں جب وفد ثقیف مدینہ پہنچا تو انہیں مسجد میں ٹھہرایا گیا تاکہ وہ اسلام کو قریب سے دیکھ سکیں۔ اب جبکہ سارا عرب جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہا تھا، ثقیف کے عمائدین بھی اسلام کی حقانیت کے قائل ہوتے جا رہے تھے لیکن ثقیف کا سردار عبدیالیل دین کی پابندیوں کو گراں سمجھتے ہوئے چند رخصتوں کا متلاشی تھا۔ اس نے آنحضور ﷺ سے عرض کیا:

''طائف کی سب سے بڑی پیداوار انگور ہے جس کا سب سے بارآور مصرف شراب کی کشید ہے، اس کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آنحضور ﷺ نے جواباً اللہ کا فرمان سنایا:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ} (المائدہ:۹۰)

''اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب، جوا، تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے

www.KitaboSunnat.com

تیر یہ سب گندی باتیں، شیطانی کام ہیں۔ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح یاب ہو۔''
پھر پوچھتا ہے: ہم سودی لین دین کرتے ہیں جو کہ ہماری تجارت کا حصہ ہے؟
آپؐ نے پھر فرمان الٰہی پڑھا: {وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا} ''اور اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام کر دیا ہے۔''(البقرہ:۲۷۵) پھر سوال کرتا ہے: ہم مہینوں جنگی مہمات میں گھروں سے باہر رہتے ہیں، کیا غیر عورتوں کے ساتھ تعلق کی اجازت ہو گی؟آپ ﷺ نے آیتِ کریمہ کی تلاوت فرمائی:
{وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا} (بنی اسرائیل:۳۲)
''خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا، کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بُری راہ ہے۔''
آخری بات پوچھتا ہے: یہ پنج وقتہ نماز تو کوہِ گراں ہے، اسی میں تخفیف کر دیں؟
آپؐ نے ارشاد فرمایا: «لا خير في دين ليس فيه ركوع» ''اس دین میں بھلا کیا بھلائی ہے جس میں جھکنا نہ ہو۔'' دین کے اصولوں میں مصالحت کی نفی فرما دی۔ اہل ثقیف مسلمان ہوگئے لیکن اپنے پُرانے معبود 'لات' کا ڈر اب بھی دلوں میں جا گزیں تھا، کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس بت کو چند ماہ اور نہ ڈھائیں!! لیکن آنحضور ﷺ نے یہ درخواست بھی نامنظور کی، اس مقصد کے لئے مغیرہ بن شعبہؓ کو طائف بھیجا۔ جب لات پر وار کرنے کے لئے وہ بڑھ رہے تھے تو اہل طائف انبوہ در انبوہ جمع ہو چکے تھے۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کے معبود کا بال بھی بیکا ہو سکتا ہے۔ مغیرہ دوڑتے آئے تو پھسل کر گر پڑے، اہل طائف تو حیرت سے چیخ اٹھے، مغیرہ نے دوبارہ کلہاڑا اُٹھایا اور پھر بت کو اس کی بنیادوں سے اکھاڑ پھینکا کہ شرک ببول کی مانند ہے، اس کانٹے دار درخت کو اکھاڑنا ہے تو پھر جڑ سے اکھاڑنا ہی دانشمندی ہے۔[۱۲]
نبی ﷺ نے جب حضرت علیؓ کو ایک دعوتی مشن پر بھیجا تو حکم دے دیا کہ ''کوئی بھی مجسمہ نظر آئے تو اسے مٹا دو اور کوئی بھی اونچی قبر نظر آئے تو اسے برابر کر دو۔''[۱۳] گویا شرک کے چور دروازوں کو بند کرنے کا راستہ دکھا دیا۔

۴ صالح معاشرہ کا قیام

گو اس دنیا میں خیر و شر آپس میں ملے ہوئے ہیں، حق و باطل کا ٹکراؤ رہتا ہے، لیکن جماعتِ حقہ کا فرض ہے کہ وہ خیر کو غالب رکھے اور شر کی بیخ کنی کرے۔ مسلمان جہاں کہیں

www.KitaboSunnat.com

بھی رہائش پذیر ہوں، مسجد ان کا مرکز و محور ٹھہرے۔ آنحضور ﷺ نے مسجد کے قیام سے مدینہ کی زندگی کا آغاز کیا اور مسلمان جہاں کہیں گئے، اس سنتِ نبویؐ کی پاسداری کرتے رہے۔

مسجد کا قائم کرنا اقامتِ صلوٰۃ کی راہ ہموار کرتا ہے، مسلمانوں کے اجتماعی نظم کی بنیاد رکھتا ہے، اطاعتِ امیر کا جذبہ پیدا کرتا ہے، مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے، مسلمان گھرانوں میں اُلفت و محبت، ہمدردی اور غم خواری کے خوابیدہ سوتوں کو بیدار کرتا ہے۔

مکہ میں قائم عبادت کے پہلے گھر کو بیت اللہ کہا گیا اور اس نسبت سے ہر مسجد اللہ کی طرف منسوب ہوئی: {فِيْ بُيُوْتٍ أَذِنَ اللهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ} ''ان گھروں میں جن کے بلند کرنے اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔''

ان گھروں کو آباد کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے خود تحسین فرمائی:

{يُسَبِّحُ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ رِجَالٌ لاَّ تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلاَ بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالأَبْصَارُ}

''وہاں صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی۔''

اور پھر ان کے لئے اجر جزیل کا مژدہ سنایا:

{لِيَجْزِيَهُمُ اللهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَاللهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ} (النور:۳۶ تا ۳۸) ''تاکہ اللہ ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادہ عطا فرمائے اور اللہ جسے چاہے بے شمار رزق عطا کرتا ہے۔''

ایک صالح معاشرہ کی علامت مسجدوں کا آباد ہونا اور حکامِ مملکت سے لے کر ادنیٰ چپڑاسی تک کا مسجد سے تعلق رکھنا ہے۔ اس تعلق میں جہاں کمی آئے گی وہاں اللہ کی رحمت دور ہوتی چلی جائے گی۔

اُمتِ مسلمہ کے لئے نماز کی پابندی اور مسجدوں کی حاضری وہ پیمانہ ہے جس سے رضائے الٰہی اور قربتِ خداوندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ افسوس ہے اس پیمانہ سے نظریں چرائی جاتی ہیں۔ ناکامی کے اسباب گنوائے جاتے ہیں لیکن اس سببِ اعظم کا ادراک نہیں کیا جاتا۔

www.KitaboSunnat.com

❹ نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا

مسلم معاشرہ کے لئے خیر کا غلبہ لازمی ہے، فساق و فجار لوگ ہر دور میں پائے جاتے رہے ہیں اور ان کی موجودگی کے باوجود بھی مسلمانوں نے بڑی بڑی فتوحات حاصل کی ہیں۔ گویا فسق و فجور کے باوجود اللہ کی رحمت و نصرت نازل ہوتی رہی ہے اور اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا احساس باقی رہا ہے:

{وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ، أُوْلٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللهُ، إِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ} (التوبہ:۷۱)

''مؤمن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے (مدد گار و معاون اور) دوست ہیں۔ وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا، بے شک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔''

اس اُمت کو خیر امت کا لقب ان تین اوصاف کی بنا پر دیا گیا: أمر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ۔ فرمایا:

{كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ} (آلِ عمران:۱۱۰) ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

''اہل کتاب ایک دوسرے کو بُرائی سے نہیں روکتے تھے۔'' (المائدہ:۷۹) اس لئے ان کی اکثریت فاسق کہلائی:

{وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ، مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُوْنَ}

''اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا۔ ان میں ایمان لانے والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔'' (آل عمران:۱۱۰)

سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۱۶، ۲۶ اور ۲۷ میں بھی ان کی اکثریت کو فاسق بتایا گیا۔ اگر اہل کتاب کا فسق و فجور انہیں اللہ کے آخری پیغام کا حامل بننے کی راہ میں حائل ہو گیا تو خیر اُمت کو بھی اپنی خیر منانی چاہئے، کہیں فسق و فجور کی کثرت تو انہیں، نہیں لے ڈوبی ہے!!

www.KitaboSunnat.com

مُنکر ان تمام چیزوں کا نام ہے جن سے ایک نیک فطرت اِبا کرتی ہے، چاہے وہ ناانصافی ہو، رشوت کا چال چلن ہو، آرٹ اور فن کے نام پر بے حیائی اور فحاشی کی ترویج ہو، مے خانہ ہو یا قحبہ خانہ، مرکزِ قمار ہو یا ریس کورس، مرد وزن کے لئے بے محابا اختلاط کے کلب ہوں یا رقص گاہیں، فطرتِ اسلام ان سب سے اِبا کرتی ہے اور اگر ان منکرات کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہو اور عوام الناس کی آشیر باد تو پھر ایسی سلطنت اپنے فسق کی بنا پر ہلاک کر دی جاتی ہے:

{وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا} (بنی اسرائیل:۱۶)

''اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوشحال لوگوں کو (کچھ) حکم دیتے ہیں اور وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر (عذاب کی) بات ثابت ہو جاتی ہے اور پھر ہم اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔''

اور بعض دفعہ ظالموں کو دوسرے ظالموں کے ہاتھ ہی تباہ کر دیا جاتا ہے:

{وَكَذَلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ} (الانعام:۱۲۹)

''اور اس طرح ہم بعض ظالموں کو دوسرے ظالموں کے پیچھے لگا دیتے ہیں، ان کے اپنے اعمال کے سبب۔''

اور اسی سنتِ الٰہی کے تحت ظالم واشنگٹن کو ظالم عراق سے ٹکرا دیا گیا۔ حقیقی ایمان سے دونوں محروم تھے، اس لئے ایک زور آور طاقت کمزور طاقت پر غلبہ پا گئی جبکہ اہل ایمان کو باوجود قلتِ تعداد کے اللہ تعالیٰ غلبہ عطا کرتا ہے:

{كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ} (البقرہ:۲۴۹)

''بسا اوقات چھوٹی اور تھوڑی سی جماعتیں بڑی اور بہت سی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غلبہ پا لیتی ہیں۔''

۵ قوت اور طاقت کی فراہمی

اہل ایمان کو دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور قوت فراہم کرنے کا پابند کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں سورۃ الحدید اور سورۃ الانفال کی دو آیات اہل سلام کے لئے مشعل راہ ہیں:

www.KitaboSunnat.com

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ} (الحدید:۲۵)

''یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں سخت ہیبت اور قوت ہے اور لوگوں کے لئے اور بھی (بہت سے) فائدے ہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد بے دیکھے کون کرتا ہے۔ بے شک اللہ قوت والا اور زبردست ہے۔''

شیخ عبدالرحمن بن ناصر سعدیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی قوت اور اعتزاز کا ایک مظہر یہ ہے کہ اس نے لوہے کو اتارا کہ جس سے مضبوط آلات بنائے جاتے ہیں۔ اس کی قوت اور اعتزاز کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر قادر ہے، لیکن وہ اپنے اولیا کو اپنے دشمنوں کے ساتھ بھڑا دیتا ہے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ عالم غیب (یعنی اس دنیا میں) کون اس کی نصرت کرتا ہے۔

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اور لوہے کا ساتھ ساتھ ذکر کیا کیونکہ ان دونوں چیزوں کے ساتھ اللہ اپنے دین کی مدد کرتا ہے اور اپنے کلمہ کو بلند کرتا ہے، کتاب کے ساتھ کہ جو حجت اور برہان پر مشتمل ہے اور تلوار کے ساتھ جو اللہ کے اذن کے ساتھ نصرت لے کر آتی ہے۔

ان دونوں کا قیام عدل وانصاف کے ساتھ ہی ممکن ہے کہ جو باری تعالیٰ کی حکمت، کاملیت اور اسکے رسولوں کے ذریعہ بھیجی گئی شریعت کے کمال پر ایک دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔''[۱۳]

اس سلسلہ کی دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

{وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ} (الانفال:۶۰)

''تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کو تیار رکھنے کی، کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں خوب جان رہا ہے۔ جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں صرف کروگے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا۔''

www.KitaboSunnat.com

① یہ نہیں کہا گیا کہ اتنی قوت فراہم کرو جتنی اعداءِ اسلام کے پاس ہے، بلکہ اتنی جتنی کہ تم استطاعت رکھتے ہو۔ اس میں افرادی قوت بھی آجاتی ہے اور آلاتِ حرب بھی۔

② 'قوت' کا بیان کرتے ہوئے آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ألا إن القوة الرمي، ألا إن القوة الرمي ''تیری اندازی ہی قوت ہے، سنو! تیر اندازی ہی قوت ہے۔''[۱۵]

یعنی زمانہ نبوت میں جو قدرت رائج تھی آپؐ نے اس کا تذکرہ فرمایا۔ بعد کے ادوار میں مسلمانوں نے منجنیق، گولہ بارود اور دیگر آلاتِ حرب کو بھی استعمال کیا، اور اس کا یہ مطلب ہوا کہ موجودہ دور میں جو چیز عسکری لحاظ سے ایک قوم کو تقویت بہم پہنچاتی ہے، وہی قوت ہے۔ چاہے وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی شکل میں ہو، ایٹمی طاقت کے حصول میں ہو، لڑاکا طیاروں، جنگی بیڑوں اور آبدوزوں کا روپ رکھتی ہو، ٹینکوں، آرمرڈ گاڑیوں، میزائلوں کی صورت رکھتی ہو، ان سب کا حصول ضروری ہے!!

③ رباط الخیل (گھوڑوں کے دستوں) کے تیار کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ آنحضور ﷺ کے زمانہ میں اگر گھوڑے عسکری نقل و حرکت کے لئے استعمال ہوتے تھے تو آج ہر وہ گاڑی (جس کے انجن کی طاقت کو اب بھی ہارس پاور کی اصطلاح میں بیان کیا جاتا ہے) جو اس مقصد کے لئے استعمال ہو اور جس کی پیٹھ پر جنگ میں حصہ لیا جاسکے، رباط الخیل کے حکم میں ہے یعنی قوت کی فراہمی کے ساتھ اس قوت کے استعمال میں مدد گار آلات دونوں مطلوب ہیں۔

④ قوت کی فراہمی دورِ امن میں بھی مطلوب ہے تاکہ دشمن پر دھاک بٹھائی جاسکے، دشمن کی تیاریوں سے غافل رہنا اور پھر اچانک حملے کی صورت میں سراسیمگی کا شکار ہوجانا ایک مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہے۔

نبی ﷺ کا رومیوں کے متوقع حملہ کی پیش بندی کے لئے خود بنفس نفیس لشکر اسلام کے ساتھ تبوک جانا اسی مقصد کی خاطر تھا۔ آپ ﷺ کا مملکتِ اسلام کی سرحدوں تک جانا دشمن کے لئے ہمت شکن ثابت ہوا اور انہیں حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

⑤ قوت کی فراہمی میں جو کچھ خرچ کیا جائے گا، فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

www.KitaboSunnat.com

ان متذکرہ باتوں کے علاوہ دشمن کے مقابلہ میں عددی قوت اور قوتِ حربیہ کے ضمن میں سورۃ الانفال کی چند مزید آیات پیش نظر رہیں:

{يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَ يَفْقَهُونَ} (الانفال:٦٥)

''اے نبیؐ! ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ۔ اگر تم میں بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے۔ اس واسطے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں۔''

چونکہ قتال سے بھاگنا ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ہے جن کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔[١٩] اس لئے بتادیا گیا کہ دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدمی کی حد کیا ہے۔ یہ آیات شروع اسلام کی ہیں جب ایمانی طاقت اپنے عروج پر تھی اور مسلمان تعداد کے اعتبار سے قلیل تھے، اس لئے دس گنا دشمن کے مقابلے میں ہٹنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ مردانہ وار مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ بعد میں جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو اس حکم میں تخفیف کردی گئی:

{اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ مِنْكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللهِ، وَاللهُ مَعَ الصَّابِرِينَ} (الانفال:٦٦)

''اچھا اب اللہ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے، پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

یعنی اگر دشمن دگنی تعداد میں ہو تو اس کا مقابلہ فرض ہے۔ راہِ فرار اختیار کرنا جائز نہیں۔ ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی متذکرہ بالا تعداد صبر (ثابت قدمی) کے ساتھ مربوط ہے۔ تھڑدلے، بزدل اور پست ہمت نوجوانوں کی تعداد مراد نہیں، اور دوسرے یہ کہ یہاں جس دشمن کے سامنے کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا ہے وہ کم و بیش ویسے ہی آلاتِ حرب استعمال کر رہا تھا جو مسلمانوں کے پاس تھے، بدر و اُحد میں دشمن کے پاس تلوار، تیر، نیزے بطور ہتھیار اور گھوڑے، اونٹ برائے باربرداری تھے اور تعداد کے تفاوت سے یہی چیزیں مسلمانوں

www.KitaboSunnat.com

کے پاس بھی تھیں۔ اس لئے یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کو بھی انہی آلاتِ حرب سے لیس ہونا چاہئے جو دشمنانِ اسلام کے استعمال میں ہیں، البتہ تعداد کی کمی ایمان اور صبر کے ہتھیاروں سے پوری کی جاسکتی ہے کہ جس کا حکم بھی اللہ ہی نے دیا ہے فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ، إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ} (البقرہ: ۱۵۳)

"اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو۔ اللہ تعالیٰ صبر والوں کا ساتھ دیتا ہے۔"

غزوۂ موتہ (۸ھ) میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی جب کے مقابلے میں قیصر روم کے باج گزار رئیس بلقان کی فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی، گویا تفاوت کی نسبت ایک بمقابلہ دس نہیں بلکہ ایک مقابلہ تینتیس ۳۳ تھی۔ پھر بھی مجاہدینِ اسلام نے سرفروشی کی مثالیں قائم کردیں۔ زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگر شہید ہوئے اور پھر خالد بن ولیدؓ کمال دانشمندی سے باقی ماندہ فوج کو واپس لانے میں کامیاب ہوگئے۔[۱۷]

صرف قوت کی فراہمی پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ ایمان اور صبر کے ہتھیاروں کو حرزِ جان بنایا جائے:

{وَلاَتَهِنُوْا وَلاَتَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ}

"تم نہ سستی کرو اور نہ غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایماندار ہو" (آل عمران:۱۳۹)

اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ایک انسان تلوار ہاتھ میں رکھتا ہے، لیکن ذہنی طور پر اتنا بزدل ہے کہ اس کے بازو دشمن کے مقابلہ میں تلوار اُٹھا نہیں پاتے تو ایسی تلوار کس کام کی؟ ایسے ہی مسلمانوں کے پاس جدید سے جدید ٹیکنالوجی موجود ہو لیکن دشمن کی ایک بڑھک ان کے اوسان خطا کردے تو پھر ایسی ٹیکنالوجی کا کیا حاصل؟ بقولِ شاعر:

أسد علی وفي الحروب نعامة هيفاء تصفر من صفير الصافر

"(بیوی اپنے شوہر سے مخاطب ہے:) میرے اوپر تو شیر بنا پھرتا ہے لیکن جنگ میں شترمرغ، کہ ذرا سی آہٹ سے کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔"

ٹیکنالوجی علم سے وابستہ ہے۔ عالم اسلام میں جدید علوم کے حصول کے لئے زیادہ سے زیادہ جامعات قائم ہونی چاہئیں لیکن ان جامعات میں سیرت اور اعجازِ علمی سلیبس کا لازمی جزو ہونا چاہئے تاکہ مادّی علوم کے ساتھ ایمان کو بھی جلا ملتی رہے۔

اعجازِ علمی سے ہماری مراد ہے کہ قرآن و حدیث میں ایسے بہت سے اشارات ملتے ہیں جو سائنسی حقائق کا پتہ دے رہے ہیں۔ رابطہ عالم اسلامی کے صدر دفتر مکہ مکرمہ میں اعجازِ علمی کا

www.KitaboSunnat.com

مستقل شعبہ قائم ہے جس میں اس موضوع پر سیر حاصل کام ہوچکا ہے۔ ان کے اس کام سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ مزید برآں ایسے اساتذہ کا انتخاب ہونا چاہئے جو سائنس کی تعلیم کے ساتھ طلبہ کے سینوں میں ایمان کی مشعلیں بھی فروزاں رکھیں۔

آج ہمارے کتنے عالی دماغ جوہر مغرب میں سائنس کی تعلیم حاصل کررہے ہیں اور کتنے ہی علم کے اعلیٰ مدارج حاصل کرچکے ہیں لیکن دیارِ مغرب کے ملحد ذہنوں سے تربیت پانے کی بنا پر حبِ عاجلہ کا شکار ہیں اور بجائے اوطانِ اسلام کو مضبوط کرنے کے اغیار کی خدمت کررہے ہیں۔ ہمارے کتنے جرنیل مغرب کی عسکری تربیت گاہوں میں ٹریننگ حاصل کرنے کے بعد معرکہ کفر و ایمان میں اپنی بے اعتقادی، ضعف ایمانی اور کم ہمتی کی بنا پر دشمنوں کے سامنے سپر ڈال چکے ہیں۔ سقوطِ بیت المقدس، سقوطِ ڈھاکہ اور اب سقوطِ بغداد انہی جرنیلوں کی سیہ کاریوں کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوئے۔

❻ صفوں کی شیرازہ بندی اور داخلی اتحاد کی کوشش

اس وقت اُمتِ مسلمہ ستاون ممالک میں سیاسی برتری اور دنیا کے بیشتر ممالک میں اپنا ایک مستقل وجود رکھتی ہے، ہر مسلم ملک ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے جو دوسری اکائیوں کے ساتھ مل کر ایک عظیم اتحاد کی شکل اختیار کرسکتا ہے، لیکن سب سے پہلے ہر اکائی کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

ان تمام عوامل کی بیخ کنی لازمی ہے جو ایک وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوں، ان میں سرفہرست برادری ازم، قبائلی عصبیت، علاقائیت، قومیت اور فرقہ واریت ہیں۔ کسی بھی اسلامی ملک کو دیکھ لیجئے، علاقائیت کا عفریت بھائی بھائی کے درمیان نفرت اور عداوت کے بیج بوتا نظر آئے گا۔ صومالیہ میں شمال و جنوب کی کشمکش، پاکستان میں شیعہ و سنی اور صوبائیت پر مبنی تعصّبات کی آویزش، بنگلہ دیش میں سلہٹ اور غیر سلہٹی افراد کے درمیان تفاخر کی کیفیت، عراق میں تمام تر مصائب کے باوجود اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان اور پھر عربوں اور کردوں کے درمیان محاذ آرائی، افغانستان میں پختون، ازبک اور تاجک قوموں کے مابین تنافس جو امریکہ کے حملہ کے وقت کھل کر ظاہر ہوچکا، اس امر کی چند نمایاں مثالیں ہیں۔

نبی ﷺ نے مدینہ میں جو معاشرہ قائم کیا تھا، اس کی بنیاد مہاجرین و انصار کے درمیان

www.KitaboSunnat.com

اُخوت، محبت اور یگانگت پر رکھی گئی تھی۔ مہاجر اور انصار کے دونوں معزز لقب اپنے اپنے اوصافِ حمیدہ کی بنا پر وحی الٰہی میں جگہ پا گئے:

{وَالسَّابِقُوْنَ الأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ} (التوبہ:۱۰۰) ''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور متقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

لیکن جب انہی دونوں جماعتوں کے دو افراد ایک کنویں سے پانی نکالنے پر جھگڑ پڑے اور مہاجر نے مہاجرین کی دہائی دی اور انصاری نے انصار کی تو رسول اللہ ﷺ سب کام چھوڑ چھاڑ کر موقع نزاع پر پہنچے اور بانگِ دُہل ارشاد فرمایا: «أبدعوى الجاهلية وأنا بين أظهركم» ''جاہلیت کا نعرہ لگاتے ہو، حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان ہوں۔''[۱۸]

یعنی وہ معزز لقب جو ہجرت اور نصرت کے اعتبار سے انتہائی معزز اور قابل صد افتخار تھا، جب دو جماعتوں کو لڑانے کے لئے استعمال کیا گیا تو جاہلیت کا نعرہ کہلایا گیا، وہ جاہلیت جسے قبل از اسلام کفریہ دور سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

کیا پاکستانی مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ نہیں کہ یہاں بھی صوبائیت اور مہاجرت کے نام پر بھائی بھائی کی گردن کاٹی گئی ہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور پھر بھی اللہ کی نصرت کی اُمید کی جاتی ہے!!

عرب ممالک میں قومیت کا نعرہ بڑی شان سے بلند کیا گیا، لیکن یہ نعرہ یہودیوں کی چھوٹی سی ریاست کا مقابلہ کرنے یا اہل فلسطین کو ان کی سرزمین واپس لوٹانے میں عربوں کی کوئی مدد نہیں کرسکا، عرب لیگ آج ایک بے جان لاشہ ہے جو تجہیز و تکفین کا منتظر ہے۔ صدام اور حافظ الاسد کی بعث پارٹی کے نام سے ایک بے خدا تحریک آپس میں جنگ وجدال، قتل و غارت اور سفاکی و درندگی کا ننگا ناچ ناچنے کے بعد خود بھی ڈوبی اور اپنی قوم کو بھی لے ڈوبی۔ کیا اب بھی اس کی باقیاتِ سیئہ سے خیر کی توقع کی جاسکتی ہے؟

www.KitaboSunnat.com

۷ دین میں تفرقہ بازی سے اجتناب

فرقہ بازی کی تباہ کاریاں ہر کس و ناکس کے سامنے عیاں ہیں۔ کسی بھی خارجی یلغار کے وقت وقتی طور پر مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد دکھائی دیتا ہے، لیکن جونہی سیاہ بادل چھٹتے ہیں، دینی علم سے وابستہ افراد پھر ایک دوسرے کے خلاف چاند ماری شروع کردیتے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کسی اور کے لئے نازل ہوا ہے:

{وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا} (آل عمران:۱۰۳)

''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔''

{وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ} (الانفال:۴۶)

''اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو، ورنہ بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

کیا علما، مشائخ اور طلبہ علم کا یہ فرض نہیں ہے کہ موجودہ پُرآشوب حالات میں اُمت مسلمہ کی صفوں میں مزید افتراق پیدا کرنے کے بجائے ایک دوسرے کو قریب کرنے کی کوشش کریں، اس آیت میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ کیا قرآن و حدیث اُن اصولوں کی طرف رہنمائی نہیں کرتے جن سے آپس میں اتحاد پیدا کیا جاسکتا ہے!!

اللہ کے رسولؐ کو کہا گیا کہ اہل کتاب کو چیلنج کیا جائے کہ جس 'کلمہ سوائ' کا اقرار تمہیں بھی ہے اور مسلمانوں کو بھی، اس پر جمع ہوجاؤ تاکہ حق قبول کرنے کے لئے تمہارا سینہ کشادہ ہوسکے، کیا مسلمانوں کے پاس قرآن، احادیثِ صحیحہ اور اُسوۂ حسنہ کی شکل میں اتحاد کی واضح اساسات موجود نہیں کہ صرف اُمت کی بھلائی کی خاطر اپنے مسلکی اختلافات کو اپنے گروہ کی حد تک محدود رکھیں اور ملکی سطح پر اتحاد و یگانگت کا مظاہرہ کریں۔

یقیناً موجودہ مجلس عمل ایک انتہائی خوش آئند کوشش ہے لیکن یہ اتحاد صرف بغضِ معاویہؓ کی بنیاد پر نہیں ہونا چاہئے، اس کا مقصد صرف اسلام آباد کے ایوانوں تک پہنچنا نہ ہو، بلکہ اسے اپنی مساجد، اپنے مدارس اور اپنی خانقاہوں تک وسعت دی جائے تاکہ عوام الناس تک اسلام

www.KitaboSunnat.com

کی اعلیٰ تعلیمات کے عملی مظاہر سامنے آ سکیں۔

قرآن و سنت، اُسوۂ رسولؐ اور تعاملِ صحابہ اُمت کا مشترکہ سرمایہ ہیں۔ یہ ہمارے اتحاد اور طاقت کا باعث ہیں۔ اگر مسلمانوں کے تمام فرقے ان اساسات پر جمع نہیں ہوسکتے تو پھر انہیں محکومیت، اغیار کی غلامی، عمومی ذلت اور نکبت سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ یہودیت اور عیسائیت کی تاریخ کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دین حق پر قائم و دائم رکھنے کے لئے حفظِ قرآن (جس میں سنت بحیثیتِ شرح قرآن بھی شامل ہے) اور وجود طائفہ منصورہ کی شکل میں دو ایسے عوامل رکھے ہیں جو حق کو مٹنے یا دین میں تحریف پیدا ہونے سے مانع ہیں۔ طائفہ منصورہ سے ہماری مراد ہر وہ فرد، گروہ یا جماعت ہے جو اس حدیث کا مصداق ہے:

«لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى يأتي أمر الله وهم كذلك»[19]

''میری اُمت میں برابر ایک گروہ ایسا رہے گا جو غالب رہے گا، حق پر ہو گا، انہیں چھوڑ کر جانے والے انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا۔''

اس حدیث کا ابہام دوسری روایت سے دور ہو جاتا ہے:

«لا تزال طائفة من أمتي يقاتلون على الحق، ظاهرين على من ناواهم حتى يقاتل آخرهم المسيحَ الدجال»[20]

''میری اُمت میں سے ایک گروہ حق پر لڑتا رہے گا، اپنے مخالفین پر غالب رہے گا یہاں تک کہ ان کا آخری فرد (یا مجموعہ) مسیح دجال سے قتال کرے گا۔''

یعنی ایسے لوگ جن کی زبان، قلم اور ہاتھ سے حق کا ظہور ہوتا رہے گا اور وہ کسی بھی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر حق کا پیغام پہنچاتے رہیں گے، یہاں تک کہ اللہ کے حکم سے یہ دنیا اپنی آخری اجل کو پہنچ جائے گی۔

ایسی جماعت ہر وہ جماعت ہے جو عقیدۂ توحید پر مضبوطی سے قائم ہو، اللہ کے رسولؐ کے لائے ہوئے دین کو من و عن بیان کرنے کی پابند ہو، جس کی صفوں میں تقویٰ اور للّٰہیت کا دور دورہ ہو، جس کی امارت برادری ازم، قبائلیت یا لسانی و صوبائی عصبیت یا خاندانی توارث کے لزوم سے مبرا ہو۔ صرف تقویٰ، صلاحیت اور حسن تدبیر (سیاستِ شرعیہ) کے بل بوتے پر منتخب کی گئی ہو۔ یہ سب نہ ہو تو صرف ادعاء پارسائی، منافقت اور مکاری کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

www.KitaboSunnat.com

۸ وسیع پیمانہ پر مسلمانوں کا اتحاد

یہ ذمہ داری ان سیاستدانوں، حکمرانوں، قوموں کی قسمتوں سے کھیلنے والے جرنیلوں، بادشاہوں اور آمروں سے متعلق ہے جو یا تو آئینی طور پر، یا کسی کائناتی حادثہ کے طور پر، یا کسی داخلی یا خارجی طاقت کے اشارہ پر یا ایک تاریخی تسلسل کے طور پر حکومت کا بار اپنے ناتواں کندھوں پر اُٹھائے ہوئے ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد مسلم ممالک کے اعتبار سے ۵۷ بنتی ہے۔

خیال رہے کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ جس نے انگریزوں کے تسلط سے ایک طویل جنگ آزادی کے بعد ۴ جولائی ۱۷۷۶ء کو جنم لیا تھا اور جو ابتدائی تیرہ ریاستوں سے بڑھ کر آج پچاس ریاستوں پر مبنی ایک عظیم الشان ملک ہے، اپنی طاقت کا راز کس چیز میں سمجھتا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ پچھلے سال 'مجمع علماء الشریعہ، امریکہ' کے ایک اجلاس میں شرکت کے لئے واشنگٹن جانا ہوا، ہلٹن ہوٹل کی لفٹ میں چند لمحوں کے وقوف کے دوران لفٹ کی مختصر اسکرین پر ایک سطر بار بار فلیش ہو رہی تھی:

''ریاستہائے متحدہ امریکہ کی طاقت کا راز کیا ہے..... اتحاد''

یہ بھی واضح رہے کہ امریکہ میں ایک قوم نہیں بستی ہے، بلکہ قدیم ریڈ انڈین امریکنوں کی قلیل تعداد (جن کی اکثریت کی نسل کشی کی جاچکی ہے) کے علاوہ یورپ کے ہر خطے کے، بلکہ دنیا کے ہر علاقے کے لوگ موجود ہیں۔ انگریزی کے علاوہ جنوب کی ریاستوں میں اسپینش زبان کو بحیثیتِ ثانوی زبان کے لکھا اور بولا جاتا ہے۔ فرانسیسی اور جرمن کا بھی بعض علاقوں میں دور دورہ ہے۔ ایک صدی قبل شمال اور جنوب کی ریاستوں میں غلامی کے مسئلہ پر سخت محاذ آرائی بھی ہوچکی ہے، لیکن ان تمام منفی عوامل کے باوجود بین الریاستی اتحاد نے آج امریکہ کو اس مقام پر پہنچادیا ہے جہاں وہ کوس لمن الملک الیوم بجاتا نظر آتا ہے۔

بیشتر مسلم ممالک کی آزادی کی تاریخ چونکہ پچھلے پچاس ساٹھ سالوں سے متجاوز نہیں، اس لئے ان کا مقابلہ امریکہ جیسی وحدت سے کرنا صحیح نہ ہوگا۔ ہمارے اوپر ماضی کی اس نسل کو ہدیہ تبریک دینا فرض ہے جس نے انتہائی نامساعد حالات میں آزادی کی تحریکات برپا کیں اور پھر یورپ کی استعماری طاقتوں سے قربانی، سرفروشی اور بہادری کی لازوال داستانیں رقم کرنے کے بعد آزادی حاصل کی۔ یہ جدوجہد عوام، علما اور سیاستدانوں کی ملی جلی کوششوں کا نتیجہ تھی

www.KitaboSunnat.com

لیکن جس طرح بنی اسرائیل کا سفینہ سیناء کی چالیس سالہ صحرا نوردی کے بعد جہاد و قتال کے مرحلوں سے گذرتا ہوا جب برامان تک پہنچا تو کچھ عرصہ کے بعد ہی بگاڑ کا شکار ہونا شروع ہو گیا۔ ایسے ہی مسلم ممالک کو یہ آزادی راس نہ آئی اور طالع آزما سیاست کے نتیجہ میں کشتیاں پھر گرداب میں پھنس چکی ہیں اور ساحل کا دور دور تک پتہ نہیں!!

اُمید کی چند کرنیں یقیناً جگمگائیں، لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ.....!!

✳ ستمبر ۱۹۶۹ء میں شاہ فیصل کی مہمیز اور چند دوسرے درد مند حکمرانوں کے تعاون سے مراکش میں اسلامی ممالک کی تنظیم OIC کا قیام عمل میں لایا گیا۔ مسلم ممالک کے درمیان اتحاد اور رشتۂ یگانگت قائم کرنے کی یہ اچھی ابتدا تھی لیکن تینتیس سال گذرنے کے بعد بھی یہ تنظیم اپنی افادیت ثابت نہیں کر سکی ہے۔ سیاسی میدان میں چاہے فلسطین کا مسئلہ ہو یا کشمیر کے سلسلہ میں پاکستان کے موقف کی عملی حمایت، ایران و عراق کی آٹھ سالہ خونی جنگ ہو یا کویت پر عراق کا غاصبانہ قبضہ، کیا یہ تنظیم ان میں سے کسی بھی مسئلہ کو حل کر سکی ہے؟

✳ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں IFSTAD (انٹرنیشنل فاؤنڈیشن فار سائنس اینڈ ٹیکنالوجی) اور COMSTECH (سٹینڈنگ کمیشن فار سائنٹفک اینڈ ٹیکنالوجیکل کوآپریشن) کا قیام نہایت خوش آئند اقدامات تھے، لیکن پہلا ادارہ تو سرے سے سر ہی نہ اُٹھا سکا اور دوسرا ادارہ بھی ایک کاغذی شیر سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

✳ اقتصادی میدان میں IDB (اسلامک ڈویلپمنٹ بنک) اس لئے قائم کیا گیا تھا کہ بلاسود بنکاری کو فروغ دیا جاسکے۔ اس میدان میں یقیناً کچھ پیش رفت ہوئی ہے لیکن 'او آئی سی' کو اپنی بقا کے جواز کے لئے کسی انقلابی اقدام کی ضرورت ہے۔

تنظیم کے پہلے سیکرٹری جنرل ملائیشیا کے تنکو عبدالرحمن نے اس تنظیم کو کھڑا کرنے، اسکی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے اور اس کے ذیلی اداروں کو قائم کرنے میں بہت فعال کردار ادا کیا لیکن مقامِ افسوس ہے کہ ان کے اَخلاف ان کی اعلیٰ روایات کو باقی نہیں رکھ سکے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مہاتیر محمد (سابق وزیراعظم ملائیشیا) نے 'او آئی سی' کے آخری اجلاس میں اُمت مسلمہ کو درپیش جن مسائل کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کے حل تلاش کرنے پر سنجیدہ گفتگو کی جاتی لیکن مقامِ افسوس ہے کہ مہاتیر محمد بھی نشست و گفتند و برخاستند سے آگے نہ بڑھ سکے۔ (۴)

www.KitaboSunnat.com

کیا مسلمانوں کے لئے یہ مقامِ عبرت نہیں کہ ۱۸۹۷ء میں بازل (سوئٹزرلینڈ) کے مقام پر پہلی صہیونی کانفرنس نے اپنے خفیہ اجلاسوں میں یہودیوں کی عزت و سربلندی کے لئے جو نقشہ پیش کیا تھا، اس پر خاموشی سے عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ پچاس سالوں میں کاغذ کا یہ نقشہ زمین کا نقش بن گیا اور پھر اس کا پھیلاؤ ایک حقیقت بنتا جارہا ہے۔ کیا مسلم ممالک کے زیرک اور 'عالی النسب حکمران' مسلمانوں کی عزت و افتخار کے لئے کوئی عملی نقشہ ترتیب دینے سے قاصر ہیں؟ ألیس منھم رجل رشید!!

۹ جہاد بمعنی عمومی جدوجہد

قرآن مجید میں جہاد کا لفظ اُنتیس ۲۹ مرتبہ آیا ہے اور مجاہدین کا چار مرتبہ۔

'جہاد' مقابلے کی جدوجہد کا نام ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ سے ہر وہ کوشش مراد ہے جو اللہ کے دین کو پھیلانے کے لئے، اللہ کے کلمہ توحید کو سربلند کرنے کے لئے، اللہ کے احکامات کو نافذ کرنے کے لئے، اور فتنوں سے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے کی جائے۔

* اس لفظ کا پہلا اطلاق قرآن کریم کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ہوتا ہے خواہ اس میں قتال موجود نہ ہو۔ سورۃ الفرقان مکی سورت ہے اور اس میں یہ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے:

{فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا} (الفرقان:۵۲)

"پس آپ کافروں کا کہنا نہ مانیں اور قرآن کے ذریعہ ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کریں۔"

چونکہ مکہ میں جہاد بمعنی قتال کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ اس لئے آنحضور ﷺ کا مکی جہاد کتاب اللہ کی تبلیغ و تنفیذ سے عبارت تھا جسے یہاں جہادِ کبیر کہا گیا ہے۔

* بنفس نفیس جہاد (بمعنی قتال) میں شریک ہونے کا جہاں بھی ذکر ہے، وہاں سوائے ایک جگہ کے، مالی جہاد کا ذکر جہاد بالنفس پر مقدم ہے۔ متعلقہ آیات ملاحظہ ہوں:

{لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ، فَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا}

"اپنے مال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مؤمن اور بغیر عذر کے بیٹھ

www.KitaboSunnat.com

رہنے والے مؤمن برابر نہیں۔ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے ایک درجہ فضیلت دے رکھی ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا ہے لیکن مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے۔'' (النسائ:۹۵)

{إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ}

(الانفال:۷۲)

''جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا''

{إِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالاً وَّجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ} (التوبہ:۴۱)

''نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی اور راہِ ربّ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔''

{لاَيَسْتَأْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ يُّجَاهِدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ}

(التوبہ:۴۴)

''اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان و یقین رکھنے والے تو مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی تجھ سے اجازت نہیں طلب کریں گے.....''

{لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ} (التوبہ:۸۸)

''لیکن خود رسولؐ اور انکے ساتھ ایمان والے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں''

{إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، أُوْلٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ} (الحجرات:۱۵)

''مؤمن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر (پکا) ایمان لائیں۔ پھر شک و شبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعوائے ایمان میں) یہی سچے اور راست گو ہیں۔''

{تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ} (الصّف:۱۱)

''اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔''

اس تقدیم میں یہ حکمتیں پوشیدہ ہیں:

① ہر معرکہ سے قبل اس کے لئے مناسب تیاری کی ضرورت ہے جس میں مال ایک بڑا کردار

www.KitaboSunnat.com

ادا کرتا ہے۔ اس لئے مالی ایثار کا مطالبہ سرفہرست رہتا ہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے سرمایہ فراہم کرنے کی ہی اپیل کی تھی۔ (۴۲)

② مال کی قربانی، اپنی جان قربان کردینے کے مقابلہ میں ثانوی حیثیت رکھتی ہے اور قاعدہ ہے کہ سب سے اونچی گھاٹی تک پہنچنے کیلئے نچلی گھاٹیوں کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ جو شخص مال کی قربانی کے امتحان میں کامیاب نہ ہوسکا، وہ اس سے برتر امتحان میں کیسے کامیاب ہوگا۔

③ جان کی قربانی کا مرحلہ صرف جہاد (یعنی قتال) کے موقع پر ہی آتا ہے جو ہر زمانہ میں میسر نہیں۔ اس کے برعکس مالی قربانی کا موقع ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے جہاد کا ایک دائمی راستہ کھلا رکھا گیا ہے۔

آنحضور ﷺ نے جہاں حضرت ابو بکر ؓ کی بہت سی حسنات کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا: «وما نفعني مال أحد قط ما نفعني مال أبي بكر» (۴۳)

''مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابو بکر کے مال نے۔''

✳ اسلام کے دفاع کے لئے زبان کا جہاد نص رسولؐ سے ثابت ہے۔ بروایت انس بن مالک آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«جاهدوا المشركين بأموالكم وأنفسكم وألسنتكم» (۴۴)

''مشرکین سے جہاد کرو اپنے مال سے، اپنی جان سے اور اپنی زبانوں سے۔''

زبانی جہاد میں بلاشبہ قلم بھی شامل ہے۔ حضرت حسان بن ثابت ؓ کا مسجدِ نبویؐ میں کھڑے ہو کر مشرکین کی ہجو کرنا اسی جہاد کا حصہ تھا جس کی آنحضور ﷺ نے تحسین فرمائی۔

ملعون سلمان رشدی اور اس سے قبل رنگیلا رسول جیسی ہفوات کے ردّ میں علماء اسلام کے خطابات، مقالات اور کتب یقیناً اسی جہاد کی کڑیاں ہیں۔

قرآن کی وہ آیت جس میں نفس کا تذکرہ پہلے اور مال کا بعد میں، سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے:

{إِنَّ اللهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ، وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ}

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں

www.KitaboSunnat.com

اور قتل کئے جاتے ہیں۔اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے، تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔"(التوبہ:۱۱۱)

اس آیت میں نفس کے ذکر کو پہلے رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ یہاں اللہ اور بندے کے درمیان ایک سودے کا ذکر ہورہا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو قتال فی سبیل اللہ کے عوض جنت کی پیشکش کررہے ہیں۔ظاہر ہے سودا دو اَطراف کے درمیان ہوتا ہے۔مال خود تو ایک پارٹی کی حیثیت نہیں رکھتا کہ اس سے سودا کیا جائے۔یہاں ایک طرف اللہ تعالیٰ ہیں اور دوسری طرف اہل اسلام بنفس نفیس ہیں،اس لئے نفس کا ذکر پہلے کرنا ضروری ہوا۔

⑮ جہاد بمعنی قتال

دعوت اِلی اللہ کے نتیجہ میں جس جماعتِ حقہ کا ظہور ہوتا ہے اور پھر جب اسے حکومت کی شکل میں خلافت نصیب ہوتی ہے،اس خلافت کی حدود کی حفاظت کرنا اور دشمن کی یلغار کے وقت اس کا دفاع کرنا مسلمان پر فرض ہوجاتا ہے۔یہ چاہے فرضِ عین ہو جبکہ ہر بالغ اور مستطیع شخص کو امیر وقت کی طرف سے قتال کے لئے بلایا جائے یا فرضِ کفایہ ہو کہ اُمت کے جنگجو افراد کی ایک معقول تعداد دشمن کے مقابلہ کے لئے کافی ہو،دونوں صورتوں میں یہ جہاد قیامت تک قائم ودائم رہنے والا ہے:

«الجهاد ماض منذ بعثني الله إلى أن يقاتل آخر أمتي الدجال، لا يبطله جور جائر ولا عدل عادل»[۲۵]

''جب سے اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے،جہاد جاری رہے گا یہاں تک کہ میری اُمت کا آخری حصہ دجال سے لڑائی کرے گا،اس جہاد کو نہ کسی ظالم حکمران کا ظلم منسوخ کرسکتا ہے اور نہ کسی عادل حکمران کا انصاف ہی اسے منسوخ کرسکے گا۔''

بعض دفعہ کسی عظیم منکر (جیسے ایک طاغوتی اور ظالمانہ حکومت) کو ختم کرنے کے لئے بھی جہاد اپنی سرحدوں کی حفاظت تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔دعوتِ اسلام کے پھیلنے میں حائل رکاوٹوں کا مٹانا جسے قرآن کی زبان میں فتنہ کہا جاتا ہے،بھی اسی جہاد کا ایک حصہ ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً}

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہئے۔'' (التوبہ:۱۲۳)

بے کس اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے نکلنا بھی واجب ہے:

{وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا} (النسائ:۷۵)

''بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان ناتواں مردوں، عورتوں اور ننھے ننھے بچوں کے چھٹکارے کے لئے جہاد نہ کرو؟ جو یوں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لئے خود اپنے پاس سے حمایتی مقرر کردے اور ہمارے لئے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا۔''

{وَإِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيْثَاقٌ}

''اور اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے، سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے۔'' (الانفال:۷۲)

فتحِ مکہ کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ نے، قریش کے حلیف بنو بکر کی چیرہ دستیوں اور معاہدۂ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزیوں کے باعث آنحضور ﷺ سے داد رسی چاہی تھی۔

واضح رہے کہ ملک کا دفاع کرنا تو مسلم و غیر مسلم سب جانتے ہیں۔ اس لئے دفاعی جہاد کے بارے میں تو سرے سے کوئی غلط فہمی ہونی ہی نہیں چاہئے، البتہ ایک مسلم حکومت اتنی طاقتور ہونی چاہئے کہ مظلوم مسلمانوں پر ظلم، تعدی، جبر و استبداد ہوتا دیکھتے ہوئے ان کی مدد کو آسکے۔ اس زمانہ میں فلسطین، کشمیر، بوسنیا اور چیچنیا کی مثالیں آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔

کیا یہ مقامِ افسوس نہیں کہ آج کل ایک سپر پاور صرف اقتصادی فوائد، سیاسی و عسکری برتری حاصل کرنے اور صہیونی ریاست کو تحفظ دینے کے لئے ہزاروں میل دور سے مسلم ممالک پر یکے بعد دیگرے شبخون مار رہی ہے اور عالم اسلام ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم کی تصویر بنا ہوا ہے۔ ہمارے حکمران اور بہت سے اہل علم معذرت خواہانہ انداز اپناتے ہوئے صرف یہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ اسلام صرف صلح و آشتی کا مذہب ہے، اسے لڑائی بھڑائی سے کیا سروکار!!

www.KitaboSunnat.com

یقیناً اسلام اصلاً امن، صلح اور امان لے کر آیا ہے، لیکن اگر عصر حاضر کے جابر حکمران انصاف کی جگہ ظلم کا ساتھ دیں، نہتے لوگوں پر بم برسائیں اور ان کی بستیاں جلا کر خاک کر دیں، ایک جگہ کے باشندوں سے اس کا وطن چھین کر دوسرے لوگوں کو بخش دیں۔ شریعت کے نفاذ میں تعطل پیدا کرنے کے لئے طاقت اور دباؤ سے کام لیں، بے گناہ اشخاص کو بغیر کسی عدالتی فیصلہ / محاکمہ کے اذیت گاہوں میں قید کر دیں تو اسلام کے نام لیواؤں کا فرض ہے کہ وہ اسلام کے تصورِ جہاد و قتال کو بھی نظریاتی اور عملی، دونوں طرح لوگوں پر واضح کر دیں۔ اس ضمن میں سیرتِ نبویہؐ سے ہمیں یہ ہدایات ملتی ہیں:

① جہاد کے لئے ہمیشہ اپنے آپ کو تیار رکھا جائے جس کا تذکرہ سورۃ الانفال کے ضمن میں آچکا ہے۔

② جہاد کے لئے اپنے امیر کا ساتھ دیا جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بروایت ِ ابوہریرہؓ ارشاد فرمایا: **«الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برا كان أو فاجرا»** [٣٦]

''جہاد تمہارے اوپر واجب ہے، ہر امیر کے ساتھ، چاہے وہ نیک ہو یا گناہگار''

اور اس سے یہ اُصولی بات بھی طے ہو گئی کہ ایسے امیر کا انتخاب کیا جائے جو جہاد کا قائل ہو، اور اگر وہ سرے سے جہاد کا قائل ہی نہ ہو تو وہ جہاد کی طرف کیسے بلائے گا اور کیوں بلائے گا؟

③ دشمن کے مقابلہ کے وقت دعا مؤمن کا ہتھیار ہے، لیکن یہ دعا اس وقت پر تاثیر ہو گی جب مجاہدین واقعی جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ بدر کے میدان میں اپنے تین سو ۳۱۳ تیرہ جاں نثاروں کو لے آنے کے بعد ساری رات اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں کرتے رہے۔ آپؐ نے یہاں تک کہہ دیا کہ

«اللهم أنجز لي ما وعدتني، اللهم آتني ما وعدتني، اللهم إن تهلك هذه العصابة من أهل الإسلام لا تعبد في الأرض» [٣٧]

''اے اللہ! جو وعدہ کیا ہے پورا کر، اے اللہ! مجھے وہ دے جس کا تو نے وعدہ کیا ہے، اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین میں پھر تیری عبادت نہ ہو گی۔''

البتہ اگر کہیں جہاد جاری ہو تو اس میں مال کے ساتھ بدرجہ اولیٰ اور دعا کے ساتھ بدرجہ اتم شامل رہنا چاہئے۔ نوازل کے وقت قنوتِ نازلہ کی پابندی اسی ذیل میں آتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

ایک مشہور محدث یحییٰ بن معاذ الرازی نے ایک دن جہاد، أمر بالمعروف والنھی عن المنکر کے بارے میں وعظ کیا تو ایک عورت نے ان سے کہا: ''یہ ایسا فرض ہے جو ہم عورتوں سے ساقط کردیا گیا ہے۔'' انہوں نے کہا: ''مان لیا کہ تم سے ہاتھ اور زبان کا ہتھیار ساقط کردیا گیا، لیکن دل کا ہتھیار تو ساقط نہیں کیا گیا۔'' تو اس عورت نے کہا:

''تم نے صحیح کہا: اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔''[۲۸]

اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی اس سنتِ ثابتہ کا تذکرہ مناسب ہوگا جس سے مسلمان کی عارضی ہزیمت کی حکمت عیاں ہوتی ہے۔

پہلے اس بات کا ذکر آچکا ہے کہ مصائب کا نزول چاہے وہ آسمانی حوادث ہوں یا جنگ وجدال کی صورت میں جانی و مالی نقصان، مسلمانوں کے اپنے گناہوں کی پاداش میں نازل ہوتے ہیں، لیکن اس نقصان و ہزیمت کے وقت اہل ایمان اور اہل کفر و نفاق کے درمیان تمیز بھی ہوجاتی ہے۔ شکست کے اسباب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر کی نافرمانی، اپنوں کی بے وفائی اور غداری، جنگی چالوں میں بے بصیرتی اور تھڑدِلی، آلاتِ حرب کی کمی وغیرہ کئی عوامل کا دخل ہوسکتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ صابرین اور منافقین میں بھی امتیاز قائم ہوجاتا ہے، تاکہ آئندہ کا تدارک کیا جاسکے اور صفوں کو مضبوط بنایا جاسکے۔

غزوۂ اُحد کے موقع پر عارضی ہزیمت کے ضمن میں اس سنت کا بیان ہوا:

{إِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَتِلْكَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَائَ وَاللهُ لاَيُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ}

''اگر تم زخمی ہوئے ہو تو تمہارے مخالف لوگ بھی تو ایسے ہی زخمی ہوچکے ہیں۔ ہم ان دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ شکست اُحد) اس لئے تھی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ظاہر کردے اور تم میں سے بعض کو شہادت کا درجہ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔''(آل عمران:۱۴۰)

{وَلِيُمَحِّصَ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ} (آل عمران:۱۴۱)

''(یہ وجہ بھی تھی) کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بالکل الگ کردے اور کافروں کو مٹادے۔''

{أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ}
(آل عمران:۱۴۲)

''کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر

نہیں کیا کہ تم میں جہاد کرنے والے کون ہیں، اور صبر کرنے والے کون ہیں۔''

غزوۂ اُحد کی اس عارضی ہزیمت سے لے کر اگر ایک لمبی جست لگائی جائے اور پچھلی دو صدیوں کے ان معرکوں کا جائزہ لیا جائے جس میں ایک اچھی بھلی مسلمان قیادت کے ہوتے ہوئے بھی ہزیمت کے چرکے اُٹھانا پڑے، جیسے ٹیپو سلطان اور معرکہ سرنگاپٹم (۱۷۹۹ئ)، سراج الدولہ اور جنگ ِپلاسی (۱۷۵۷ئ)، شہیدین کا معرکہ بالا کوٹ (۱۸۳۶ئ)، متحدہ پاکستان کے دور میں سقوطِ ڈھاکہ (۱۹۷۱ئ)، سقوطِ بیت المقدس (۱۹۶۷ئ) تو ان میں مذکورہ بالا عوامل میں سے کسی ایک کا یا ایک سے زائد کا دخل دکھائی دے گا۔

عقل مندی کا تقاضا ہے کہ اُمت ِمسلمہ منفی عوامل کا سدِباب کرے اور ان مثبت عوامل کو اپنائے جو اس کے لئے عزت و افتخار کا باعث ہوسکتے ہیں۔

اورآخر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اگر اس تحریر کا راقم کہیں بھی لغزش کا شکار ہوا ہے تو اسے اپنے عفو و درگزر سے ڈھانپ لے اور اگر حق و سچائی کی بات کی ہے تو اسے قبولیت سے نوازے۔ **وصلی اللّٰہ تعالٰی علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین**

---

① بروایت عائشہؓ: احمد، مسلم، ابوداود ② بروایت نعمان بن بشیرؓ: احمد، بخاری، ترمذی

③ بروایت ثوبانؓ: ابوداود ④ بروایت ثوبانؓ: مسلم، ترمذی، ابوداود

⑤ اضافات بروایت ثوبانؓ: احمد، ابن ماجہ، حاکم ⑥ بروایت ابی بن کعبؓ: احمد، ابن حبان، حاکم، بیہقی

⑦ ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ ۴:۳۴۵ ⑧ بروایت ابوامامہ: احمد، ابوداود

⑨ بروایت معاذؓ بن جبل: عقیلی، ابن عدی، طبرانی، ابونعیم، بیہقی ⑩ ابن کثیر: البدایہ والنہایۃ ۵:۴۱

⑩ بروایت عمرؓ بن الخطاب: مالک، احمد، بخاری، مسلم ابوداود، ترمذی ⑬ بروایت علیؓ: مسلم، نسائی

⑪ بروایت عائشہؓ: احمد، بخاری، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ

⑭ عبدالرحمن ناصر سعدی: تفسیر بعنوان تیسیر الکریم الرحمن۔ ص ۱۴۳۱ ⑮ مسلم، ترمذی، ابوداود

⑯ بروایت ابوہریرۃ: بخاری، ابوداود، نسائی ⑰ ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ ۴:۲۸۱

⑱ ابن کثیر: التفسیر ۲:۷۴ ⑲ بروایت ثوبانؓ: مسلم، ترمذی، ابن ماجہ

⑳ بروایت عمران بن حصینؓ: احمد، ابوداود، حاکم ㉑ بروایت ابوہریرۃ: ترمذی

㉑ انگریزی جریدہ Impact عدد ۱۱، ۱۲ جلد ۳۳، نومبر دسمبر ۲۰۰۳ئ ㉓ ابوداود، نسائی

㉔ بروایت ابوموسیٰ الاشعریؓ: بخاری، مسلم ㉕ بروایت انسؓ: ابوداود

㉖ بروایت ابوہریرۃ: ابوداود۔ یہ روایت ضعیف ہے، لیکن پچھلی حدیث (بروایت انس) اس کی شاہد ہے۔

㉗ مسلم، ترمذی ㉘ مجلہ البیان (لندن)۔ سال ۲۰۰۳ء کے اعداد

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور مغرب

سید عزیز الرحمٰن☆

مغرب کا سائنسی و نفسیاتی زاویۂ فکر؛ تدریج و ارتقا

جوں جوں انسان مادّی ترقی کے مدارج و منازل طے کر رہا ہے، اسی رفتار سے اس کی ذہنی و نفسیاتی کشمکش اور اس کا روحانی اضطراب بھی مسلسل بڑھ ہو رہا ہے، اور اس میں مزید اضافے کا رجحان ہے۔ نفسیاتی امراض کے حوالے سے ہونے والے سروے، مختلف تحقیقی رپورٹیں اور مختلف ذرائع سے حاصل ہونے والے نتائج متواتر اس امر کی جانب اشارہ کر رہے ہیں کہ مادّیت کی دوڑ میں جو جس قدر آگے ہے (الا ماشاء اللہ) وہ اسی قدر روحانی و نفسیاتی اعتبار سے بے اطمینانی و بے سکونی، روحانی صدمے، بے چارگی، اور اتنی ہی زیادہ تنہائی کی کیفیات سے دوچار ہے، حالانکہ اس بھری پُری کائنات میں کسی انسان کا تنہا ہونا ویسے ہی کسی لطیفے سے کم نہیں، اسی لئے راقم نے صرف تنہائی نہیں 'کیفیتِ تنہائی' کا ذکر کیا ہے، جسے 'احساسِ تنہائی' کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ کیفیات اور انسان کو لاحق ہونے والے یہ جدید مسائل سائنسی ترقی کی مکمل نفی کرتے نظر آتے ہیں۔ اور اگر نرم الفاظ استعمال کیے جائیں، تب بھی ان حالات کو سائنسی ترقی کے لئے سب سے بڑا چیلنج قرار دینے میں تو شاید کسی کو اختلاف نہ ہوگا، وہ سائنسی ترقی جس کا مقصد ہی انسان کو اس مادّی دنیا میں تمام سہولتوں اور آسائشوں سے مالا مال کرنا اور اسے ہمہ جہت پر آسائش زیست سے روشناس کرنا تھا۔ ①

اہل بصیرت اور اصحابِ علم و فضل کے نزدیک اس نفسیاتی الجھن اور ذہنی کشمکش کا بنیادی سبب اللہ تعالیٰ سے، اپنے خالق و مالک اور معبودِ حقیقی سے علمی و عملی طور پر مکمل و مستقل جدائی

☆ نائب مدیر ششماہی 'السیرۃ' عالمی، کراچی..... آپ کا اسی حوالے سے ایک اور مضمون محدث میں پہلے بھی شائع ہوچکا ہے: 'مذہب اور سائنس کا باہمی تعلق: اسلام کا نقطہ نظر' شائع شدہ محدث، اپریل ۲۰۰۳ء

www.KitaboSunnat.com

وانحراف کے بعد یہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی نے انسان سے اس کا مقصدِ حیات چھین کر اس مشینی زندگی میں خود اسے بھی ایک مشین کا درجہ دے دیا ہے، بلکہ مشین کے بھی ایک پرزے کا، فقط ایسا پرزہ جو اگر حسبِ توقع کام نہ کرے تو اسے تبدیل کردیا جائے☆۔اس المیے کا احساس خود اہل مغرب کو بھی ہے، ایک معروف مغربی مفکر برٹرینڈ رسل (Bertrand Russel) نے تو یہ تک کہہ ڈالنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی کہ

''اس کرۂ ارض پر انسانیت کا شاید یہ آخری دور ہے، اور سائنس ہی اسے معدوم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔'' وہ تو یہ تک کہتا ہے کہ

''وہ مشین جس کی اس حد تک توقیر کی جارہی ہے وہ عصر جدید کا شیطان ہے''۔ (۲)

حالانکہ یہی رسل اس سے قبل خود اس زندگی کو بے مقصد اور اندھی طاقتوں کا تماشا تسلیم کرچکے ہیں۔ایک اور مفکر اور انگلینڈ کا معروف فاضل الڈوس ہکسلے (Aldous Huxley) کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر صاف صاف کہتا ہے:

''اس سائنس نے جو تمام اخلاقی قیود واقدار سے ہر طرح آزاد ہے، انسان سے اس کی آزادی اور اس دنیا سے امن، دونوں چیزیں چھین لی ہیں۔'' (۳)

یہ آرا اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ سائنس کا تفوق اپنے اثبات کے بعد اب اپنی بقا کے لئے سرگرداں ہے، اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اسے خطرہ کسی اور سے نہیں، انسانی زندگی پر اس کے اپنے بڑھتے ہوئے اثرات سے ہے.....!!

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ خود اہل مغرب نے اس پر غور کیا ہے اور نہ صرف غور کیا ہے بلکہ سائنسی ترقی کے شانہ بہ شانہ پروان چڑھنے والے نفسیاتی و فکری انتشار کو سمجھنے کی اور اس کا حل پیش کرنے کی کوشش کی ہے، مگر وہ اس میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوسکے، ہاں جزوی کامیابی ضرور ہوئی ہے جس کی مثال خود رسل ہے۔اس نے دائمی مسرت کے حصول (Conquest of Happiness) کے سلسلے میں بہت سے عنوانات کے تحت بحث کی ہے

☆ یہی وجہ ہے کہ مغرب میں انسان کی زندگی اور موت کے لئے استعمال کئے جانے والے الفاظ میں ان کے عقائد کی بھرپور جھلک موجود ہے چنانچہ وفات کو Expire سے، عمر بڑھنے کو انسان کے پرانا ہونے سے تعبیر کرنے سے ان کی انسان کے بارے میں بھی مادی اور مشینی سوچ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مدیر

www.KitaboSunnat.com

اور اس میں شک نہیں کہ بہت سی نفسیاتی و ذہنی الجھنوں اور عوارضات کا صحیح تجزیہ کیا ہے، لیکن چونکہ وہ اور دوسرے تمام غیر مسلم مفکرین انسان اور اس کے مقصدِ حیات کے بارے میں مخصوص زاویۂ نظر رکھتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے ہٹا ہوا اور بعض مرحلوں میں اس سے یکسر مختلف و متضاد ہوتا ہے، اس لئے ان کی ساری تگ و دو یک رخی ہو جاتی ہے، اور ان کے لئے صحیح توجہ اور صحیح علاج تجویز کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

ان سطور میں مغرب کی انہی چند نفسیاتی کش مکشوں اور سائنسی زاویۂ فکر کے مختلف ارتقائی مراحل کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں چند نکات پیش کئے جائیں گے۔

سائنس اور مذہب کا تصادم، مغرب کی ایک نفسیاتی کش مکش

مذہب ایک انسانی ضرورت ہے۔ انسان نفسیاتی طور پر ایک ایسے سہارے کا متلاشی رہتا ہے جو اسے مشکلات میں سہارا دے سکے اور جسے انسان اپنی عقیدتوں کا محور قرار دے سکے، 'اسلام' اس فطری ضرورت اور نفسیاتی احتیاج کو فطری طریقے سے ہی پورا کرتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اقوامِ مغرب خصوصاً جدید سائنسی تمدن کی حامل اقوام جن کا غالب مذہب رسمی طور پر 'عیسائیت' ہے، مذہب کی اس ضرورت کو عقلی اور عملی طور پر تسلیم کرنے سے انکاری رہے ہیں۔

ان کا خیال خواہ عقل و دانش کی نظر میں کتنا ہی غیر منطقی کیوں نہ ہو، ان کی اس فکری لغزش کی بنیاد ضرور موجود ہے، وہ بنیاد کلیسا اور اہل سائنس کا فکری تصادم ہے جس کی وجہ یہ تھی کہ بائبل کی محرف روایات جدید سائنسی تقاضوں، روایات اور انکشافات سے براہِ راست ٹکراتی تھیں☆، اور کلیسا نے اس سے اپنے وجود کے لئے خطرہ محسوس کیا، اس لئے جب تک وہ طاقت ور رہا، اس نے سائنس کو ردّ کرنے اور سائنسی فکر کے حامل افراد کو کچلنے میں اپنی ساری قوت صرف کردی، نتیجتاً جب سائنس کے علما اور آزاد خیال اسکالر طاقت ور ہوئے تو انہوں نے کلیسا

☆ عیسائیت پر اعتماد نہ کرنے کی وجوہات میں محرف ہونے کے ساتھ اس کا دین کامل نہ ہونا بھی ہے۔ سابقہ مذاہب مخصوص مدت اور مخصوص لوگوں کے لئے آتے رہے۔ جبکہ اسلام اللہ کے دین کا مکمل، فائنل اور تاقیامت آخری ماڈل ہے جو ہر زمانے کے چیلنج کا سامنا کرنے کی اتم صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ صلاحیت دوسرے کسی مذہب میں موجود نہیں۔ مدیر

www.KitaboSunnat.com

کو زیر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

سائنس اور مذہب کے تصادم کی اصل بنیاد اور اصل سبب صرف اسی قدر تھا، اگر سائنس سے وابستہ مفکرین اس حقیقت کو اس کے صحیح تناظر میں دیکھتے تو ان کا تصادم دیگر مذاہب خصوصاً اسلام سے ہو ہی نہیں سکتا تھا، مگر ان کو پڑنے والی مار اس قدر شدید تھی کہ وہ مذہب سے اس قدر متنفر ہوئے کہ انہوں نے درست سمت میں سوچنا ہی چھوڑ دیا، بلکہ یوں کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ روشن خیالی کو بنیاد بنا کر کلیسا سے ٹکر لینے والے سائنسی مفکرین بعد میں اس انتہا پسندی تک چلے گئے کہ روشن خیالی کی ساری حدود انہوں نے اپنے لئے ممنوع قرار دے دیں اور اپنے حصار میں محدود ہوگئے، گو کہ یہ ان حالات کا ردِ عمل تھا، جو ان کے ساتھ ماضی میں پیش آچکے تھے، مگر انہیں اپنے اس انتہا پسندانہ ردِ عمل میں، جس میں انہوں نے سرے سے مذہب ہی کو خود اپنے الفاظ میں دیس نکالا دے دیا، اس لئے حق بجانب قرار نہیں دیا جاسکتا کہ ان کے سامنے اسلام کی تعلیمات واضح صورت میں موجود تھیں، ضرورت صرف اس قدر تھی کہ انہیں پڑھتے، ان میں غور فکر کرتے، پھر کوئی نتیجہ اخذ کرتے، جس پر ان کے ردِ عمل کا انحصار ہوتا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر آنے والا دن اور مشرق کے افق پر طلوع ہونے والا سورج ہر روز اسلام کی حقانیت کی ایک نئی دلیل، ایک نئی شہادت لے کر طلوع ہو رہا ہے، اور یوں قرآن کی یہ پیش گوئی پوری ہو رہی ہے:

{سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ}[5]

''عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں اور خود ان کے اندر، حتیٰ کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے۔''

اس لئے سائنس کی ایجادات، اور جدید سائنسی انکشافات و اکتشافات اسلام کے خلاف نہیں بلکہ اس کے حق میں ہیں، اور غور کیا جائے تو اس کے اثبات و تبلیغ کے لئے مدد و معاون ہیں۔ مذہب کے بارے میں مغرب کا نظریہ اب اس حد تک باغیانہ ہو چکا ہے کہ جولین ہکسلے یہ کہتے ہوئے بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتا کہ

''خدا کا تصور اپنی افادیت کے آخری مقام پر پہنچ چکا ہے، وہ مزید ترقی نہیں کر سکتا۔ مافوق

www.KitaboSunnat.com

الفطرت طاقتیں دراصل مذہب کا بوجھ اٹھانے کے لئے انسانی ذہن نے اختراع کی تھیں، پہلے جادو پیدا ہوا، پھر روحانی تصرفات نے اس کی جگہ لی، پھر دیوتاؤں کا عقیدہ اُبھرا اور اس کے بعد ایک خدا کا تصور آیا، اس طرح ارتقائی مراحل سے گزر کر مذہب اپنی آخری حد تک پہنچ کر ختم ہوچکا ہے۔ کسی وقت یہ خدا ہماری تہذیب کے ضروری مفروضے اور مفید تخیلات تھے، مگر اب جدید ترقی یافتہ عہد میں وہ اپنی ضرورت اور افادیت کھو چکے ہیں۔'' ①

حالانکہ جس مرحلے کو یہ ترقی یافتہ کہہ رہا ہے، شاید وہ خود نہیں جانتا کہ اس کے ارتقائی سفر کا یہ بھی محض ایک مرحلہ ہی ہے، اور بالآخر اُس سمیت ساری کائنات کو ایک آخری نکتے پر آنا ہے، جو فطرت کا تقاضا اور انسان کے اندر کا مطالبہ ہے، اور جہاں پہنچ کر انسانیت کے مذہبی تصورات کے بارے میں اس کے تراشے ہوئے یہ دیو مالائی تصورات خود بخود پاش پاش ہو جائیں گے۔

عضویات کا ایک پروفیسر اس معاملے میں ہکسلے سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے یہ کہتا ہے، حالانکہ یہ کہنے کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ

Science Has Shown religion to be history's Cruelest and wickedest Hoax ②

''سائنس نے ثابت کردیا ہے کہ مذہب تاریخ کا سب سے زیادہ دردناک اور سب سے بدترین ڈھونگ تھا۔''

اس نکتہ نظر کے مخالف اسلام کا نقطہ نظر ہے جو یہ کہتا ہے کہ خالق کائنات نے جب انسان کو وجود بخشا اور اسے اس کائنات میں بھیجا تو جہاں اس کی مادّی ضرورتوں کا خیال رکھا، وہیں اس کی روحانی ضرورتوں اور ہدایت کے لئے بھی پورا نظام وضع کیا۔ یہ نظام رسالت و نبوت کہلاتا ہے، اس کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا، اور اس کا اختتام ختمی مرتبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔ اس دوران جب بھی خدا کی مخلوق میں گمراہی پھیلی اور وہ راہِ فطرت چھوڑ کر باطل راستوں پر گامزن ہوئی تو ان کی ہدایت و راہنمائی کے لئے پیغمبر مبعوث کئے، ان تمام انبیا کی تعلیمات یکساں تھیں، اور جزوی و فروعی فرق کو چھوڑ کر جو وقت اور حالات اور اقوام کے اعتبار سے تھا اور معمولی تھا، ان کی تعلیمات کی اساسیات میں کوئی فرق نہ تھا۔ بعد

www.KitaboSunnat.com

میں ان آسمانی مذاہب کے ماننے والوں نے ان میں تغیر و تحریف سے کام لے کر ان کا حلیہ تبدیل کر دیا۔ 'اسلام' البتہ خود اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے سبب کہ

{اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّکْرَ وَاِنَّالَہٗ لَحٰفِظُوْنَ} ⑧

''ہم نے ہی یہ ذکر (قرآنِ کریم) نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

محفوظ رہا اور تا قیامِ قیامت اس نے محفوظ رہنا ہے کہ یہی آخری، ابدی اور فطری دین ہے، اور اس کے سوا، اس سے ہٹ کر، اس کے علاوہ کہیں اور کوئی راہِ نجات نہ موجود ہے نہ ممکن ہے۔ لیکن مذہب کے بارے میں مغرب کا رویہ اب لچک کھاتا دکھائی دے رہا ہے، ایک مغربی مفکر شمٹ کہتا ہے:

''اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ انسان کے ابتدائی تصور کی اعلیٰ ترین ہستی فی الحقیقت توحیدی اعتقاد کا خدائے واحد تھا، اور انسان کا دینی عقیدہ جو اس سے ظہور پذیر ہوا وہ پوری طرح ایک توحیدی دین تھا۔'' ⑨

لیکن اب بھی غالب اکثریت کا یہی رجحان ہے کہ وہ مذہب کو اور موجودہ حالات میں اسلام کو اپنا حریف سمجھے ہوئے ہیں، حالانکہ ان کو ان حالات میں اگر کوئی چیز تحفظ دے سکتی ہے تو وہ فقط اسلام ہے، یہ حقیقت ان کی فہم کو جس قدر جلد قائل کر لے اسی قدر ان کا فائدہ ہے، کیوں کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے بقول:

''فلسفہ شک کا دروازہ کھول دے گا، اور پھر اسے بند نہیں کر سکے گا۔ سائنس ثبوت دے گا مگر عقیدہ نہیں دے سکے گا لیکن مذہب ہمیں عقیدہ دیتا ہے، اگرچہ ثبوت نہیں دیتا۔ اور یہاں زندگی بسر کرنے کے لئے صرف ثابت شدہ حقیقتوں کی ہی ضرورت نہیں ہے بلکہ عقیدے کی بھی ضرورت ہے۔ ہم صرف انہی باتوں پر قناعت نہیں کر سکتے جنہیں ثابت کر سکتے ہیں اور اس لئے مان لیتے ہیں۔ ہمیں کچھ باتیں ایسی بھی چاہئیں جنہیں ثابت نہیں کر سکتے، لیکن مان لینا پڑتا ہے۔'' ⑩

اخلاقیات؛ مادّیت کی لپیٹ میں

جدید سائنس کے آغاز سے ہی انسانی و سائنسی نفسیات مادّیت کے دھندلکوں کا شکار ہونا شروع ہو گئی تھی، ان اثراتِ بد نے انسانی نفسیات کو اُلٹ کر دکھ دیا، اور انسان کے روحانی

www.KitaboSunnat.com

وجود کو مفلوج کر ڈالا، اس کا ثمرہ یوں سامنے آیا کہ وہ انسان جو آفاقی سوچ، بلند اخلاقی قدروں، ربانی قوتوں اور ارفع انسانی صفات کا حامل تھا، محض ایک مشینی پرزہ بن کر رہ گیا۔ اس کی تمام امتیازی صفات رفتہ رفتہ اس سے رخصت ہو گئیں، اور ان کی غیر موجودگی میں پیدا ہونے والا خلانری حیوانی صفات اور خالص غیر انسانی اخلاقیات کو پر کرنا پڑا، جب انسان کا اپنے مرکز و محور سے ناتا ٹوٹا تو اس کی نفسیات نے تمام حدود پامال کر ڈالیں، اور وہ کچھ ہو گیا جس کا دو صدی قبل تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ تمام تر جاہلانہ رویے 'علم' کے نام پر اور سارے غیر اصلاحی اقدام ترقی پسندی کے عنوان سے روا رکھے گئے، یہ وہی بات تھی جسے شاعر نے اپنے انداز میں یوں بیان کیا۔

خرد کا نام جنون رکھ دیا، جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

اس ساری تگ ودو کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کا وقار خاک میں مل گیا، اور اس کا امتیاز تباہ ہو کر رہ گیا، اور انسانی حقوق کاغذوں میں تو بڑے نمایاں ہوگئے، مگر درحقیقت ذبح کرکے رکھ دیئے گئے، اور بقول شخصے:

''مادّہ پرستانہ فکر نے سائنس اور منطق کا جامہ پہن کر نفسیات کو آمریت، سرمایہ دارانہ نظام اور آمرانہ جمہوریت کے لئے ایک آلہ کار بنا دیا۔''[11]

مغرب کا فلسفہ اخلاق جن بنیادوں پر استوار ہے، اس کو ان دو عنوانات کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے: ① لذتیت ② افادیت

پھر افادیت کے تحت وہ تمام اقسامِ مادّیت آجاتی ہیں جن میں انسان کو اس جہاں کے اعتبار سے کوئی فائدہ محسوس ہوتا ہے، درحقیقت لذتیت بھی افادیت ہی کی ایک قسم قرار دی جاسکتی ہے۔ان ہی نفسیاتی لغزشوں کا ثمرہ ہے کہ آج یورپ کے ہاں فطرت سے مراد بھی فطرتِ حیوانی ہے، فطرتِ انسانی نہیں۔ وہ جن چیزوں کو فطرت قرار دے رہے ہیں، ان سے فطرتِ سلیمہ ابا کرتی ہے اور مغرب کی مزعومہ 'فطرت' ہر قسم کے لطیف احساسات، منصفانہ خیالات، پاکیزہ جذبات، اخلاقی ضمیر، قلبِ سلیم، ذوقِ لطیف اور عقل سلیم؛ ان سب سے

www.KitaboSunnat.com

آزاد اور بے نیاز ہوتی ہے۔ وہ صرف حقوق کی خواہاں ہے، فرائض سے اسے کوئی سروکار نہیں، اسے پابندیوں اور حدود و قیود سے سخت تنفر ہے، کیوں کہ یہ بھی فرائض کی یاد دلاتے ہیں۔ یہ نفسیات جو بدیہی طور پر جدید اصطلاح میں سائنٹزم (Scientism) کی پیدا وار ہے، ہمہ جہت اخلاقی انقلاب کا سبب بنی، لیکن مکمل طور پر ایک سلبی و منفی انقلاب جس سے انسانیت کو حاصل کچھ نہیں ہوا جبکہ کھونا بہت کچھ پڑا۔ مستقبل کا مؤرخ جب حتمی نتائج اخذ کرے گا تو اسے نفع کے خانے کو مکمل طور پر خالی رکھنا پڑے گا۔

مغرب کی اس نفسیاتی لغزش کے بارے میں ایک مغربی نو مسلم جناب محمد اسد کا تبصرہ پر مغز مدلل اور گہرا ہے۔ قدرے طویل اقتباس ملاحظہ فرمائیے، وہ کہتے ہیں:

"(یورپ میں) انسانوں کی ایک ایسی قطع پیدا ہو گئی ہے، جس کی اخلاقیت عملی افادیت کے سوال کے اندر محصور ہے۔ اور جس کے نزدیک خیر و شر کا بلند ترین معیار مادّی کامیابی ہے، مغرب کی معاشرتی زندگی موجودہ زمانے میں جس گہری تبدیلی سے گزر رہی ہے، اس میں نئی اخلاقی افادیت روز بروز زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوتی جارہی ہے، وہ تمام محاسن سوسائٹی کے مادّی مفاد پر براہِ راست اثر انداز ہوتے ہیں، مثلاً صنعتی قابلیت، وطن پرستی، قوم پرستانہ احساسِ جماعت، ان کی عظمت بڑھتی جارہی ہے، اور ان کی قیمت میں بعض اوقات غیر معقول طریقے پر مبالغہ کیا جاتا ہے۔ اس کے مقابل میں وہ محاسن جن کی ابھی تک محض اخلاقی حیثیت سے قیمت تھی، مثلاً محبتِ پدری یا ازدواجی وفاداری وہ بڑی سرعت کے ساتھ اپنی اہمیت کھو رہے ہیں، اس لئے کہ وہ سوسائٹی کو کوئی نمایاں مادّی فائدہ نہیں پہنچاتے۔

اس زمانے کی جگہ جس میں خاندانی روابط کا استحکام ہی خاندان اور قبیلے کی خیر و فلاح کے لئے ضروری تصور کیا جاتا تھا، مغربِ جدید میں اس زمانے نے لے لی ہے جو وسیع تر عنوانات کے تحت اجتماعی تنظیم کرتا ہے۔ ایک ایسی سوسائٹی میں جو بنیادی طور پر صنعتی ہے اور جس کی تنظیم بڑی تیز رفتاری کے ساتھ خالص میکانکی خطوط پر کی جارہی ہے، ایک فرد کا برتاؤ اپنے والد کے ساتھ کوئی معاشرتی اہمیت نہیں رکھتا، جب تک کہ یہ افراد اس عام معیارِ شرافت کے حدود کے اندر ایک دوسرے سے برتاؤ کرتے ہیں جو سوسائٹی نے افراد کے باہمی برتاؤ کے لئے مقرر کردیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپین باپ کا اقتدار اپنے بیٹے پر برابر کم ہوتا جارہا ہے، اور

www.KitaboSunnat.com

بیٹے کے دل میں اپنے باپ کی طرف سے عزت واحترام کا جذبہ روبہ زوال ہے۔ ان دونوں کے باہمی تعلقات تیزی کے ساتھ قابو سے باہر ہوتے جاتے ہیں، اور عملاً ایک ایسی مشینی سوسائٹی کے ذریعے ان تعلقات کا خون ہو رہا ہے، جس میں افراد کے باہمی حقوق کے منسوخ کردینے کا رجحان پایا جاتا ہے اور جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ خاندانی رشتہ داری کے پیدا کئے ہوئے حقوق بھی ختم ہوتے جاتے ہیں۔'' (۱۲)

اس موضوع پر گفتگو کا اختتام ایک اور مسلم مفکر کے خیالات پر کرتے ہیں، جن کی لمحہ بہ لمحہ 'تبدیل ہوتی ہوئی مغربی نفسیات اور مغرب کے افکار و اقدار' پر گہری نظر ہے۔ پروفیسر معزز علی بیگ اس تمام صورت حال پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

''سائنس اور منطق کا یہ جامہ دراصل بھیڑ کی وہ کھال ہے، جس میں وہ بھیڑیا خود کو چھپائے ہوئے ہے جو اس انسان دشمن اور خدابیزار تہذیب کا پروردہ ہے جس کی بربریت نے اسیریا اور روم سے اپنا لوہا منوالیا ہے۔ یہ انسان دشمن بازاری تہذیب اس 'عدوِ مبین' کی وہ سازش ہے جو انسانیت کو نذرِ آتش کرنے جارہی ہے، چنانچہ اس نے اسی سازش کے تحت نفسیاتی اور عمرانی علوم کو اپنا آلہ کار بنالیا۔ لیکن قرنِ ماضی کے دوسرے نصف حصے میں ایک فکری انقلاب نے ہمیں یہ بتادیا کہ یہ سائنس ایک جعلی اور مصنوعی سائنس یا سائینٹزم (Scientism) ہے، اور یہ منطق یا اس کی منطق حقیقت کی نفی ہے، یہ ایک دوئی (Dualism) سے ٹوٹے ہوئے تصورِ حقیقت (Outology)، ایک تضاد سے بکھرے ہوئے نظریۂ علم (Epistemdagy)، اور بازاریت کی متعفن چادر میں لپٹے ہوئے نظامِ اقدار کی پیداوار ہے۔ اس فکری انقلاب نے جو راستہ کھولا ہے، اس نے نفسیات کو انسانیت کی تعمیرِ نو کے لئے تیار کردیا ہے، جو موجودہ صدی میں ہمارے سامنے کچھ نتائج لائے گا۔'' (۱۳)

اہم بات یہ ہے کہ فاضل مفکر کے اس کلام سے اُمید کی ایک کرن پھوٹتی دکھائی دیتی ہے، جو حالات کی سنگینی کے پیش نظر بڑی خوش آئند اور امید افزا ہے!!

سائنسی ترقی، مگر اخلاقی تنزل

ایک جانب جہاں بجا طور پر سائنسی ترقی کا غلغلہ اور اس کی دھوم بپا ہے، دوسری جانب اس کے بالکل متضاد صورت سامنے آتی ہے، اور درحقیقت وہ اس قدر تکلیف دہ ہے کہ خود

www.KitaboSunnat.com

مغرب بھی اب اس سے خائف ہونے لگا ہے، وہ ہے اخلاقی تنزل کا معاملہ.....!!

اخلاقیات پر سائنٹزم کی بدولت مادّیت کی مار ہی کیا کم تھی کہ رہی سہی کسر اخلاقی قدروں کے زوال اور اخلاقی انحطاط نے پوری کر دی ہے، حالات تیزی سے وہ رخ اختیار کر رہے ہیں کہ ارفع واعلیٰ اخلاقی اقدار وافکار کی بات قصہ پارینہ ہو کر رہ گئی ہے، جس کا نتیجہ اس کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ مغربی اخلاقی تنزل کی سلسلے میں ذیل میں کچھ اعداد و شمار بوسنیا کے صدر علی عزت بیگووچ کی معروف کتاب 'اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش' سے پیش کئے جاتے ہیں، یاد رہے کہ اس کتاب کی اشاعت کے فوراً بعد فرانس نے اس پر پابندی عائد کر دی تھی:

- امریکہ میں ۱۹۶۵ء میں پچاس لاکھ جرائم کئے گئے، وہاں آبادی میں شرحِ اضافہ کی بہ نسبت جرائم میں اضافے کا تناسب چودہ گنا زیادہ تھا، آبادی میں شرح اضافہ ۱۳؍ فیصد اور جرائم میں اضافے کی شرح ۱۷۸ فیصد تھی۔
- امریکہ میں اس وقت جرائم کی صورت حال یہ ہے کہ ہر بارہ سکینڈ بعد کوئی نہ کوئی جرم سرزد ہوتا ہے، ہر ایک گھنٹے کے بعد ایک قتل ہوجاتا ہے، ہر پچیس منٹ کے بعد زنا کا واقعہ پیش آتا ہے، ہر پانچ منٹ کے بعد ڈاکہ پڑتا ہے اور ہر منٹ کے بعد کار چوری ہوجاتی ہے۔
- امریکہ میں قتل ہونے کی شرح میں سولہ سال میں تین سو فیصد اضافہ ہو گیا ہے۔
- مغربی جرمنی میں ۱۹۶۶ء میں بیس لاکھ جرائم درج ہوئے تھے اور ۱۹۷۰ء میں چوبیس لاکھ جرائم درج ہوئے، پچھلے دس برسوں میں قتل کئے جانے والے افراد کی تعداد میں ۳۵ فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔
- اسکاٹ لینڈ میں اس مدت میں خوفناک جرائم کی شرح میں سو فیصد اضافہ ہوا۔
- فرانس میں بھی یہی صورت حال ہے، ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۰ء تک چوریوں کی تعداد میں ۱۷۰؍ فیصد اضافہ ہوا، اور بلجیم میں ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۸ء تک جرائم میں دگنا اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔
- برطانیہ میں ۱۹۷۳ء میں چار لاکھ شرابی تھے، جن میں ۸۰؍ ہزار عورتیں تھیں، نیز ان میں سے ہر دوسری عورت نفسیاتی ہسپتال کی مریض بن جاتی ہے اور ہر تیسری عورت خودکشی کر لیتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

- سویڈن میں مرد و عورت میں سے ہر دسواں شخص کثرتِ شراب نوشی کا عادی ہے۔
- نفسیاتی امراض کے حوالے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ معیارِ زندگی جہاں بہتر ہو رہا ہے، وہیں قلبی اطمینان بھی رخصت ہو رہا ہے، خود کشی کے واقعات اور نفسیاتی مسائل وہیں پر کم تعداد میں ہیں، جو علاقے زیادہ ترقی یافتہ نہیں ہیں۔
- امریکہ میں ہر ہزار میں سے چار افراد دماغی ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں۔
- سویڈن میں ۱۹۶۷ء میں ایک ہزار سات سو خود کشیاں رجسٹرڈ ہوئیں، جو ۱۹۶۶ء کی بہ نسبت ۹ فیصد زیادہ تھیں، اور ۱۹۶۰ء کی بہ نسبت ۳۰ فیصد زیادہ۔
- ۱۹۶۸ء میں ہونے والے ایک جائزے سے معلوم ہوا کہ خود کشی کی بلند شرح کے حساب سے ابتدائی آٹھ ممالک یہ ہیں: ۱۔ مغربی جرمنی، ۲۔ آسٹریا، ۳۔ کینیڈا، ۴۔ ڈنمارک، ۵۔ فن لینڈ، ۶۔ ہنگری، ۷۔ سویڈن، ۸۔ سوئزرلینڈ۔[۱۴]

اگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ اعداد و شمار کوئی ۳۰، ۳۵ برس قبل کے ہیں تو حالات کی سنگینی کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس موضوع پر بحث سمیٹنے سے قبل ہم اس ضمن میں مزید کچھ اعداد و شمار پیش کرنا چاہیں گے، جو کہ نسبتاً حالیہ دور کے ہیں:

- امریکہ میں ایک تحقیق کے مطابق عصمت دری کا شکار ۵۰ فیصد خواتین کی عمر ۱۸ سال سے کم ہے، اور ۲۵ فیصد تو ۱۲ سال سے بھی کم عمر کی بچیاں ہیں۔
- زیادہ اندوہ ناک صورت حال یہ ہے کہ ان ۱۲ سال سے کم عمر بچیوں میں سے ۲۰ فیصد اپنے باپوں کی ہوس کا شکار ہوئیں۔ ۴۶ فیصد کو ان کے رشتے داروں اور ۳۰ فیصد کو دوستوں نے شکار کیا، صرف ۴ فیصد ایسی تھیں جن کی عصمت دری غیروں نے کی۔[۱۵]
- برلن پولیس کے مطابق شہر میں ہونے والے ۴۵ فیصد متشدد انہ جرائم ۱۴ سے ۱۸ سال کی عمر کے بچے کرتے ہیں۔[۱۶]
- لندن میں فحاشی کے کاروبار میں ۱۹۹۰ء کے مقابلے میں ۱۹۹۲ء میں ۳۵ فیصد اضافہ ریکارڈ کیا گیا، جبکہ ویسٹ یارک شائر، مانچسٹر اور کلیولینڈ میں یہ اضافہ ۸۰ فیصد تک تھا۔[۱۷]
- برطانیہ میں جسم فروشی کے ذریعے ماڈل گرلز سالانہ ۸۰ سے ۹۰ لاکھ پونڈ تک کماتی ہیں جو

www.KitaboSunnat.com

کہ کسی بڑے بزنس مین کی آمدنی سے کم نہیں۔[۱۸]

◉ چند مزید اعداد و شمار دیکھئے: امریکہ کے حوالے سے سالانہ ۲۰/ لاکھ ناجائز بچے، ۲۵ لاکھ غیر شادی شدہ مائیں، ۱۵ لاکھ مطلقہ عورتیں، ہائی اسکول کی ۸۶ فیصد نوعمر حاملہ طلبات،[۱۹]

اخلاقی تنزل کی یہ چند مثالیں پیش کی گئیں، ورنہ اس کی فہرست تو اس قدر طویل ہے کہ اس کا استقصا ممکن ہی نہیں۔

تعلیمی نظریات؛ مغرب کا ایک اور نفسیاتی بحران

تعلیم فی نفسہٖ اس طرح کی کوئی مقصود چیز نہیں، جس کا کسی سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ یہ نظامِ حیات سے مربوط ہے، اس لئے ٹھوس نظریات اور مستحکم اور واضح مقاصد رکھتی ہے، اسلام کا تعلیمی نظام اس کے تعمیری افکار سے منسلک اور اس کے نظامِ حیات سے مربوط ہے، اس لئے وہ واضح اہداف اور روشن مقاصد کا حامل ہے، لیکن مغرب کی مادّیت پرستانہ نفسیات نے تعلیم کو بھی اپنا شکار کرلیا، اور وہ اس ضمن میں بھی کوئی اعلیٰ وارفع مقاصد وافکار پیش نہ کرسکی، ان کی ساری تگ و دو کا محور چند ٹکوں کا حصول قرار پایا، میکالے نے ہندوستان میں جو نظامِ تعلیم رائج کیا وہ محض کلرک پیدا و تیار کرنے تک محدود تھا۔[۲۰] خود مغرب میں جب سائنسی علوم وافکار کا غلبہ ہوا تو معاشرتی علوم تحقیر کا شکار ہوگئے، اور انہیں ثانوی حیثیت کا حامل قرار دے دیا گیا،[۲۱] اور پھر نت نئے مگر زمینی حقائق سے دور خیالات کی بھرمار ہوگئی۔[۲۲] ان آزادانہ تعلیمی افکار کا نتیجہ یہ ہوا کہ نئی آنے والی نسل ہر اعتبار سے اخلاقی قدروں سے بے نیاز اور مثبت اسلوبِ زیست سے کنارہ کش ہوگئی، اسے خود اس کا علم نہیں رہا کہ زندگی کے ناگزیر معاملات میں اس کا ردعمل کیا ہونا چاہئے؟ اور کارزارِ حیات میں اس کا کردار کیا ہے؟ یہ بے مقصدیت مغربی نفسیات کا ایک خطرناک رجحان تھا، جس نے اس کی معاشرتی اقدار کو تہس نہس کرکے رکھ دیا، اب اسکا احساس بھی مغرب میں پیدا ہورہا ہے، لی کومٹ (Le Comte) لکھتا ہے:

"بچے کو فکری غذا دے دینا اور تھوڑی سی معلومات دے دینا، اور اس سے قبل اسے کوئی مضبوط اخلاقی بنیاد فراہم نہ کرنا جو اس کے فکری سفر کو برداشت کرسکے، یہ ساری تگ ودو ریت پر محل تعمیر کرنے کے مترادف ہے۔ عمارت جتنی اونچی ہوگی، گرنے کا اندیشہ اتنا ہی زیادہ قوی

www.KitaboSunnat.com

ہو گا (اگر بنیاد گہری و مستحکم نہ ہو)۔'' [۴۴]

لادینیت اور سائنٹزم کی چھاؤں میں پروان چڑھنے والے اس نظامِ تعلیم کے ثمرات پر گفتگو کرتے ہوئے مشہور مغربی اہل قلم والٹرلپ مین (Walter Lipman) نے کہا تھا:

''اسکول اور کالج دنیا میں ایسے افراد بھیج رہے ہیں، جو اس معاشرے کے ان تخلیقی اُصولوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں، جس میں انہوں نے رہنا ہے۔ اپنی ثقافتی روایات سے نابلد، نئے تعلیم یافتہ افراد اپنے ذہن و جذبات میں مغربی تہذیب کے تصورات، اُصول اور بنیادوں کا، نیز اس کی منطق و استدلال کا کوئی احساس اور شعور نہیں رکھتے، اگر یہی نہج رہی تو موجودہ تعلیم آخر کار مغربی تہذیب کو تباہ کردے گی۔'' [۴۴]

سر والٹیر موبرلے (Sir Walter Moberly) برطانیہ کے تعلیمی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں:

''ہم جس الجھن میں گرفتار ہیں وہ یہ ہے کہ ہماری جامعات سے فارغ ہونے والے زیادہ تر طلبا کو کوئی ایسا موقع پیش نہیں آتا جب وہ حقیقی اہمیت کے عظیم مسائل پر اپنا ذہن استعمال کر سکیں۔ تعلیمی غیر جانبداری کے زیر اثر وہ موجودہ سیاسی اور سماجی ماحول کے آگے سپر ڈال دینے اور سوچ بچار کی زحمت نہ اُٹھانے کے عادی ہو جاتے ہیں، اسی طرح وہ لادینیت کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں..... ساری تعلیم حاصل کر لینے کے بعد بھی وہ بنیادی طور پر غیر تعلیم یافتہ ہی رہتے ہیں۔'' [۴۵]

خود برٹرینڈ رسل اس امر کا خطرہ صاف محسوس کرتا ہے کہ موجودہ نہج پر چلتے ہوئے سائنسی تہذیب ترقی نہیں پاسکتی، بالفاظِ دیگر اسے موجودہ نفسیاتی پس ماندگی سے نکلنا ہو گا، ورنہ سائنسی تہذیب کی بالادستی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا، اس کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

''اگر سائنسی تہذیب کو برتر تہذیب بننا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ معلومات میں اضافے کے ساتھ ساتھ حکمت میں بھی اضافہ ہو۔ حکمت سے میری مراد زندگی کی غایات کا صحیح تصور ہے، مگر یہ وہ چیز ہے جس کو سائنس مہیا نہیں کر سکتی۔'' [۴۶]

یہ کس قدر واضح اور کھلا اعتراف ہے مذہب کی بالادستی کا، اس کی موجودہ سائنسی دور میں فعالیت اور ضرورت واہمیت کا، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ موجودہ حالت میں

www.KitaboSunnat.com

کوئی بھی دوسرا مذہب 'اسلام' کے سوا یہ راہنمائی اور صحیح فطری تصور حیات و نظامِ حیات نہیں عطا کر سکتا۔ اور آخر میں پروفیسر ہیرالڈ ایچ ٹٹس (Herold H. Titis) کی رائے ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں:

''تعلیم نے اپنے آپ کو ماضی کے روحانی ورثے سے الگ کرلیا، مگر اس کا کوئی مناسب متبادل دینے میں ناکام رہی ہے، نتیجتاً تعلیم یافتہ افراد بھی ایقان وایمان وزندگی کی قدر کے درست احساس اور دنیا کے بارے میں کسی ناقابل شکست ہمہ گیر نقطہ نظر سے عاری ہیں۔'' (۲۷)

مغربی مفکرین و ماہرین تعلیم کے یہ خیالات اپنی جگہ، جو خود بھی خدا ناشناسی کے سبب ادھورے اور نامکمل ہیں، مگر مغرب نے ان پر بھی غور نہیں کیا اور اپنے حالات کا از سر نو جائزہ لے کر اسے سنوارنے کے لئے کوئی پیش رفت نہیں کی۔

سائنسی تحقیق کے میدان میں اسلامی اور مغربی نفسیات؛ ایک تقابل

تحقیق کے میدان میں بھی مغرب کی نفسیات علیحدہ مزاج رکھتی ہے، جو مسلمانوں کے اُسلوبِ تحقیق سے جداگانہ ہے، اور اس کے تقابل سے بھی کئی ایک انکشافات ہوتے ہیں۔

مسلمان محققین کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے خصوصاً سائنسی تحقیق میں عملی اقدامات کو متعارف کرایا اور اسے برابر کی اہمیت دی، مسلم محققین کا دوسرا امتیازی وصف یہ ہے کہ انہیں اپنے پیش روؤں سے استفادہ کرنے میں جھجک نہیں تھی، لیکن جو چیز جس سے لی اس کا بھرپور اعتراف بھی کیا، پھر اچھے محققوں کی مانند ان کی آرا کو تحقیق و تنقید کے اُصولوں پر پرکھا، اگر انہیں اپنے پیش روؤں کی رائے سے اتفاق تھا تو اس کا ذکر کیا، اگر اختلاف ہوا تو اس کا بھی اظہار کیا، مگر پورے احترام کے ساتھ، اور اگر ان کی تحقیق یا فکر میں کوئی کمی محسوس کی تو اسے پورا کردیا، البیرونی اس طریقۂ کار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''میں نے وہی کیا ہے، جو ہر انسان پر واجب ہے کہ اپنے فن میں کرے، یعنی اس فن میں جو لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں، ان کے اجتہادات کو قبول کرے، اور اگر کچھ خلل پائے تو بے جھجک اس کی اصلاح کردے، اور جو کچھ خود اسے سوجھے اسے اپنے بعد آنے والے متاخرین کے لئے بطور ایک یادداشت محفوظ کر جائے۔'' (۲۸)

www.KitaboSunnat.com

ویڈیمان مسلمانوں کے اندازِ تحقیق کے بارے میں اپنی رائے یوں ظاہر کرتا ہے:

''یونانیوں کے ہاں نتائج تحقیق ہمارے سامنے اپنی آخری کلاسیکی شکل میں آتے ہیں، چنانچہ بعض استثنائی صورتوں کے علاوہ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ ہم ان کی اُٹھان کا سراغ لگا سکیں، لیکن عربوں (مسلمانوں) کے ہاں صورتِ حال یکسر مختلف ہے، عرب جس کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں، اس کے قدم بہ قدم ارتقا کی وضاحت کرتے ہیں، کچھ اس طرح جیسے آج ہمارے بعض محققین کرتے ہیں، ان کی اس وضاحت کے پیش نظر ہم یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کی طبیعتوں میں اپنے کام کی قدم بہ قدم پیش رفت پر اطمینان و سرور کی ایک کیفیت پائی جاتی ہے۔'' [۲۹]

اس کے برعکس مغرب کا طریقۂ تحقیق یہ ہے کہ لاطینیوں نے مسلمان محققین سے جو کچھ اخذ کیا اس کا وہ اپنی نفسیاتی اُلجھنوں کے سبب اعتراف نہ کرسکے، اور اسے انہوں نے اپنی جانب منسوب کرلیا، بلکہ مسلمانوں کے علوم سے لاطینیوں کے عمل استفادہ نے سرقے کی صورت اختیار کرلی، انہوں نے بہت سی کتب کو مکمل طور پر ترجمہ کرکے اپنی جانب منسوب کرلیا، اور انہیں اپنی طبع زاد تصنیف تالیف قرار دیا، یا یہ کہا کہ یہ یونانی مشاہیر مثلاً ارسطو، جالنیوس، روفوس وغیرہ کی کتب ہیں، اس کی بہت سی مثالیں سامنے آچکی ہیں۔ [۳۰]

مثال کے طور پر رامے منڈس لولس (Raymundus Lullus) کی کتنی ہی کتب کیمیا کے حوالے سے مغرب میں متداول رہیں، مگر بعد میں یہ عقدہ کھلا کہ وہ عربی کتب کا سرقہ تھیں، اسی طرح ابن سینا کی 'کتاب الشفا' کا حصہ معدنیات کئی صدیوں تک مغرب کے سائنس دانوں کے ہاں ارسطو کی تحریر سمجھا جاتا رہا۔ [۳۱]

ان کے ان غیر اخلاقی اقدامات کا سبب بھی ان کی نفسیاتی کشمکش تھی جو سائنس ایسے خالص تحقیقی معاملات میں بھی ان کو راہِ راست پر نہ چلا سکی، مسلمانوں نے جن سے بھی اخذ واکتساب کیا، وہ ان کے بارے میں کسی قسم کے منفی خیالات کا شکار نہیں تھے۔ اس کے برعکس لاطینی جب مسلمانوں سے اخذِ فیض کر رہے تھے، تو وہ اسی لمحے مسلمانوں کو اپنا حریف اور مدمقابل بھی قرار دے رہے تھے، اس بنا پر وہ غیروں اور مخالفوں سے اخذ واکتساب کرنے میں تردّد و تامل کا شکار تھے، ان کی اس نفسیاتی اُلجھن نے اس صورت حال کا حل سرقہ نویسی کی

www.KitaboSunnat.com

صورت میں تلاش کرلیا جب کہ مسلمانوں کا اخلاقی نظام بھی انہیں اس قسم کے ناروا اور غیر دیانت دارانہ اقدامات سے باز رکھنے کا اہم سبب تھا، جس سے مغرب کل بھی محروم تھا، اور آج بھی محروم ہے۔

ترقی و تفوق کی نفسیات

مغرب نفسیاتی طور پر غلبے، ترقی اور تفوق کے احساس و کیفیات کا بھی شکار ہے، یہ کیفیات ایک دن میں پیدا نہیں ہوئیں، ان میں اس کی پے در پے سائنسی و مادی کامیابیوں کا بھی بڑا دخل ہے، مگر اب یہ تفوق ایک نفسیاتی عیب کی شکل اختیار کر گیا ہے، مشرق کے حوالے سے دیکھا جائے تو اس تفوق کا اظہار انگریزی عہد میں لارڈ میکالے (Lord Macualay) کی زبان سے ہوا، اور اس بارے میں اس نے پاک و ہند میں، خصوصاً یہاں کے تعلیمی حلقوں میں انگریزی تفوق کی بدنام مثال کی صورت اختیار کرلی ہے، وہ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں اور ان کے علمی سرمائے کے بارے میں کیا رائے رکھتا تھا؟ چند نگارشات ملاحظہ کیجئے:

۱۔ احیا اور فروغ سے مراد انگریزی ادب ہے، اور ذی علم ہندوستانیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ملٹن اور ہابس لاک کو پڑھ چکے ہیں۔

۲۔ ہدایہ اور شاستر کو پڑھنا حماقت ہے۔

۳۔ یورپ کے کسی اچھے کتب خانے کی ایک الماری، عرب اور ہندوستان کے سارے ادبی سرمائے پر بھاری ہے۔

۴۔ قدیم کتب کی اشاعت کے بارے میں فرمایا:

”ہم ایسی منڈلی بن گئے ہیں، جو روپے کا ضیاع کر رہی ہے، ایسی کتابیں شائع کر رہی ہے۔ جن کے چھپنے سے کاغذ کی قیمت اتنی بھی نہیں رہتی جتنی کہ چھپنے سے قبل تھی۔“

۵۔ مقامی زبانوں کے متعلق فرمایا:

”ان میں سے کسی میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ علوم و فنون کیلئے ذریعہ تعلیم بن سکے۔“ [۳۲]

لیکن یہاں پر یہ بحث بھی دلچسپی کا باعث ہو گی کہ اس احساسِ تفوق کی حقیقت کیا ہے؟ اس جانب سطورِ بالا میں اشارہ کیا جاچکا ہے کہ مغربی علوم میں بہت سا حصہ مشرق اور علماے

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی کتب سے سرقہ شدہ ہے، چند مثالیں مزید پیش کی جاتی ہیں:

سائنس دانوں کے ہاں یہ بات معروف تھی کہ بصریات کے میدان میں حجرۂ تاریک (Camera Odscurd) کو دریافت کرنے اور چاند کے مشاہدے کے سلسلے میں اس کو استعمال کرنے والا لیوی (Lewi) ہے، لیکن اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ کارنامہ دراصل ابن الہیثم کا ہے، جو لیوی کی جانب غلط طریقے سے منسوب کر دیا گیا۔ (۳۳)

نیز 'مثلثاتِ کرویہ' کی دریافت بھی لیوی کی طرف منسوب کی گئی ہے، حالانکہ اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس کا سہرا چوتھی صدی ہجری کے الخجندی، ابو الوفا الوزجانی اور ابو نصر بن عراقی کے سر ہے۔ (۳۴)

مغرب کی یہ سرقہ گیری خود مغرب کے منصف مزاج قلم کاروں سے بھی پوشیدہ نہیں رہی، اور انہوں نے اس کا برملا اعتراف کیا ہے، امریکی مصنف ڈریپر لکھتا ہے:

''مجھے اس بات پر بے حد افسوس ہے کہ یورپ کے مصنّفین نے بڑی باقاعدگی کے ساتھ دیدہ و دانستہ مسلمانوں کے اس احسان کو چھپانے کی کوشش کی ہے جو یورپ والوں کی گردن پر ہے۔ عربی علوم کی ان نشانیوں سے جو اب تک باقی رہ گئی ہیں، ہمیں مسلمانوں کے عروجِ ذہنی کا پتہ چلتا ہے، حالانکہ ان کی بہت سی کتابیں فنا ہو چکی ہیں، اور بہت سی قصداً فنا کر دی گئی ہیں۔'' (۳۵)

اور بریفالٹ لکھتا ہے:

''سائنس سے تحقیق کی نئی روح، تفتیش کے نئے طریقے، پیمائش اور مشاہدے کے لئے نئے اُسلوب مراد ہیں جن سے یونانی بے خبر تھے، یورپ میں اس روح اور ان اسالیب کو رواج دینے کا سہرا عربوں کے سر ہے۔'' (۳۶)

مغرب کے ذہنی اور علمی تفوق کی اس نفسیات کی حقیقت پر سب سے عمدہ اور برمحل تبصرہ خود ڈاکٹر فواد سیز گین کا ہے، جنہوں نے اس سلسلے میں وقیع تحقیق اہل علم کے سامنے پیش کی ہے، وہ کہتے ہیں:

''جوں جوں انسان یورپ کے اصل ماخذ کی گہری تحقیق کرتا ہے، اس کے ہاں یہ تصور تقویت پکڑتا چلا جاتا ہے کہ وہاں کی نام نہاد تحریکِ احیا اس بچے سے از حد مشابہت رکھتی ہے،

جسے اس کے حقیقی باپ کی بجائے کسی اور کی طرف منسوب کر دیا گیا ہو۔'' [۳۷]

سائنسی ترقی خود مغرب کی نظر میں

اس مضمون کے اختتام سے قبل ہم لندن یونیورسٹی میں فلسفے کے اُستاد پروفیسر جوڈ (Joad) کی رائے جو قدرے طویل اقتباسات کی صورت میں ہے، پیش کرنا چاہیں گے۔انہوں نے بے لاگ طریقے سے مغرب کی سائنسی ترقی اور نفسیاتی تضاد کا جائزہ لیا ہے، وہ کہتے ہیں:

''ہماری حیرت انگریز صنعتی فتوحات اور ہمارے شرمناک اخلاقی بچپن کے درمیان جو تفاوت ہے، اس سے ہمارا سابقہ ہر موڑ پر پڑتا ہے، ایک طرف ہماری صنعتی ترقی کا یہ حال ہے کہ ہم بیٹھے بیٹھے سمندر پار سے، اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم کے لوگوں سے بے تکلف باتیں کرسکتے ہیں، سمندر کے اوپر اور زمین کے نیچے دوڑتے پھرتے ہیں، ریڈیو کے ذریعے سیلون میں گھر بیٹھے، لندن کے بڑے گھنٹے (Big Ben) کی آواز سن سکتے ہیں، بچے ٹیلیفون کے ذریعے ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں، برقی تصویریں آنے لگی ہیں، بغیر آواز کے ٹائپ رائٹر چل گئے ہیں، بغیر کسی درد و تکلیف کے دانت بھرے جاسکتے ہیں، فصلیں بجلی سے پکائی جاتی ہیں، ربڑ کی سڑکیں بنتی ہیں، ایکسرے کے ذریعے ہم اپنے جسم کے اندرونی حصے کو جھانک کر دیکھ سکتے ہیں، تصویریں بولتی اور گاتی ہیں، لاسلکی (وائرلیس) کے ذریعے مجرموں اور قاتلوں کا پتہ چلایا جاتا ہے، برقی موجوں سے بالوں میں پیچ و خم پیدا کیا جاتا ہے، آبدوز کشتیاں، قطبِ شمالی تک اور ہوائی جہاز قطبِ جنوبی تک اُڑ کر جاتے ہیں، لیکن اس سب کے باوجود ہم سے اتنا نہیں ہوسکتا کہ ہم اپنے بڑے بڑے شہروں میں کوئی ایسا میدان بنادیں جس میں غریب بچے آرام و حفاظت کے ساتھ کھیل سکیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سالانہ دو ہزار بچوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں اور نوے ہزار زخمی ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک ہندوستانی فلسفی سے میں اپنے تمدن کے عجائبات کی تعریف کر رہا تھا۔ اسی زمانے میں ایک گاڑی چلانے والے نے Pendinsands میں تین یا چار سو میل کی مسافت ایک گھنٹے میں طے کرکے ریکارڈ قائم کیا تھا، اور ایک ہواباز نے ماسکو یا نیویارک کی مسافت بیس یا پچاس گھنٹے میں طے کی تھی۔ میں جب سب کچھ کہہ چکا تو ہندوستانی فلسفی نے کہا: ہاں یہ صحیح ہے کہ تم ہوا میں چڑیوں کی طرح اُڑتے اور پانی میں مچھلیوں کی طرح تیرتے ہو، مگر تمہیں ابھی

www.KitaboSunnat.com

تک زمین پر انسانوں کی طرح چلنا نہیں آیا۔'' [۳۸]

امن و سکون، ہمدردی و خیر خواہی کے زمانے سے اٹھ جانے پر وہ یوں ماتم کرتا ہے:

''جہاں تک ہمارے زمانے کی سوسائٹی کا تعلق ہے تو واقعہ یہ ہے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ تمدن نام ہے سرعت کا۔ سرعت موجودہ زمانے کے نوجوان کا دیوتا ہے، اس کے آستانے پر وہ سکون، راحت، امن اور دوسروں کے ساتھ مہربانی کو بڑی بے دردی کے ساتھ بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔'' [۳۹]

وہ مزید لکھتا ہے:

''اس میں شک نہیں کہ زمین کی طنابیں کھنچ گئی ہیں، قومیں ایک دوسرے کے قریب ہو گئی ہیں، اور ان کے پاؤں ایک دوسرے کی دہلیز پر ہیں، مگر اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قوموں کے آپس کے تعلقات پہلے سے زیادہ ناخوش گوار ہیں۔ وہ وسائل جن سے ہم اپنے ہمسایہ قوموں سے براہِ راست واقف ہوتے ہیں، انہوں نے اُلٹا دنیا کو جنگ کی آگ میں جھونک دیا ہے، ہم نے آواز پہنچانے کا آلہ ایجاد کیا، اور اس کے ذریعے اپنی ہمسایہ قوموں سے باتیں کیں، لیکن اس کا انجام یہ ہے کہ آج ہر قوم ہوا کی پوری طاقت کے ساتھ اپنی ہمسایہ قوم کو چھیڑنے اور دق کرنے کا کام لے رہی ہیں، وہ اس کوشش میں رہتی ہے کہ وہ دوسری قوم کو اپنے سیاسی نظام کی برتری کا قائل و معتقد بنا دے۔'' [۴۰]

خاتمہ کلام

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ مغرب اپنی موجودہ سائنسی ترقی اور مادّی فتوحات کے باوجود اس وقت بلکہ ماضی سے ہی ایک مختلف النوع اور کثیر الجہت نفسیاتی اُلجھن، تضاد اور کشمکش کا شکار ہے، اس فلسفی کی مانند جس کے ہاتھ سے ڈرو کا سرا جاتا رہا ہو اور وہ اُلجھے ہوئے دھاگے کو سلجھانے کی فکر میں غلطاں ہو، مغرب کا المیہ بھی یہی ہے کہ ہدایت کی ربانی و آسمانی رسی حبل اللہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ چکی ہے۔ نتیجتاً طرح طرح کے عوارض اسے لاحق ہو رہے ہیں۔ فکری، علمی و عملی کجیوں، کجرویوں اور اُلجھنوں کے سمندر میں ڈوبتے ہوئے اسے سہارے کی تلاش ہے، یہ سہارا قرآنِ کریم کی صورت میں اس کے سامنے موجود ہے، مگر اس کی توجہ مادّیت کے طوفان میں بھٹک رہی ہے، اب اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ اپنی تمام تر

www.KitaboSunnat.com

صلاحیتیں اس پیغامِ ربانی کو غیر مسلموں تک پہنچانے کے لئے وقف کر دیں، اسلام کا نظامِ اخلاق اور نظامِ معاشرت خصوصیت کے ساتھ غیر مسلموں، خصوصاً مغرب کے لئے ذریعہ ہدایت، اور وجہ سکوں و عافیت ثابت ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ اس بحث میں ہمارے لئے مقام فکر و عبرت یوں بھی ہے کہ جن خصوصیات اور تاریخی حقائق پر ہم آج فخر محسوس کر رہے ہیں، ان کا تسلسل آج سے بہت پہلے منقطع ہو چکا ہے اور یہ روایات ہمارے جن قابل قدر اسلاف کی تھیں ہم ان کے جانشین کہلانے کے حق دار نہیں سمجھے جاسکتے۔ ہمیں غور کرنا ہو گا کہ آخر وہ کیا وجوہات ہیں جن کے سبب ہم تعلیمی و تحقیقی تفوق کی بلندیوں سے گر کر پستی کی انتہاؤں کا شکار ہو گئے ہیں۔ ایک وقت وہ تھا جب مغرب ہماری روایات اور تحقیقات کو کسی بھی صورت میں اپنانے کو اپنی ضرورت سمجھتا تھا، بلکہ اس میں فخر محسوس کرتا تھا، اور آج ہم صحیح معنی میں ان کو کاپی کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے۔ یہ وہ مسائل ہیں جو ہم سے فوری اور بھرپور توجہ طلب کر رہے ہیں۔ سو کیا ہم اس سلسلے میں وقت کی پکار پر لبیک کہنے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟

اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ زبانی دعوت کے اہم فریضے کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ہمیں خود اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا ہو گا، تاکہ ہر مسلمان اپنی اپنی جگہ خود بھی سراپا دعوتِ اسلام ہو، اس میں اتنی جاذبیت ہو جو غیر مسلموں کو اسلام کی جانب راغب کرے، یہی اسلام کا موجودہ حالات میں مسلمانوں سے مطالبہ ہے اور یہی حالات کا تقاضا ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین

حواشی و حوالہ جات

① فرانسس بیکن، ۱۶۲۶۔۱۵۶۱ء (Francis Bacon) نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ''جب سائنس کو مذہب پر غلبہ حاصل ہو جائے گا تو یہ دنیا جنتِ ارضی میں تبدیل ہو جائے گی''۔ ملاحظہ کیجئے: پروفیسر سید محمد سلیمؒ / مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ / ادارۂ تعلیمی تحقیق، لاہور، ۱۹۸۱ / ص ۶۲۔

② ملاحظہ کیجئے رسل کی کتاب THE IMPACT OF SCIENCE ON SOCIETY. GEORGE ALLEN & UNWIN. LONDON. 1952

www.KitaboSunnat.com

(۳) دیکھئے: SIENCE LIBERTY AND PEACE. CHATTS & WINDUS LONDON. 1950

(۴) برٹرینڈرسل کی کتاب اسی نام سے ہے: 'دائمی مسرت کا حصول' (CONQUEST OF HAPPINESS) اس کا اُردو ترجمہ جمیل زبیری کے قلم سے مکتبہ دانیال، کراچی سے ۱۹۹۸ء (اشاعت وعلم) شائع ہوا ہے۔

(۵) القرآن، سورۂ حم سجدہ، آیت ۵۳ (۶) MAN IN THE MODREN WORLD. P.131

(۷) C.A COULSN. SCIENCE AND CHRISTIAN BELIEF

(۸) الحجر، آیت ۹ (۹) Schmidt, P.W. The Origin and Growth of Religion. P.262.

(۱۰) مولانا ابو الکلام آزاد / فلسفہ / مطبوعات چٹان، لاہور / ص ۲۴

(۱۱) نفسیات اکسویں صدی میں / پروفیسر معزز علی بیگ / مشمولہ معارف، ماہنامہ / شمارہ مئی ۲۰۰۱، ص ۳۲۵

(۱۲) مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ / انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر / مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی / ص ۳۰۰ تا ۳۰۲ (۱۳) نفسیات اکسویں صدی میں / ص ۳۳۶

(۱۴) علی عزت بیگ وچ / اسلام اور مشرق و مغرب کی تہذیبی کشمکش / اردو ترجمہ / ص ۱۲۴، تا ۱۳۴،

(۱۵) ماہنامہ بیدار ڈائجسٹ، لاہور / ستمبر ۱۹۹۴ئ / ص ۴۰ (۱۶) ایضاً / جون ۱۹۹۵ئ / ص ۳۷

(۱۷) روزنامہ جنگ، لندن / ۶/۱ اگست ۱۹۹۳ئ (۱۸) بیدار ڈائجسٹ، اکتوبر / ۱۹۹۵ئ / ص

(۱۹) روزنامہ دن، لاہور / ۴/۱ اگست ۱۹۹۸ئ (۲۰) دیکھئے: پروفیسر سید محمد سلیمؒ / مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ / ص ۱۳۶ (۲۱) ایضاً / ص (۲۲) ۱۳۷ ملاحظہ کیجئے۔ مذکورہ بالا کتاب، ص ۱۴۱ تا ۲۰۵

(۲۳) Human Destiny by. Le Comte . P.146

(۲۴) Walter Lipman The State of Education in this troubeled world, P.200

(۲۵) Sir walter Mobely ,The Crisis in the University London 1949, P.70

(۲۶) Bertrand Russel. scientfic thougtht. P.12

(۲۷) Harold H Titus. Lieing Issues in Philosophy, Newyoek. 1953. P.420

(۲۸) بیرونی / القانون / ج ۱، ص ۴، (۲۹) ۵ ڈاکٹر فواد سیز گین، خطبات / تاریخ علوم میں تہذیب اسلامی کا مقام / ترجمہ: ڈاکٹر خورشید رضوی / ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۹۴ئ / ص ۳۰ (۳۰) ایضاً / ص (۳۱) ۲ ۳۲ ایضاً / ص ۶۷ (۳۲) پروفیسر سید محمد سلیمؒ / مسلمان اور مغربی تعلیم / ادارہ تعلیمی تحقیق، لاہور ۱۹۸۵ئ / ص (۳۳) ۲۷ افواد سیز گین / ص ۱۲۵ (۳۴) ایضاً

(۳۵) مغربی فلسفہ تعلیم کا تنقیدی مطالعہ / ص (۳۶) ۲۲۴ رابٹ بریفالٹ / تشکیل انسانیت / ترجمہ: عبدالمجید سالک، لاہور / ص ۲۴۷ (۳۷) فواد سیز گین / ص ۱۲۸ (۳۸) Prof Joad Gulde to Modrn wickedness.

(۳۹) London. P.262.263 ایضاً / ص ۲۴۱ (۴۰) ایضاً / ص ۲۴۷

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور مغرب حافظ حسن مدنی

اسلام اور مغرب کی ترجیحات؛ ایک موازنہ

محترم جناب عزیز الرحمن کے مضمون کی محدث میں اشاعت کے دوران چند نکات ذہن میں پیدا ہوئے جنہیں تحریر کرتے ہوئے زیر نظر مضمون بن گیا۔اس مضمون سے قبل جناب عزیز الرحمن کے مضمون کا مطالعہ بھی مناسب رہے گا۔ اُمید ہے قارئین اس بے ساختہ تبصرہ کو فائدہ سے خالی نہیں پائیں گے۔

زندگی کے مختلف اُمور کے بارے میں اسلام اور مغرب میں جداگانہ نقطہ نظر پایا جاتا ہے، جس کی بنا پر دونوں کے نتائج اور رجحانات میں بھی بہت زیادہ فرق ہے۔ ایجادات و اکتشافات کے میدان میں یورپ کی موجودہ محیر العقول ترقی کا اہل مغرب کے اس نظریے اور فلسفے سے گہرا تعلق ہے جو وہ زندگی کے بارے میں رکھتے ہیں۔ جبکہ ایک مسلمان کے ہاں انسانی زندگی کے بارے میں عقیدہ و نظریہ عام یورپی آدمی سے یکسر مختلف ہے۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علوم و فنون میں مسلمان بالفرض اپنے کھوئے ہوئے مقام کو دوبارہ حاصل کرلیں تو ان کی متعارف کردہ ترقی اور ایجادات کے موضوع وہ نہیں ہوں گے جو اہل مغرب کے زیر سایہ موجودہ سائنس و ٹیکنالوجی نے اختیار کررکھے ہیں۔اس کی تفصیلات حسبِ ذیل ہیں:

❶ تصورِ دنیا

یورپ کی موجودہ ترقی کا اہم پہلو انسان کی ضروریات کو مشینوں اور آلات کے ذریعے پورا کرنا ہے۔ ٹیکنالوجی کا اہم ترین موضوع یہی دنیاوی آسائش و آرائش ہے۔ اہل مغرب نے ترقی کی چند صدیوں میں سفری سہولیات، رابطہ کے آلات اور موسمی تغیرات سے محفوظ رہنے کے علاوہ جن بیسیوں میدانوں میں ترقی کی ہے، ان سب کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہے۔ عموماً مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ان میدانوں میں ملنے والی سہولیات میں وہ بھی اہل مغرب کی ترقی اور ٹیکنالوجی سے ہی فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اس میدان میں انہوں نے نمایاں کارنامے انجام نہیں دیے۔ ہماری نظر میں اس کی اہم وجہ ایک مسلمان اور غیر مسلم کی ترجیحات

www.KitaboSunnat.com

کا اُصولی فرق ہے جو اس کے عقائد و نظریات کی بنا پر ٹھوس حقیقت رکھتا ہے۔

اسلام کا دنیاوی زندگی کے بارے عقیدہ یہ ہے کہ وہ اس کو چند روزہ زندگی قرار دے کر آخرت کو دائمی مسکن [1] و مستقر قرار دیتا ہے۔ موجودہ زندگی کی قدر و قیمت اسلامی عقائد کی روشنی میں اسی قدر ہے کہ یہ ایک امتحان کی تیاری کے لئے ملنے والی مہلت ہے اور دنیا میں انسان کو اعمال کی آزمائش [2] کے لئے بھیجا گیا ہے۔ قرآنِ کریم دنیا میں انسان کی آمد کا مقصد اللہ کی عبادت [3] قرار دیتا ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے دنیا کو آخرت کے لئے کھیتی اور اس آرام سے تعبیر کیا ہے جسے ایک مسلمان دورانِ سفر تھوڑا سا ستانے [4] کے لئے اختیار کرتا ہے۔

یوں تو دنیاوی زندگی میں آرام و سکون کے حصول کو اسلام حرام قرار نہیں دیتا کیونکہ دنیاوی ضرورتوں اور مسرتوں کو اسلام میں نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ قرآنِ کریم میں مسلمانوں کو سکھائی جانے والی دعا میں دنیا کی خیر و فلاح بھی اللہ سے [5] مانگی گئی ہے۔ لیکن ایک مسلمان اور غیر مسلم کی سوچ کا بنیادی فرق یہ ہے کہ مسلمان کے نزدیک خیر و فلاح کا مکمل تصور دنیا سے وابستہ نہیں بلکہ دنیا کے بعد ایک ایسی زندگی آنے والی ہے جہاں ابدالآباد تک انسان کو رہنا ہے۔ اس میں کامیابی اور اس کے لئے محنت اس زندگی کا مقصد ہے۔

اسلام میں دنیاوی چین و سکون کو بقدرِ ضرورت ہی اختیار کرنے کا تصور موجود ہے۔ دنیاوی آسائش کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا اور اس کی جستجو میں رہنا صحابہ کرام کی نظر میں ایسا امر تھا جس کا کم از کم نتیجہ آخرت میں دنیاوی لذات کے بقدر انعام سے محرومی ہے چنانچہ تفسیر ابن کثیر (۴/۲۶۰) میں حضرت عمرؓ کی یہ عادت ذکر کی گئی ہے کہ وہ دنیا میں نعمتوں اور لذتوں سے استفادہ سے اس بنا پر گریز کرتے کہ روزِ قیامت انہیں اس کا نتیجہ ان نعمتوں سے محرومی کی

---

[1] {يٰقَوْمِ إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ} (الغافر:۸)
و {جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا} (البینہ:۸)

[2] {اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا} (ملک:۲) و {وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ... لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا} (ہود:۷)

[3] {وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ} (الذاریات:۵۶)

[4] « كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غريب أو عابر سبيل » (بخاری:۶۴۱۶) اور « مامثلي ومثل الدنيا إلا كراكب سار في يوم صائف فاستظل تحت شجرة ساعة من نهار ثم راح وتركها » (احمد ۲۷۳۹)

[5] {رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ} (البقرۃ:۲۰۱)

www.KitaboSunnat.com

صورت میں نہ ملے اور قرآن کریم کی یہ آیت پڑھا کرتے:

{أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ} (الاحقاف:۲۰)

''تم نے اپنی نیکیاں دنیا کی زندگی میں ہی برباد کر دیں اور ان نعمتوں سے دنیا میں ہی فائدہ اٹھا چکے۔ پس آج تمہیں ذلت کے عذابوں کی سزا دی جائے گی۔''

دوسری طرف ایک غیر مسلم نہ صرف دنیاوی فلاح کو ہی اپنے پیش نظر رکھتا ہے بلکہ دنیا میں مال و دولت اور سکون و تعیّشات کے جملہ اسباب حاصل کرنا ہی اس کی تمام تر جدوجہد، مساعی کا محور اور مقصدِ حیات ہے۔ دنیا چونکہ دارالاسباب ہے اور جو آدمی جس شے کے اسباب پیدا کرتا ہے، اس کو عموماً حاصل بھی کرلیتا ہے۔ اسی لئے بظاہر اس کے نتائج بھی ان کے ہاں دکھائی دیتے ہیں۔ دنیا کی چند روزہ آسائش کے حصول کے بارے میں قرآنِ کریم مسلمانوں کی درج ذیل تربیت کرتا ہے:

{مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا كُلًّا نُمِدُّ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا، انْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا} (الاسراء:۱۸ تا ۲۰)

''جس کا ارادہ اس دنیا کا ہی ہو، ہم یہاں جس قدر، جسے چاہیں دنیا میں ہی عطا کردیتے ہیں۔ آخر کار اس کے لئے ہم نے جہنم مقرر کیا ہے جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔ اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور اس کے لئے وہ اپنی سی کوشش کرے اور وہ صاحب ایمان ہو، پس یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے ہاں پوری قدر دانی کی جائے گی۔ ہر ایک کو ہم تیرے پروردگار کے انعامات سے عطا کئے جاتے ہیں، اُنہیں بھی اور اِنہیں بھی۔ اور تیرے رب کی بخشش رکی ہوئی نہیں ہے۔ دیکھ لے کہ ہم نے انہیں ایک دوسرے پر کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت میں زیادہ درجات ہیں اور یہ وہی بڑی (حقیقی) فضیلت ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اہم نکتہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا چاہنے والے کو اس قدر دنیا کے اسباب ووسائل دیتے ہیں جتنا اس کی مشیت میں ہو۔ ایسا نہیں کہ لازماً اس کی چاہت

www.KitaboSunnat.com

پوری ہوجائے، جبکہ آخرت کی طلب رکھنے والا اگر اپنے اعمال سے بھی اس کی تائید مہیا کر دے تو اس کی محنت قطعاً رائیگاں نہیں جاتی۔ دنیا میں لوگوں کو دیا ہوا مال و دولت صرف اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے اور بعض کو دوسروں سے دنیاوی اسباب کا حاصل ہوجانا اللہ کے فضل کا ہی مرہونِ منت ہے۔ جبکہ غیر مسلموں کو دنیاوی آسائشوں کی فراوانی کے پس پردہ اللہ تعالیٰ کی دیگر متعدد مشیتیں بھی کارفرما ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعے دین داروں کے خلوص کی بھی آزمائش ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس سے متاثر نہ ہونے کی تلقین کی:

{ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى } (طٰہٰ:۱۳۱)

''اور ان چیزوں کی طرف ہرگز اپنی نگاہوں کو نہ اٹھائیں جو ہم نے انہیں دنیا کی نعمتوں کی چمک دمک عطا کی ہے تاکہ ہم انہیں دنیا کی آزمائش میں مبتلا کریں۔ تیرے ربّ کا عطا کردہ رزق ہی بہت بہتر ہے اور اسے ہی بقا ہے۔''

اس سے ملتی جلتی بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے اس امر کا شکوہ کیا کہ باری تعالیٰ! تو نے اپنے نافرمانوں کو دنیا کی فراوانی اس لئے دی ہے، تاکہ وہ تیرے فرمانبردار بندوں کو آزمائش میں ڈالیں:

{ رَبَّنَا إِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَّأَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوبِهِمْ... } (یونس:۸۸) ''یاربّ! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا میں آسائش اور مال و دولت اس لئے عطا کئے ہیں کہ وہ لوگوں کو تیرے راستے سے گمراہ کردے۔ باری تعالیٰ! ان کے مال تباہ کر اور ان کے دل اس قدر سخت کردے کہ دردناک عذاب سے قبل انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہو۔''

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو ملنے والی ان نعمتوں کے بارے اپنے نبیؐ سے فرمایا:

{ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَاوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ } (آلِ عمران:۱۹۶ تا ۱۹۸)

''تجھے کافروں کی یہ چلت پھرت فریب میں مبتلا نہ کردے، یہ تو معمولی فائدہ ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت بری جگہ ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا، ان

www.KitaboSunnat.com

کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں۔ اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ تیرے ربّ کی مہمان نوازی ہے۔ اور تیرے ربّ کے پاس نیکو کاروں کے لئے بہت بہتر (انعام) ہے۔''

اس پہلے نکتے کا حاصل یہ ہے کہ ایک مسلمان اور غیر مسلم کا زندگی کے بارے میں عقیدے اور نظریے کا اس کے طرزِ عمل اور رویے سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ موجودہ سائنسی ترقی جن رجحانات اور تعیّنات کی مظہر ہے، چونکہ ایک مسلمان کا یہ کلی مقصد ہو نہیں ہوسکتے، یہی وجہ ہے کہ مسلمان سائنس دان انہی مقاصد کو اپنی تحقیق کا واحد موضوع نہیں بنا سکتے، اور اس سلسلے میں اسلام کا مجموعی مزاج ان کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

☜ اس کے بالمقابل ایک مسلم سائنس دان کی دلچسپی و توجہ کا زیادہ مظہر اس کائنات کے ایسے اکتشافات ہوسکتے ہیں جن میں تفکر و تدبر کرنے کا ہمیں قرآن حکم دیتا ہے اور قرآن ہم سے بار بار مظاہر فطرت میں غور کرنے، ان کا بغور مشاہدہ کرنے کی ترغیب[1] دیتا ہے۔ اس کا بھی بنیادی مقصد اپنے ربّ کی کامل معرفت اور اس کی ذات پر ایمان و ایقان میں اضافہ کا حصول ہے۔ ایک مسلم سائنس دان جب انفس و آفاق میں اللہ کے متحیر معجزات کا مشاہدہ کرتا ہے تو اپنے ربّ پر اس کے ایمان میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔ لیکن مسلمان سائنس دان کی زیادہ تر دلچسپی ان رازوں کی دریافت سے رہتی ہے، ان رازوں کی بنا پر اللہ کی خلقت میں تغیر و تبدل سے وہ اپنے عقائد کی رو سے بعض تحفظات رکھتا ہے اور اس کا رویہ ان سے گریز کا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو یہ چیلنج کیا کہ

{ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰاتِ وَالأَرْضِ فَانْفُذُوْا لاَتَنْفُذُوْنَ إِلاَّ بِسُلْطٰنٍ } (الرحمن: ۳۳)

''اے جن وانس کی جماعت! اگر زمین و آسمان کی حدوں سے تمہیں باہر نکلنے کی طاقت ہے

---

[1] { إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَالأَرْضِ ... وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ } (البقرۃ: ۱۶۴) و { مَاتَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ ... } (الملک: ۳) و { اللّٰهُ يَتَوَفَّى الأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ ... إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ } (الزمر ۴۲) و { وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ }
(الجاثیہ: ۱۳) اور انسان کی خلقت، کائنات کی بناوٹ وغیرہ پر بے شمار آیات.....

www.KitaboSunnat.com

تو نکل کر بھاگ جاؤ۔ غلبہ اور طاقت کے بغیر تم ہرگز نہیں نکل سکتے۔''

اس بنا پر ایک مسلم سائنس دان آسمان و زمین سے باہر نکلنے پر غور و فکر اور اس کی کوشش سے عقیدتاً گریز کرنے کا رجحان رکھتا ہے۔ اس طرح تخلیق کا الٰہی عقیدہ رکھنے کی وجہ سے تخلیق کے عمل میں انسانی کاوش کے ذریعے بعض تبدیلیاں کرنے مثلاً کلوننگ کی تکنیک کو بروے کار لانے سے بھی وہ گریز کرسکتا ہے۔ مزید برآں سائنس دانوں کا یہ دعویٰ کہ وہ انسان کی زندگی کا ایسا کوڈ دریافت کرنے میں سرگرداں ہیں جو عمر میں کمی بیشی کا سبب ہوتا ہے، ایک مسلم سائنس دان کے لئے اس عقیدہ کے سبب زیادہ دلچسپی نہیں رکھتا کہ اللہ ہی موت و حیاۃ کا خالق ہے، ہر جان کی موت اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور اس پر اللہ کی تقدیر غالب [4] رہتی ہے۔

الغرض ایک مسلم وغیر مسلم سائنس دان کی ترجیحات کا فرق یہ ہے کہ مسلم سائنس دان دنیاوی سہولیات کی ایجاد واختراع کے بجائے دریافت اور ربّ کی معرفت جیسے انکشافات میں اپنی عقیدے کے سبب زیادہ دلچسپی رکھتا ہے، جبکہ ایک غیر مسلم سائنس دان ہر شے کو سبب اور مسبّب کے مشینی انداز میں دیکھتا ہے۔ اس کا یہ نتیجہ تو ہے کہ اس سے غیر مسلم سائنسدان زیادہ بے دھڑک ہو کر اور زیادہ یکسوئی سے آگے بڑھتا ہے، بالکل ایسے ہی جیسے ایک غیر مسلم تاجر حق وباطل کی پروا کئے بغیر ہر طریقہ سے ایک مسلم تاجر کی بہ نسبت زیادہ مال ودولت اکٹھا کرلیتا ہے یا ایک ذخیرہ اندوز یا سود خور لوگوں کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر زیادہ مال تو جمع کرلیتا ہے لیکن اسلام کی نظر میں یہ سہولیات اور مال کا زیادہ حصول چونکہ مقصد ہی نہیں، بلکہ دنیا میں انسان کی آمد کا مقصد اور ہے، اس لئے مسلمان اسی میں اپنی توجہ صرف کرتا ہے۔ سائنس کی دریافت کے پہلو کی اسلام میں نہ صرف تحسین بلکہ جابجا تلقین پائی جاتی ہے۔ قرآن میں کافروں کی مذمت ان الفاظ سے کی گئی ہے:

{يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ} (الروم:۷)

''وہ دنیا کی ظاہری زندگی پر ہی نظر رکھتے، جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل بے خبر ہیں۔''

---

[4] {وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوْتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا} (آلِ عمران: ۱۴۵)
اور {إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوْتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ} (لقمان: ۳۴)

www.KitaboSunnat.com

❷ تصورِ جنگ

موجودہ سائنس کا ایک اہم مظہر حربی آلات کی جدید ٹیکنالوجی ہے۔ جن کی بدولت مغربی اقوام کو دنیا پر سیاسی برتری حاصل ہے۔ ہولناک اور خوفناک صلاحیت رکھنے والے جنگی آلات اور ہتھیار اس سائنسی صلاحیت سے ہمیں حاصل ہوئے ہیں جس کو غیر مسلموں نے پروان چڑھایا۔ یہاں بھی مسلم اور غیر مسلم حربی نقطہ نظر اور تصورات کافرق نتائج میں بہت بعد پیدا کردیتا ہے۔ مسلمان موجودہ ٹیکنالوجی پر قبضہ واختیار کے باوجود اپنے عقائد اور دینی ہدایات کی رو سے ایسے ہولناک ہتھیار بنانے سے گریز کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔

مغربی اقوام 'تنازع للبقا' کے فلسفے پر یقین رکھتی ہے۔ غیر مسلم اقوام کے ہاں جنگ میں مدمقابل پر ہر طرح کا ظلم وستم جائز ہے۔ مقابل کو خوفناک ہلاکت سے دوچار کرنا، شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادینا اور خون کی ندیاں بہادینا غیر مسلموں کا جنگی اُسلوب تو ہوسکتا ہے، اسلام تو جنگ میں بھی مختلف انداز سے امن وسلامتی اور احترام کے اُصول ہمیں عطا کرتا ہے۔

عہدِ نبوی، خیر القرون اور اسلامی تاریخ میں مسلمان فاتح کا اپنے مفتوح سے حسن سلوک پر مبنی تعلق ایسا امتیاز ہے جن کا منصف مزاج مؤرخین نے ہمیشہ اعتراف کیا ہے۔ اسلام جنگ میں درختوں کو آگ [8] لگانے بچوں اور عورتوں کو ہلاکت سے دو [9] چار کرنے اور غیر مقاتلین کے قتل عام اور مثلہ [10] سے ہمیں منع کرتا ہے۔ یہاں دنیا کی مہذب قوموں کی تہذیب پسندی کا پردہ چاک ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقابل کو کوئی انسانی رو رعایت دینے کو تیار نہیں۔ اس بربریت ووحشت کی تازہ مثالیں اس جدید ترین دور میں افغان وعراق کی امریکی جارحیت اور ہیروشیما وناگاساکی کی تباہی میں بخوبی موجود ہیں۔

مسلمان اپنے عقائد ونظریات اور اسلامی ہدایات کی رو سے ایٹمی صلاحیت کے حامل ایسے ہتھیار جو انسانیت کو عبرت آمیز ہلاکت سے دوچار کردیں، بنانے پر قادر نہیں۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ مسلمان مقابل کی جنگی قوت کا دفاع نہ کرسکیں بلکہ اسلام مسلمانوں کو اس قدر جنگی طاقت حاصل کرنے کا پابند قرار دیتا ہے جس سے مخالف پر دھاک جمی رہے اور مسلم

---

[8] ونهى أبو بكر الصديق أن يقطع شجرا مثمرا أو يخرب عامرا وعمل بذلك المسلمون بعده (ترمذی: ۱۴۷۲) [9] فنهى رسول الله عن قتل النساء والصبيان (بخاری: ۲۷۹۱ عن ابن عمر)

[10] نهى النبى عن النهبة والمثلة (بخاری: ۲۲۹۴)

www.KitaboSunnat.com

اقوام کا رعب قائم رہے۔[11] اسلام مقابل کے خلاف حتیٰ المقدور جنگی تیاری کا مسلمانوں کو پابند ٹھہراتا ہے۔(ایضاً)اس لحاظ سے مسلمانوں کی موجودہ برتر حربی صلاحیتوں کا حصول اس دفاعی حکمتِ عملی کا حصہ ہے جو ان کے پُر امن وجود کیلئے ضروری ہے۔ پاکستان کا ایٹمی پروگرام بھی جارحانہ کی بجائے دفاعی ہے تاکہ غیر مسلموں کو مسلمانوں پر زیادتی کا موقع نہ مل سکے۔

غرض موجودہ جنگی سائنسی ترقی بھی، جو مقابل کو عبرت آموز ہلاکت سے اور ایسے قتل عام سے دوچار کردے کہ اس سے ان کی آئندہ نسلیں مسخ ہوجائیں، اسلام اور مسلمانوں کے مزاج سے لگا نہیں کھاتی۔ یہ صلاحیت اور اس کا استعمال انسانی حقوق کے چمپئن امریکہ اور اس کے حواریوں کو ہی مبارک ہو۔ لیکن اس مطلب یہ نہیں کہ مسلمان دفاعی تیاری بھی نہ کریں۔ بلکہ اسلام تو انہیں اس حد تک اقدامی تیاری رکھنے کا پابند ٹھہراتا ہے جس سے {تُرْهِبُوْنَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ} اور نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ (بخاری:۳۳۵) کے الٰہی و نبوی فرامین کے تقاضے پورے ہوجائیں۔

❸ تصورِ فلاح

اسلام کا تصورِ فلاح اہل یورپ کے تصورِ فلاح سے یکسر مختلف ہے۔ تصورِ فلاح کا یہ فرق بھی دونوں قوموں(اسلام اور کفر)کے رجحانات میں زمین آسمان کا فرق پیدا کردیتا ہے۔ اوّل تو اسلام میں کامیابی کا تصور صرف دنیاوی نہیں بلکہ اس میں دنیا کو متاعِ قلیل اور مستقر الی حین[12] اور آخرت کو دارالقرار[13] قرار دیا گیا ہے اور قرآن کی رو سے کامیاب وہ ہے جو

{ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلاَّ مَتَاعُ الْغُرُوْرِ لَتُبْلَوُنَّ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِيْرًا } (آل عمران:۱۸۵)

"جو آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا گویا وہی کامیاب ہوگیا۔ اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا ہی سامان ہے۔ یقیناً تمہارے مالوں اور جانوں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی۔ اور ضرور تمہیں سابقہ اہل کتاب اور مشرکین سے اذیتیں اور تکالیف اُٹھانا ہوں گی۔"

---

[11] {وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهِ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ} (الانفال:۶۰)

[12] {قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلاَ تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا} (النسائ:۷۷)

[13] {يٰقَوْمِ إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ} (غافر:۳۹)

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا یہ تصورِ فلاح صرف اُخروی نہیں بلکہ اس میں دنیا کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ لیکن یہاں دنیا کبھی کل مقصد نہیں رہی۔ جہاں تک اسلام کے دنیوی تصور فلاح کا تعلق ہے تو وہ بھی موجودہ مغربی تصورِ کامیابی سے سراسر مختلف ہے۔

جدید دنیا میں کامیابی اور فلاح کا تصور یہ ہے کہ مال و دولت اور سامانِ تعیّشات کی فراوانی ہو۔ دنیاوی لذتوں سے فیض اُٹھانے کے کھلے اور بے روک ٹوک مواقع میسر ہوں۔ ☆

اس تصورِ فلاح کے سب سے زیادہ حقدار شاہانِ وقت قرار پاتے ہیں گو کہ موجودہ حکمران نہیں، چند صدیاں قبل کے حکمران اس کے درست مصداق بنتے ہیں۔ لیکن ذرا غور کریں تو اندازہ ہو گا کہ اس ظاہری مسرت اور فلاح کے پس پردہ کتنی محرومیاں اور بے سکونیاں مچل رہی ہوتی ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ مالدار شخص جن ذرائع سے مال حاصل کرتا ہے، اس کے حصول کے دوران دوسرے سے روا رکھی جانے والی زیادتی اس کے ضمیر پر کچوکے لگاتی رہتی ہے۔ مالدار اشخاص عموماً دلی سکون و اطمینان سے محروم ہوتے ہیں۔ دولت کی یہ فراوانی ہوس میں اضافہ کرتی اور دل کا سکون چھین لیتی ہے۔ اور مالدار شخص ہر دم مال کے اضافے[۱۴] کی جستجو میں رہتا ہے۔ مالدار لوگ اپنے مال سے فیض اُٹھانے کی صلاحیت سے محروم بھی ہوتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں فلاح کا تصور مال ودولت کے ساتھ اختیارات سے بھی وابستہ ہے۔ برتر اختیارات رکھنے والا ایسا شخص بھی بڑا کامیاب تصور کیا جاتا ہے جس کی حکم یا سفارش کے بیسیوں لوگ منتظر رہتے ہوں۔ جبکہ اسلام فلاح کے ان ظاہری تصورات کو قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اختیارات کے حصول کی جدوجہد کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کی رو سے مالداروں کا حساب روزِ قیامت اس قدر طویل ہو گا کہ وہ دنیا میں اس مال کے نہ ہونے کی آرزو کریں گے۔ اسلام میں مال ودولت کو فتنہ قرار دیا گیا ہے اور اللہ کی یاد سے غفلت[۱۵] کا سبب بتایا گیا

☆ پہلے پہلے فراغت کو عیاشی تصور کیا جاتا، لیکن چند سالوں سے اس مغربی تصور میں بھی تبدیلی آئی ہے جس کا سہرا دنیا کے سب سے مالدار شخص بل گیٹ جو مائکروسوفٹ کمپنی کا مالک ہے، کے سر ہے۔ اس کا متعارف کردہ نظریہ یہ ہے کہ اصل خوشی وہ ہے جو کام کی تکمیل اور مقصد کے حصول پر حاصل ہوتی ہے۔ اسلئے 'کام برائے حصولِ مسرت' کا فلسفہ بھی ان دنوں قبولیت پکڑ رہا ہے۔ اس کے باوجود مغرب کا تصورِ فلاح بہت محدود اور سطحی ہے۔

⑭ {اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ} (تکاثر:۱) {اَلَّذِيْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ} (الهمزه:۲)

⑮ «إنی مما أخاف علیکم ما یفتح علیکم من زهرة الدنیا وزینتها» (بخاری: ۱۴۶۵)

اور {يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلاَ أَوْلاَدُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ} (المنافقون ۹)

اور {إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلاَدُكُمْ فِتْنَةٌ} (التغابن:۱۵) مزید دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب الرقاق

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اسی طرح اسلام میں اختیارات کا حصول بھی پسندیدہ امر نہیں۔ اسلام اوّل تو اختیار کے بجائے مسئولیت اور ذمہ داری کا اُسلوب اختیار کرتا ہے اور اسلام کی رو سے ہر شخص اپنے ماتحت پر مسئول ہے۔[16] ثانیاً اسلام اختیارات ان لوگوں کو نہیں دیتا جو خواہاں ہوں اور اس کے حصول کی تدبیر کریں۔[17]

اگر جدید دور کا متعارف کردہ فلاح کا تصور مان لیا جائے تو اس مزعومہ تصورِ فلاح پر خود نبی کریمؐ، عہدِ نبویؐ اور دورِ خلافت راشدہ پورا نہیں اُترتا جبکہ یہ ادوار مسلم تاریخ کے زرّیں ادوار ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ذاتی طور پر مالدار[18] نبی بننا پسند نہ کیا۔ اور اپنی تمام تر زندگی انتہائی سادگی میں گزاری حتیٰ کہ وفات کے وقت بھی آپ کی زرہ رہن[19] رکھی ہوئی تھی۔

اسلام جس دنیوی زندگی کو کامیابی اور فلاح قرار دیتا ہے، وہ پرسکون زندگی ہے۔ پرسکون زندگی کے اہم کوائف درج ذیل ہیں:

① انسان کا تعلق ربّ تعالیٰ سے قائم ہو۔ اس کے بغیر فطرتِ انسانی ہر دم تشنہ رہتی ہے۔ ربّ کے تعلق سے جڑنے والا انسان زندگی کی ہر آزمائش کو ہنسی و خوشی گزار لیتا ہے۔

② انسان کا اپنے عزیز و اقارب اور معاشرے سے تعلق حسن معاملت اور محبت و اخلاق کی بنیاد پر استوار ہو۔ کیونکہ انسان کی فطرت اجتماعیت پسند ہے، کوئی شخص اکیلا حقیقی مسرت حاصل کرنے پر قادر نہیں، کسی پر زیادتی[20] نہ ہو اور دوسروں کے لئے خیر خواہی[21] ہو۔

③ انسان صحت مند ہو، اپنے اور دوسروں کے لئے مفید ہو۔ اس کا ہر دم کسی مفید مصروفیت میں صرف ہو۔ یہ وقت اور صلاحیتوں کا ایسا حق ہے جس کی بابت روزِ قیامت[22] سوال کیا جائیگا۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے: دو نعمتوں کا اکثر لوگ حق ادا نہیں کرتے، صحت اور فراغت[23]

---

⑯ « كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته» (بخاری: ۸۹۳)

⑰ «إنا والله لا نولي على هذا العمل أحدا سأله ولا أحدا حرص عليه» (مسلم: ۱۷۳۳)

⑱ عن عائشة قالت كنت أسمع انه لا يموت نبي حتى يخير بين الدنيا والآخرة فسمعت النبي يقول في مرضه الذي مات فيه... فظننت أنه خُيِّر (بخاری: ۴۴۳۵)

⑲ توفي رسول الله ودرعه مرهونة عند يهودي بثلاثين صاعا من شعير (بخاری: ۲۹۱۶)

⑳ « المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه...» (بخاری ۲۴۴۲)

㉑ «لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه» (بخاری ۱۳)

㉒ «لا تزول قدما ابن آدم يوم القيامة من عند ربه حتى يسأل عن خمس عن عمره فيم أفناه» (ترمذی ۲۴۱۶) « ㉓ نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة والفراغ» (بخاری: ۶۴۱۲)

www.KitaboSunnat.com

دوسروں کے کام آنے والے کے نہ صرف اللہ تعالیٰ کام مکمل [۳۴] کرتے ہیں بلکہ دوسروں کے لئے نفع مند شخص کو دوام [۳۵] عطا فرماتے ہیں۔

④ دولت کو جائز طریقوں سے حاصل کیا جائے، اور اس کا حق [۳۶] ادا کیا جائے۔ ورنہ یہ مال و دولت روزِ قیامت اپنے مالک کی گردن پر سوار [۳۷] ہو گا۔

ایک فلاحی معاشرہ اور فلاح یافتہ انسان کی خصوصیات بے شمار ہو سکتی ہیں جن میں عدل وانصاف بھی شامل ہے۔ لیکن اختصار کے پیش نظر انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ان چند نکات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کا تصورِ فلاح، مغرب کے تصورِ فلاح سے مختلف ہے۔ بالخصوص مغرب میں روحانیت، عزیز واقارب سے ہمدردانہ سلوک اور مال و دولت کا جائز حصول اور اس کو جائز مقام دینا وغیرہ اسلام سے یکسر مختلف ہیں۔ اسلام کا تصورِ فلاح ایک لفظ میں سما سکتا ہے کہ اس کی رو سے ایک مطمئن و پرسکون شخص ایک کامیاب [۳۸] آدمی ہے۔اور انسان کو اطمینان اپنی فطرت میں پوشیدہ تقاضوں کی تکمیل سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اسلام کی بنیاد بھی فطرت پر ہے۔

اگر کوئی شخص اسلام کے بغیر سکون واطمینان کا دعویٰ کرے تو یا تو اس نے اپنی فطرت کو مسخ کر لیا ہے یا اپنی شخصیت کے تشنہ پہلوؤں کو وہ دوسروں بلکہ اپنے آپ سے چھپا رہا ہے یا اس نے اسلام کے بعض اُصولوں کو اپنی زندگی میں اختیار کر رکھا ہے گو کہ عقلی حوالے سے سہی، مذہب کے طور پر نہ سہی۔ ان اُصولوں کو اپنانے کی حد تک وہ مطمئن ہے، باقی اُمور میں وہ بھی تشنہ کام ہے۔

اسلامی تصورِ فلاح کا یہ مطلب نہیں کہ اسلامی معاشرے کے افراد محتاج اور دوسروں کے دست نگر ہوتے ہیں۔ اوّل تو اسلام میں محنت کا ایسا جامع تصور اور احساس موجود ہے کہ کوئی نفس اس سے گریز کئے بنا مجبور و محتاج نہیں رہتا۔ اس کے باوجود رزق کی تقسیم اللہ کی تقدیر کے مطابق ہے۔ [۳۹] جس کے لئے زکوٰۃ کا اجتماعی نظام موجود ہے جس میں مستحقین کی ذمہ داری ان

---

[۳۴] « واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون أخیه» (مسلم: ۲۶۹۹)

[۳۵] {وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ} (الرعد: ۱۷)

[۳۶] واللہ لأقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ فإن الزکوۃ حق المال (بخاری ۷۲۸۵)

[۳۷] لا یغل أحدکم منها شیئا إلا جاء به یوم القیامۃ یحملہ علی عنقہ... (بخاری ۶۶۳۶)

[۳۸] {اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ} (الرعد ۲۸)

[۳۹] {قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ لَهُ} (سبا: ۳۹)

www.KitaboSunnat.com

کے غنی مسلمان بھائیوں پر ڈالی گئی ہے۔ خیر القرون کے اس فلاحی معاشرے کی یہ خصوصیت بھی تاریخ میں موجود ہے کہ اس دور میں ڈھونڈے سے زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔

اسلام اور کفر کے اس تصورِ فلاح کا بہت سا اثر ان کے رجحاناتِ زندگی پر پڑتا ہے۔ اہل یورپ کی نظر میں فلاح کے جو بنیادی اسباب ہیں، ان کی تمام تگ و تاز بھی انہی کے حصول میں لگی نظر آتی ہے۔ جبکہ اسلام کے نام لیوا اپنی کوششوں کا محور و مرکز ان اسباب کو بناتے ہیں جو ان کے تصورِ فلاح کی تکمیل کردیں۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے احیاءِ علوم کے اپنے سنہرے دور میں جن موضوعات اور علوم کو رواج دیا وہ ان کے تصورِ فلاح سے مطابقت رکھتے تھے۔ عباسی دورِ خلافت جو مسلمانوں میں علوم کا زرّیں عہد کہلاتا ہے، میں مسلمان اہل علم نے علومِ شریعت کو اپنی محنت کا مرکز و محور قرار دیا۔ قرآن اور احادیث کے دو بنیادی مآخذِ وحی کے حوالے سے تمام تر علوم کی تدوین اسی دور میں ہوئی۔ مسلمانوں نے حدیثِ نبوی کی حفاظت کے حوالے سے ایسا فن تحقیق مدوّن کیا جس پر جدید دنیا آج بھی انگشت بدنداں ہے کہ اس قدر گہرے اُصولِ تحقیق اتنی صدیاں قبل نہ صرف دریافت ہوئے بلکہ ان پر کماحقہ عمل بھی کرلیا گیا۔

مسلمانوں نے اپنے سیاسی اور عمرانی افکار میں اسلام کی مشعل تھام کر ترقی کی ایسی منازل طے کیں کہ آج کی جدید ترقی یافتہ دنیا بھی اس اسلامی معاشرے کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ابتدائی چار صدیوں میں مسلمانوں نے اسلام کے حوالے سے اتنے متنوع موضوعات پر دادِ تحقیق دی اور اتنے علوم و فنون کو مدوّن کیا کہ جدید عقل ودانش اس پر متحیر ہے۔ قرآن کریم اور سنتِ نبوی کا مفہوم سمجھنے کے لئے مسلمان اقوام نے عربی لغت اور قواعد نگاری میں ایسا شاندار کام کیا کہ کئی یورپی ماہرین کے نزدیک انگریزی لغت کے قواعد کا اس کے مقابلے میں ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔

ابن ندیم معروف ورّاق اور کتب فروش نے چوتھی صدی ہجری میں بغداد میں پائی جانے والی کتب کی نشاندہی پر مبنی الفہرسۃ نامی کتاب تصنیف کی جس میں اس دور میں علم کی شاخوں اور رجحانات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ بعد کے ادوار میں مسلمانوں پر فتنۂ تاتار کی یورش نے ان میں سے اکثر کتب کو دجلہ و فرات کی بپھری لہروں کے سپرد کرکے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور اس کتاب میں موجود ۸۰ فیصد کتب کے صرف نام اب باقی ہیں، دنیا

www.KitaboSunnat.com

میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ جرمن پروفیسر جوزف ہیل اپنی تصنیف 'عرب تہذیب' میں ان ادوار کی دانش گاہوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان دانش گاہوں میں مذہب کو سب سے بڑا مرتبہ حاصل تھا کیونکہ مذہب ہی نے پہلے پہل حصولِ علم کے راستے کھولے تھے۔ تعلیم القرآن، علم حدیث اور فقہ کو ان درس گاہوں میں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ یہ اسلام ہی کا کارنامہ ہے اور یہ فخر مسلمانوں ہی کیلئے مقدر ہوچکا تھا۔"

یہاں اس نکتہ کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ابتدائی ادوار میں مسلمانوں کی زیادہ تر توجہ علومِ شریعت کی طرف رہی اور شریعت اسلامیہ کے ذریعے انہوں نے زندگی کے مختلف پہلوؤں اور فرد و معاشرہ کے مختلف حوالوں پر تحقیقی و تدوینی کام کیا۔ قدرے بعد کے ادوار میں مسلمانوں نے ان علوم پر بھی توجہ دی جنہیں آج سائنس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ عباسی خلافت میں ہی اس کی داغ بیل تو ڈالی جاچکی تھی لیکن پہلے پہل مسلمانوں کے ہاں ترجیح بہرحال علومِ شریعت کو حاصل رہی۔ مسلمانوں نے جدید علوم پر اس وقت کام کیا جب وہ دینی سرمایہ پر غیر معمولی کام مکمل چکے تھے۔ مزید برآں جن لوگوں نے جدید سائنس پر ابتدائی نوعیت کا بنیادی کام کیا جس کی بدولت آج یورپ اس غیر معمولی ترقی تک پہنچا ہے، ان میں اکثریت بھی ایسے لوگوں کی تھی جو دیندار رجحانات میں ممتاز نہ تھے، بلکہ بعض سائنسدانوں پر منحرف عقائد کا الزام بھی کتبِ تاریخ میں ملتا ہے۔

بعض دانشوروں کے نزدیک جدید سائنسی علوم کے قرآن و احادیث میں موضوع نہ بنائے جانے کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ایسے علوم کو مشاہدے اور دیگر انسانی صلاحیتوں کے سہارے حاصل کرنا ممکن ہے جبکہ اجتماعی و عمرانی علوم کا حصول انسانی صلاحیت سے بڑھ کر ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں بطورِ وحی نازل کیا۔ چنانچہ انبیاء جس علم کو لے کر آتے ہیں وہ علم لدنی ہوتا ہے، ان کا کسبی علم نہیں ہوتا.....!!

اس کے بالمقابل اگر مغرب میں نشاۃِ علوم کی تحریک کا جائزہ لیں تو علوم کی یہ نشاۃِ ثانیہ ان کے تصورِ فلاح اور مقصد و منزل سے مطابقت رکھتی ہے۔ اس تحریک میں ادب اور طبعی سائنسز کو خصوصی اہمیت حاصل ہوئی۔ طبعی سائنسز جن کا زیادہ تعلق مشاہدہ اور تجربہ سے ہے اور دوٹوک نتائج کی وجہ سے انہیں حقیقی سائنسز (Actual Sciences) بھی قرار دیا جاتا ہے کو جدید مغرب میں وہ قبولِ عام حاصل ہوا کہ انہوں نے ابتدائے کار اجتماعی، عمرانی اور سیاسی علوم کو

www.KitaboSunnat.com

حقیقی معنوں میں سائنس (علم) قرار دینے سے ہی انکار کردیا۔ یورپ کی موجودہ ترقی بھی دراصل ٹیکنالوجی کی برتری جسے اقبالؒ نے 'مشینوں کی حکومت' قرار دیا ہے، میں مضمر ہے۔ جبکہ انسانی اور اجتماعی علوم ہی وہ حقیقی اور برتر علوم ہیں، بطورِ انسان جن کی ضرورت اور اہمیت زیادہ مسلم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں آج تک حکومتیں اور اختیارات کسی سائنس دان یا موجد و دریافت کنندہ اور کسی فنکار کو نہیں ملتے ☆ ہے بلکہ آج تک دنیا پر عمرانی علوم کی حکومت ہے۔ معاشرے کا اجتماع اور قوت ان سے وابستہ ہے اور قوموں کی زمامِ کار ان کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام بنیادی طور پر انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے زیادہ بحث کرتا ہے اور ان کو منصفانہ بنیادوں پر قائم رکھنے کی زیادہ تلقین کرتا ہے۔ اسلام میں انہی کی بابت زیادہ ہدایات موجود ہیں۔ اس کا ثمرہ یہ ہے کہ اپنی تمام تر برتری کے باوجود اس محکومی کے دور میں بھی مسلمان معاشروں کا سکون یورپ کا ایسا حسین خواب ہے جو شرمندۂ تعبیر نہیں ہو رہا۔ مسلمان اپنے رہن سہن میں ان خصوصیات سے مالا مال ہیں، محبت و اپنائیت کی وہ قدریں ابھی قائم ہیں جن کا یورپ میں وجود بھی عنقا ہے۔

معروف مسلم انگریز دانشور اور نامور مترجم قرآن مارماڈیوک پکتھال لکھتے ہیں:

"مسلمان آج بھی دنیا میں ایک عظیم الشان، فقید المثال اور وسیع ترین انسانی برادری ہیں۔ اسلامی برادری اس حسد و رقابت اور باطنی نزاع سے پاک ہے جو مغربی معاشرے کے وجود کے لئے مستقل خطرہ بنا رہتا ہے..... مغرب طبعی علوم میں محیر العقول کامیابیوں کے باوجود سیاسی اور معاشرتی علوم میں ایسے مسائل حل کرنے میں ناکام رہا ہے جن کا حل اسلام نے صدیوں پہلے پیش کردیا تھا..... مسلمانوں کو یورپ سے علومِ طبعی تو ضرور سیکھنے چاہئیں لیکن سیاسیات و عمرانیات میں یورپ آج بھی ان کے اُستاد ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ ان میدانوں میں اسلام نے تیرہ صدیاں قبل ہی امن و سلامتی کی وہ راہ تلاش کرلی تھی جسے پانے کیلئے عیسائیت آج تک بھٹک رہی ہے۔" (اسلامی ثقافت اور دور جدید، خطباتِ پکتھال: ص۱۸۱، ۱۸۳)

ترکی شہزادہ سعد حلیم پاشا اپنی کتاب 'اسلام شمسمق' میں لکھتے ہیں:

"مغرب کے علومِ طبعی کی ترقی ہر چند کہ صحیح طریقے پر ہوئی ہے لیکن اس کے سماجی اور سیاسی

☆ بھارتی صدر ابو الکلام (سائنس دان، امریکی صدر رگین (اداکار) اور بھارتی حکومت میں مختلف اداکاروں کو ملنے والے موجودہ عہدے ان کو سیاسی مراحل سے گزرنے کے بعد حاصل ہوئے نہ کہ ان کی اس سابقہ حیثیت کا بلاواسطہ نتیجہ تھے، یا زیادہ سے زیادہ انہیں استثنا کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

نظام کی نشوونما اُلجھے ہوئے اور پیچیدہ طریقے سے ہوئی ہے۔ مغرب کے سیاسی اور سماجی نظام کی بنیادیں قابل مشاہدہ حقائق پر نہیں بلکہ ناقابل قبول مفروضات پر قائم ہوئی ہیں۔''

(بحوالہ اسلامی ثقافت اور دورِ جدید۔ ص:۱۸۲)

مغرب میں انسانی علوم پر بھی بہت کام ہوا ہے لیکن اس کے پس پردہ بھی انسانیت کے جوہر کی بجائے مادّیت کا عنصر کار فرما ہے۔ اس طرح مغرب میں ادب اور فنونِ لطیفہ کو انسانی قدروں پر بھی برتری حاصل رہی ہے۔ اس سلسلے میں برطانیہ کے ایک مشہور مباحثہ کا حوالہ دینا مناسب ہو گا جس میں اخبارات کے ذریعے قارئین کو ایک معمہ حل کر دینے کی دعوت دی گئی۔ وہ معمہ یوں تھا:

''فرض کیجئے کہ ایک کمرے میں یونانی صناعی کا ایک نادر و بے مثال مجسمہ رکھا ہے، اس کمرے میں ایک بچہ بھی سو رہا ہے۔ اگر اس کمرے میں آگ لگ جائے اور دونوں میں سے صرف ایک کو بچانا ممکن ہو تو آپ کی رائے میں کسے بچانا چاہئے؟

اخبارات کے برطانوی قارئین جن میں اکثر صاحبِ فہم و ادراک، تعلیم یافتہ اور روشن خیال لوگ بھی موجود تھے میں سے اکثریت کا جواب یہ تھا کہ

''بچے کو بے شک جل جانے دیا جائے لیکن مجسّمے کو بچا لیا جائے۔''

جناب مارماڈیوک نے اس مباحثے کے تذکرہ کے بعد اس پر تبصرہ یوں تحریر کیا:

''اس ظالمانہ اور خود غرضانہ فیصلے کی یہ تاویل دی گئی ہے کہ بچے تو روزانہ ہزاروں پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن یونانی صناعی کے ایسے بے بدل اور نایاب مجسّمے دنیا کو دوبارہ حاصل نہیں ہوسکتے۔ مسلمان کسی ایسے بے رحمانہ اور ظالمانہ فیصلے کے بارے میں سوچنے کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتا۔ اس قسم کی باتوں کو دورِ حاضر کی مہذب بت پرستی ہی کہا جاسکتا ہے۔'' (ایضاً: ص۲۷)

اس تبصرے پر ہم یہ اضافہ کریں گے کہ اسلام تو ایک انسان کی جان[۳۰] بلکہ عزت کی پامالی کو بھی بیت اللہ جیسی اہم ترین اسلامی عمارت اور الٰہی شعار سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اسلام ہی انسانیت کے احترام، سکون و اطمینان اور حقیقی مرتبہ کا حامل واحد دین ہے۔

۴ تصورِ علم

اسلام اور مغرب میں رجحانات اور عقائد و نظریات کے فرق پر مبنی اس بحث کو

[۳۰] {مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا} (المائدہ: ۳۲) اور یطوف بالکعبة ویقول «... لحرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منک ماله ودمه» (ابن ماجہ: ۳۹۸۰)

www.KitaboSunnat.com

سمیٹتے ہوئے ہم آخری نکتہ یہ ذکر کریں گے کہ مغرب کے جس علم و فن کی برتری کا بہت چرچا ہے اور اسلام کو اس سلسلے میں کوتاہی سے مطعون کیا جاتا ہے، علم کے باب میں بھی اسلام اور مغرب کے تصور میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔

اسلام میں علم انسانی ذہن کی معراج ہے۔ کائنات میں معارفِ ربانی کی جستجو کو علم کا نام دیا گیا ہے۔ اسلام میں علم کو اس قدر تقدس حاصل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معلمی کو اپنی بعثت کا امتیاز [31] بنا کر پیش کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ

إن العلماء ورثة الانبیائ، إن الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما إنما ورثوا العلم

(ترمذی ۲۶۸۲) ''بلاشبہ علما ہی انبیا کے وارث ہیں۔ انبیاء کرام درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑتے، ان کی میراث تو علم ہوتا ہے۔''

اسلام سب سے پہلے اس علم کو اہمیت دیتا ہے جو اس کو اپنی ذات کی معرفت دے اور اپنے خالق کی آگہی عطا کرے۔ اس کو دنیا میں اپنی کوتاہیوں کی پرکھ کا سلیقہ اور دوسروں سے چلنے اور برتاؤ کرنے کا ڈھنگ آجائے۔ اپنے نفس کی معرفت، مقصدِ تخلیق کا شعور اور اپنے ربّ سے وابستگی پیدا ہوجائے۔ اپنے خالق کی پہچان اور اس کی معرفت حاصل ہو کر انسان اس کے حقوق کی ادائیگی کے قابل ہوجائے۔ قرآنِ کریم اہل علم کی یہ شان اور نشانی قرار دیتا ہے کہ وہ اللہ کی خشیت اختیار کرتے ہیں۔ پہلی وحی 'اقرأ' جو پڑھنے کے حکم پر مبنی ہے، میں بھی اللہ نے صرف پڑھنے کا حکم دینے کی بجائے اُس ربّ کے نام ..... سے پڑھنے کا حکم دیا جس نے انسان کو عدم سے وجود بخشا۔ قرآن نے عالم اور جاہل کو برابر قرار دینے پر تعجب [32] کا اظہار کیا۔ نبی ﷺ نے علم کو مسلمانوں پر فرض قرار دیا اور اس کے لئے اہل علم نے دور دراز کے سفر اختیار کئے۔

ان اشاروں سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں علم ایک مقدس فرض ہے اور معلمی و مبلّغی ایک نبوی منصب کی تکمیل ہے۔ اسلام کی نظر میں قرآن کے معلم و متعلّم دنیا کے بہترین انسان ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو انسانیت کا معلم قرار دیا اور نبی کریم کا مقصدِ بعثت تزکیہ

---

(۳۱) «إنما بعثت معلما» (ابن ماجہ: ۲۴۲) (۳۲) {إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ} (الفاطر ۲۸)
(۳۳) {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ} (العلق ۱، ۲)
(۳۴) {قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لاَ يَعْلَمُونَ} (الزمر: ۹)
(۳۵) «طلب العلم فریضة علی کل مسلم» (ابن ماجہ ۲۲۰)
(۳۶) «خیرکم من تعلم القرآن وعلمه» (بخاری ۵۰۲۷) (۳۷) {وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ} (البقرۃ ۲۸۲)

www.KitaboSunnat.com

و تعلیم قرار دیا: {وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ} (آلِ عمران: ۱۶۴)

اس کے بالمقابل مغرب میں علم کو یہ تقدس سرے سے حاصل نہیں۔ مغرب کا علم ایک مادّی وجود / بنیاد رکھتا ہے جو انسانی ضرورتوں سے وابستہ ہے۔ چونکہ یہاں روحانی ضرورت سے انحراف پایا جاتا ہے، اس لئے روحانی علوم (مذہب و دین) کو سرے سے علم ہی نہیں مانا جاتا ☆۔

مغرب میں علم انسانی فرض کی تکمیل کی بجائے مادّی ضروریات کی تکمیل کے واسطے پڑھا جاتا ہے۔ جدید مغربی یونیورسٹیوں میں تحصیل علم کا عمل دراصل مستقبل کی وہ سرمایہ کاری ہے جس کی بنیاد پر آئندہ پرآسائش زندگی کی تجارت کی جاتی ہے۔ یہاں انہی علوم کی اہمیت ہے جن کی بنا پر تحصیل علم کے بعد بازار میں اچھا دام لگنے کی گنجائش ہے۔ مغربی یونیورسٹیاں اور ان کی دیکھا دیکھی مسلم ممالک کی جدید یونیورسٹیاں ایسے علوم کی فروخت کرتی ہیں جن سے اچھی ملازمتوں کا حصول ممکن ہوسکے۔ ایسی ڈگریوں کے لئے ان یونیورسٹیوں میں جم غفیر لاکھوں روپے کی فیس دینے پر آمادہ ہے۔ چنانچہ تمام پرائیویٹ کالجز بھی ایسی ہی تعلیم کا بیوپار کرتے ہیں جن ڈگریوں کی بازار میں مانگ ہے گویا پرائیویٹ کالجوں نے تو ان علوم کا ٹھیکہ لیا ہے جن کی بازار میں بولی لگتی ہے جبکہ سرکاری یونیورسٹیوں کے وہ شعبے ویران ہیں جہاں کسی جدید

☆ مذہبی تعلیمات کو 'علم' قرار دینے سے جدید دانش اس بنا پر احتراز کرتی ہے کہ اس کی رائے میں مذہبی عقائد و تصورات مشاہدہ، عقل اور تجربہ کی میزان میں پورے نہیں اُترتے۔ اور ایسا علم جو ان پیمانوں پر پورا نہ اترے، اس کو علم کیونکر مانا جائے۔ اس بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ اسلامی عقائد و تصورات عقل سے تخلیق تو نہیں کئے جاسکتے لیکن عقل کے معروف ضابطوں پر آخر کار وہ لازماً پورے اُترتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے عقل کو اعتراض کی بجائے اتباع کا رویہ اپنانا ضروری ہے۔ البتہ معجزات اور ایمان بالغیب میں بعض تصورات انسانی عقل سے ماورا بھی ہیں۔ جب ایک مسلمان مختلف حوالوں سے نبی کی نبوت پر ایمان لاتا ہے تو اس کے بعد اس نبی کا مستند فرمایا ہوا، اس کے نزدیک تمام انسانی ضوابط سے برتر حیثیت رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت ابو بکرؓ صدیق کا ایمان افروز واقعہ مشہور ہے جس میں نبی کریم کے دعویٰ معراج کے بارے مشرکین نے ابو بکرؓ سے سوال کیا کہ کیا اب بھی اس نبی پر ایمان لاتے ہو جو ایک رات میں اتنا طویل سفر کرنے کا ناممکن دعویٰ کرتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ بات نبی کریمؐ کا فرمان ہے تو میں اس کے سچ ہونے کی گواہی دیتا ہوں (چاہے وہ عقل میں نہ بھی آئے)۔ (مستدرک حاکم: ج ۳/ ص ۶۲) غرض اسلام میں وحی اور مقامِ نبوت کی حیثیت اپنی عقل اور مشاہدہ سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ یہی عقل کا تقاضا ہے کہ ایک نبی کو اللہ کا پیغمبر مان لینے کے بعد اپنی عقل کو اس کے سامنے مطیع کر دینا چاہئے جبکہ جدید تصورِ عقل اس سے مختلف ہے!!

www.KitaboSunnat.com

فن کی تعلیم نہیں ہوتی۔ اس کی دلیل ان شعبوں کی رسمی فیس اور ناگفتہ بہ انتظامات ہیں۔

اسلام میں علم دنیا کمانے کا ذریعہ نہیں بلکہ علم اور مال و دولت کو دو مختلف میدان قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے منسوب معروف اشعار قابل مطالعہ ہیں:

رضینا قسمة الجبار فینا — لنا علم وللجهال مال

فإن المال یفنی عن قریب — والعلم باق لا یزال

''اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر ہم راضی برضا ہیں کہ ہم تو علم کے حامل ہو جائیں اور جاہلوں کو اللہ تعالیٰ مال و دولت عطا کر دے۔ مال کو عنقریب فنا ہو جانا ہے جبکہ علم کو ہی ایسی دائمی بقا حاصل ہے جس میں زوال کا امکان نہیں۔''

ان اشعار میں مال و دولت اور علم کو مدمقابل پیش کیا گیا ہے اور مال و دولت کو جاہلوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ یہاں علم سے مراد بھی دینی علم ہی ہے گویا دینی علم ہی اسلام کی نظر میں حقیقی علم کہلانے کا اصل مستحق ہے۔

اسلامی معاشروں میں تعلیم نہ صرف مفت ہوتی ہے بلکہ اس کے لئے وظائف ☆ دیئے جاتے ہیں۔ علم و تعلّم سے وابستہ افراد کا احترام ان کی مالی حیثیت سے نہیں بلکہ معاشرتی مقام و مرتبہ سے ہوتا۔ یہاں علم کو روحانیت و تقدس حاصل تھا اور علم کو مادّی ضرورت کے بغیر روحانی اور انسانی بنیادوں پر پروان چڑھایا جاتا تھا۔ کیونکہ اس علم کے فروغ کی ذمہ داری نبی آخر الزماںؐ نے ان کے سپرد کی تھی اور علم کی یہ صفت خالق کائنات نے اپنی ذات کے لئے پسند فرمایا تھا۔

مغربی معاشروں میں علوم کو مادّی ضروریات کے سہارے سیکھا پڑھا جاتا ہے۔ یہاں پہلے ضرورت اور اس ضرورت کی مادّی پیمائش ہے، جس علم کی کسی طبقہ زندگی میں ضرورت پیدا ہوتی

☆ برصغیر میں مسلمانوں کے روایتی نظام تعلیم پر لارڈ میکالے نے ۱۸۳۸ء میں بنیادی اعتراض یہ کیا تھا کہ ایسا علم جو حصول کے بعد اپنے حامل کو مالی آسائش نہ دے سکے، اس علم کو سرکاری وظائف سے سکھانا ایسی رشوت دینے کے مترادف ہے جو ایک بے کار چیز کو سیکھنے کے لئے طالب علم کو دی جاتی ہے۔ اس نے مسلمانوں کے جملہ علوم کو یہ کہہ کر حقارت کی نظر سے دیکھا کہ ان کی وقعت مغرب کی کسی اچھی لائبریری میں موجود ایک شیلف کی کتب سے زیادہ نہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان جملہ علوم کی جگہ جدید علوم کو یہاں حکومتی سطح پر رواج دیا جائے۔ مزید تفصیلات کے لئے میکالے کی اصل رپورٹ دیکھیں..... ترجمہ از شبیر حسین بخاری

www.KitaboSunnat.com

ہے، وہاں اس کی مانگ میں اضافہ ہوجاتا ہے اور ہر شے تجارتی ضابطے 'ڈیمانڈ اینڈ سپلائی' کے اُصول پر چلتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ روحانی، انسانی، اجتماعی اور اخلاقی علوم کی ضرورت روز بروز کم ہوتی جاتی ہے، دوسری طرف معلمی کو بھی ایک معاشی کارکن کا درجہ مل گیا ہے جسے اسلام میں نبوت کا تقدس حاصل تھا۔ ان محروم توجہ علوم سے بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مغرب میں روحانی خلا ہے اور فطرت سے انحراف، بے اطمینانی، بے سکونی اور ذہنی بیماریاں، خود کشیاں روز افزوں ہیں۔ غرض اسلام میں علم کا مفہوم اور ہے اور اہل مغرب کے ہاں اور!!

گذشتہ صفحات میں جن چند نکات کی صورت میں حاصل فکر پیش کیا گیا، ان کے دلائل کا مطالعہ مزید بہت سی جہتوں کو کھولنے کا سبب بن سکتا ہے۔ طوالت کے پیش نظر ضروری دلائل کو حواشی میں درج کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ ان نکات میں فرق کا اثر اسلامی اور مغربی معاشرے میں بخوبی دکھائی دیتا ہے۔

علم کا یہ تو وہ تصور ہے جو اسلامی نظریات میں موجود ہے۔ لیکن جس طرح اسلام اور مسلمانوں کے طرزِ عمل میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔ اسلام جن اُمور کا ہم سے تقاضا کرتا ہے، مسلمان اس سے کوسوں دور ہیں۔ عین اسی طرح علم کے اس مقدس اسلامی تصور کا وجود بھی مسلمانوں کے ہاں معدوم ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان میں علوم کے احیا کی تحریک پیدا ہو، مغرب کی موجودہ تمام تر برتری اس کی علمی برتری کی مرہونِ منت ہے جس کے مختلف مظاہر سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، حربی، فکری اور ابلاغی تسلط و تحکم کی صورت میں نمایاں ہیں۔ مسلمانوں کی موجودہ پستی کی وجہ علم کے ان نبوی فرامین سے انحراف ہے جن کا اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے!!

اس ساری بحث کے تناظر میں یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام اور مغرب میں بنیادی فرق روحانیت اور مادیت کا ہے۔ ہمارے پیش کردہ نکات اسی ایک نکتہ کے ہی مختلف پہلو ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

مجلس علماء پاکستان

افادات: ڈاکٹر صہیب حسن
نگارش: حافظ حسن مدنی

کراچی میں علماءِ اہلحدیث کنونشن

[حالاتِ حاضرہ اور علماء کرام کی ذمہ داریاں]

معاشرے میں بڑھتی بے اطمینانی اور لادینیت کی روک تھام کے لئے علماء کرام سرگرم تو ہیں لیکن مقابل میں اس قدر زیادہ منظم طور پر اور غیر معمولی وسائل کے ساتھ عریانی، اباحت پسندی اور دین بیزاری کو فروغ دیا جارہا ہے کہ علما کی کوششیں کامیاب نہیں ہو پارہیں۔عالمی سطح پر اسلام کی دعوت کو درپیش مسائل اس پر مستزاد ہیں۔ چنانچہ معاشرے میں دینی کام کی رفتار بڑھانے، باہمی رابطے کو فروغ دینے اور اسلام کے پھیلاؤ کیلئے اپنے اثر ورسوخ کو پھیلانے کی غرض سے علما کو باہمی مشاورت کا اہتمام کرنا اور کبار علما سے رہنمائی لینا چاہئے اسی غرض سے حافظ عبد الرحمن مدنی صاحب نے گذشتہ سال سے ملک بھر میں علما کے متعدد کنونشن منعقد کرنے کا اہتمام کیا۔اس سلسلہ کا پہلا کنونشن فیصل آباد میں مولانا حافظ محمد شریف صاحب کی دعوت پر مرکز التربیۃ الاسلامیہ فیصل آباد میں ہوا، یہ کنونشن مولانا عبد اللہ امجد چھتوی کے زیر صدارت ۲/ اگست ۲۰۰۳ء کو منعقد ہوا جس میں فیصل آباد اور گردونواح کے ممتاز علما نے شرکت کرکے اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کیا۔اسی سلسلے کا پنجاب کی سطح پر دوسرا اجتماع لاہور میں مجلس التحقیق الاسلامی کے مرکزی دفتر میں ۱۰/ اگست ۲۰۰۳ء کو منعقد ہوا جس میں بھی انہی موضوعات پر طویل مشاورت کی گئی اور علماء کے اثر ورسوخ کو بڑھانے اور دین حقہ کی دعوت پھیلانے کیلئے تجاویز و آرا پیش کی گئیں۔اس اجلاس میں بڑے جامعات کے شیوخ الحدیث اور اساتذہ سمیت لاہور اور گوجرانوالہ کے ممتاز علما نے شرکت کی۔ تقریباً ڈیڑھ سو علما کا یہ اجلاس صبح سے تقریباً مغرب تک جاری رہا۔اس سلسلے کا تیسرا اجتماع ۱۴/ ستمبر ۲۰۰۳ء کو مرکز دعوۃ التوحید، اسلام آباد کے زیر اہتمام منعقد کیا گیا، جس میں ۶۰ سے زائد علماء کرام نے شرکت کی۔ اجتماع میں دعوتِ اہلحدیث کو مؤثر بنانے اور موجودہ حالات میں علما کی ذمہ داریوں پر گفتگو کی گئی۔ پہلی نشست کی صدارت ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر اور دوسری نشست کی صدارت حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب نے کی۔ اس اجتماع کی غرض وغایت یہ تھی کہ بین الاقوامی اور ملکی حالات کے تناظر میں کتاب وسنت کی خالص دعوت پیش کرنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے، ان حالات میں اہلحدیث کو کیا حکمتِ عملی اپنانی چاہیے؟ اس اجتماع کی رپورٹ محدث، اکتوبر ۲۰۰۳ء میں شائع ہوئی۔اس سلسلے میں حافظ عبدالرحمن مدنی نے علما کا چوتھا اجلاس 'حالاتِ حاضرہ اور علما کی ذمہ داریاں' کے نام سے کراچی میں ۲۵/ اپریل ۲۰۰۴ء کو طلب کیا۔ جس کی رپورٹ ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحمن مدنی ایڈیٹر ماہنامہ 'محدث' اور مدیر جامعہ لاہور الاسلامیہ نے مولانا محمد سلفی مدیر جامعہ ستاریہ اسلامیہ ، کراچی کے تعاون سے ۲۵/اپریل ۲۰۰۴ء کو بعد نمازِ ظہر جامعہ ستاریہ کے وسیع ہال میں علما کنونشن کا اہتمام کیا۔یہ کنونشن کراچی کے جن ممتاز علما اور دانشوروں کی دعوت پر منعقد کیا گیا، وہ یہ ہیں:

مولانا یوسف قصوری، ڈاکٹر نصیر اختر، مولانا خلیل الرحمن لکھوی، مولانا یونس صدیقی، قاری خلیل الرحمن، جناب ڈاکٹر خورشید احمد، جناب انجینئر جاوید احمد، جناب عارف قاسمانی، جناب عبدالرحمن عابد، مولانا محمد سلفی۔اس کنونشن کا پروگرام تمام داعی حضرات نے ۲۱/مارچ ۲۰۰۴ء کو جناب پروفیسر ڈاکٹر نصیر اختر کے گھر میں طے کیا تھا، جہاں مولانا حافظ عبدالرحمن مدنی مہمانِ خصوصی تھے۔

حسبِ پروگرام پورے کراچی سے پچاس کے قریب ان نمائندہ اہل علم حضرات نے شرکت کی جو تدریس، تحقیق اور تبلیغ ودعوت کے میدان میں سرگرمِ عمل ہیں۔ کنونشن کی صدارت اسلامی شریعت کونسل برطانیہ کے معتمد معروف سکالر جناب ڈاکٹر صہیب حسن نے کی۔ ظہرانہ کے فوراً بعد قرآن کریم کی تلاوت سے علما کنونشن شروع ہوا جس میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض مولانا محمد سلفی نے انجام دیے۔انہوں نے سب سے پہلے تمام شرکا مجلس کو خوش آمدید کہتے ہوئے کراچی بھر سے تشریف لانے والے علما کرام کا شکریہ ادا کیا کہ اُنہوں نے اس قدر مختصر وقت میں ہماری دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنے قیمتی اوقات میں سے فرصت کی چند گھڑیاں نکالیں۔انہوں نے کہا کہ دینی کاز کو اپنی ذاتی مصروفیات پر ترجیح دے کر ہی اسلام کو درپیش چیلنجز سے عہدہ برآ ہوا جاسکتا ہے۔بعد ازاں انہوں نے کنونشن کی غرض وغایت بیان کرنے کے لیے حافظ عبد الرحمن مدنی کو دعوتِ خطاب دی۔چنانچہ مولانا مدنی نے عالمی صورتِ حال کے تناظر میں علما کو درپیش چیلنجز پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔جن کا خلاصہ یہ ہے:

امریکہ نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے کام لیتے ہوئے روس کی سپر قوت کو افغانستان میں شکست وہزیمت سے دوچار کیا تھا، جس کے بعد نہ صرف روس افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہوا بلکہ اس کے مرکز میں بھی ایسا انتشار واقع ہوا کہ سوویت یونین کے نام سے ایک سپر قوت کا خاتمہ ہو کر اس سے کئی خود مختار حکومتوں نے جنم لیا۔اس

www.KitaboSunnat.com

طرح وسطی ایشیا کی متعدد ریاستوں میں صبح آزادی طلوع ہوئی۔

امریکہ نے مسلمانوں کا شکر گزار ہونے کی بجائے واحد سپر قوت بننے کے بعد اُلٹا مسلمانوں کے خلاف ایسی سازش تیار کی کہ پہلے عراق کویت جنگ کرا کر سعودی عرب وغیرہ میں اپنے اڈّے جمائے۔ اس طرح پہلے خلیج کچنگ کے بہانے وقفے وقفے سے بارہ سال کے عرصے میں عراق کو خطرناک تباہی سے دوچار کیا جن میں بعد ازاں ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے حادثہ کے بہانے اسلام دشمن سرگرمیوں میں مزید تیزی آ گئی، نتیجتاً امریکہ کی سربراہی میں نام نہاد عالمی اتحاد نے اسلام دوستی اور دہشت گردی کو مترادف قرار دے لیا۔ جس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ انتقام کے جنون میں اس کا غصہ کسی غیر اسلامی ملک مثلاً شمالی کوریا، جاپان یا چین وغیرہ پر نکلنے کے بجائے یکے بعد دیگرے افغانستان اور عراق پر نکلا اور اس نے ان اسلامی ریاستوں کو ایسی تباہی و بربادی سے دوچار کیا کہ انہیں نشانِ عبرت بنا دیا۔ اب صورتِ حال یوں ہے کہ کوئی مسلم ملک امریکہ کے خلاف معمولی مزاحمت تو کجا اختلاف سے بھی گھبرانے لگا ہے۔

مولانا مدنی نے اس پس منظر میں واضح فرمایا کہ یہ گذشتہ ۲۵ برس کا وہ خون آشام کھیل ہے جس کا جواز مسلمانوں نے روس کو ہرا کر امریکہ کے لئے پیدا کیا۔ طاقت کے اس توازن کی خرابی کا تمام تر نقصان مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑا اور آج اسلامی مملکتوں میں امریکی بربریت اور بہیمیت کے مختلف نشان سرعام موجود ہیں۔ اکثر مسلم ممالک میں امریکی افواج اور خفیہ ایجنسیاں دندناتی پھرتی ہیں اور جس کو جی چاہے حراست میں لے کر امریکی تفتیش اور عقوبت خانوں کی نذر کر دیا جاتا ہے۔

امریکہ نے اپنی غیر معمولی حربی قوت کے بل بوتے پر سیاسی ہٹ دھرمی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اسی غرض سے وہ عرصہ سے مسلم ممالک پر اقتصادی شکنجے کس رہا تھا۔ اب بھی اقتصادی ناکہ بندی میں IMF اور ورلڈ بنک کے علاوہ اقوامِ متحدہ کی ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن امریکی مقاصد کے لئے سرگرمی سے مصروفِ عمل ہیں۔ اسی طرح مسلم ممالک میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ایک جال ہے جو ہر ملک کی معیشت کو نہ صرف کنٹرول کرتی، مسلمانوں کے قابل جوہر کو بڑی تنخواہیں دے کر اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتیں ہیں بلکہ اس طرح اپنے سیاسی و اقتصادی ایجنڈے کو فروغ دے کر اسلامی معاشروں میں اپنے استعماری مقاصد کا تحفظ کرتی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

اپنے سیاسی اور اقتصادی تسلط کو دوام عطا کرنے کے لئے امریکہ نے مسلم معاشروں پر گذشتہ چند سالوں میں تہذیبی سرگرمیوں میں بھی غیر معمولی اضافہ کردیا ہے اور اس تہذیبی یلغار میں اس کا تعاون اس کی گماشتہ اسلام دشمن NGO's کے علاوہ ایسے نام نہاد علمی حلقے بھی کررہے ہیں جو اسلام کے بارے میں معذرت خواہانہ رویے کی صورت مغرب سے مرعوبیت کا شکار ہیں۔ ایسے نام نہاد دانشوروں کی کارکردگی، عوام میں ان کی اثر پذیری کی غرض سے انتشار انگیزی کے طریق کار کے طور طریقوں پر علماءِ حق کے لیے نظر رکھنا اور ان کا مناسب توڑ کرنا ایک اہم چیلنج ہے۔ کیونکہ سیاسی اور اقتصادی استعمار سے پیچھا چھڑانا تو شاید ممکن ہو لیکن ثقافتی اور فکری یلغار سے اگر قوم کے ذہن مسموم ہوجائیں تو ایسی فکری محکومی غیر ملکی قبضہ کو تحفظ اور لامحدود طوالت عطا کرتی ہے۔

مولانا مدنی نے علما کو ایسے ثقافتی تخریبی عناصر کے بارے میں احساس دلاتے ہوئے کہا کہ ماضی میں برصغیر میں یہی کام مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا، درمیانے ادوار میں یہ مکروہ فریضہ غلام احمد پرویز اور ان کے حواری انجام دیتے رہے اور دورِ حاضر میں اس ناروا فرض کی تکمیل کا بیڑا جناب جاوید احمد غامدی اور ان کے تشکیک زدہ نوخیز تحقیق کاروں نے اُٹھایا ہے۔ اس گروہ نے نہ صرف امریکی جارحیت کو مبنی برحق ثابت کرنے کے لئے قلم و قرطاس کا سہارا لیا ہے بلکہ زبان و بیان سے بھی مسلمانوں کے مسلمہ موقف کو غلط اور ناروا قرار دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ غامدی گروہ نے افغانستان و عراق پر امریکی قبضے کی حمایت کرتے ہوئے اسامہ بن لادن اور ملا عمر کو حالیہ جنگی جارحیت کا مجرم قرار دیا ہے۔ ان کی رائے میں نہ صرف کشمیر و فلسطین کا جہاد دہشت گردی ہے بلکہ ان کے خیال میں سارا بیت المقدس بھی اسی طرح یہودیوں کو دے دینا چاہئے جیسے مسلمانوں کو بیت اللہ پر کنٹرول حاصل ہے۔

مولانا مدنی صاحب نے زور دے کر کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح یہ گروہ بھی نہ صرف موجودہ دور میں جہاد کا مخالف ہے بلکہ قادیانی عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی وفات اور نزولِ ثانی کے خلاف عقیدہ بھی رکھتا ہے۔ ثقافتی میدان میں بھی ان کے نظریات نہایت مسموم ہیں جن کی رو سے نہ صرف (معاذ اللہ) ناچ گانا انبیاء اور کبار صحابہ کرام کا پسندیدہ عمل رہا ہے بلکہ تصویر و مجسمہ سازی بھی اسلامی نقطہ نظر سے مرغوب شے ہے۔ ان کے نزدیک

www.KitaboSunnat.com

بسنت اور ویلنٹائن منانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ غلام احمد پرویز کی طرح ان کے نزدیک ایسے تمام فنونِ لطیفہ اور رسوم ورواج کی مخالفت کی وجہ ثقہ علما کی تنگ نظری اور کم ظرفی ہے جب کہ ان کے ترقی پسند اسلام میں یہ پابندیاں نہیں پائی جاتیں۔

کراچی کے علما کو خبردار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کراچی میں ان کا مرکز دانش سرا عوام میں اسلام کے بارے شکوک وشبہات کو ہوا دے رہا اور امریکہ ومغرب پرستی کے جراثیم پھیلا رہا ہے۔ مولانا نے علما کو اس اہم فتنے کا نوٹس لینے اور علمی و تحقیقی بنیادوں پر اس کی تشکیکات کا ازالہ کرنے کی دعوت دے کر ضروری قرار دیا کہ ثقافتی میدان میں ان جیسے اباحت زدہ خیالات رکھنے والے منحرف خیال لوگوں کے نظریات سے علمی حلقوں کو آگاہ کرکے خالص اسلام کا دفاع کرنا چاہیے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اہل حدیث علماء کرام ہمیشہ سے دین کے خلاف ہونے والی سرگرمیوں کے توڑ میں بنیادی کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ غلام احمد قادیانی ہو یا غلام احمد پرویز، ہر دو کے بارے میں اہل حدیث علما نے جو غیر معمولی کردار ادا کیا، وہ برصغیر کی تاریخ کا درخشاں باب ہے۔ مسٹر جاوید احمد غامدی کے متجددانہ خیالات اور حدیث وسنت پر ان کے ملحدانہ افکار کا توڑ اہل حدیث پر سب سے پہلے عائد ہوتا ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنی ذمہ داری کو پہچانیں گے اور اسلام وسنتِ رسولؐ سے دفاع کا فرض ادا کرکے اللہ کے حضور سرخروئی حاصل کریں گے۔

ڈاکٹر صہیب حسن، لندن

مولانا صہیب حسن صدر القرآن سوسائٹی اور خطیب مسجد توحید، لندن جوان دنوں پاکستان کے دورہ پر تھے۔ وہ خصوصی طور پر اس اجلاس میں مدعو کئے گئے۔ انہوں نے اس اجتماع کو انتہائی خوش آئند قرار دیتے ہوئے ان خیالات کا اظہار کیا:

سورۃ النساء میں اطاعت اللہ اور اطاعتِ رسولؐ کے بعد اولی الامر کی تبعاً اطاعت کا حکم دیا گیا جس سے حکام کے ساتھ ساتھ علما بھی مراد ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اُنہیں انبیا کے علم کا وارث قرار دیا ہے۔ نہ صرف عام حالات میں بلکہ جب بھی اُمت مسائل ومشکلات کے گرداب میں پھنسی ہوئی ہو، علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ اُمت کی رہنمائی کا فرض سرانجام دیں۔ اس وقت پاکستان جن مسائل سے دوچار ہے، ان سے تغافل نہیں برتا جاسکتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

آں حضور ﷺ کی بیان کردہ ایک مثال کے مطابق ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں اور اگر ان لوگوں کا ہاتھ نہ پکڑا گیا جو اپنی غلط پالیسیوں اور منکرات و فحاشی کی سرپرستی کی شکل میں اس کشتی کو ڈبونا چاہتے ہیں تو کشتی کے سارے سوار خمیازہ بھگت کر رہیں گے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اس وقت رحمانی قوتیں اور شیطانی قوتیں برسر تصادم ہیں۔ میڈیا کی شکل میں شیطان ننگا ناچ رہا ہے اور رقص و سرود کی محفلوں، بے حیائی اور اختلاط جنسین سے بھرپور ڈراموں اور فحش پروگراموں کی مدد سے خاندانی اقدار، شرم و حیا کے اسلامی تصور اور دین و ایمان کی بیخ کنی کی جارہی ہے اور اب وہ علماء سوء بھی کھل کر سامنے آگئے ہیں جو رقص و سرود، بے حجابی اور بے حیائی کو قرآن و حدیث سے سندِ جواز مہیا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ عالمی سطح پر صحیح اسلامی فکر کی جڑیں کھوکھلی کرنے اور اسلام کو ایک لبرل اور سیکولر تعبیر سے روشناس کرانے کے لئے یورپ اور امریکا کی فکری طاقتیں (تھنک ٹینک) شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں۔ میں بطورِ مثال امریکہ کے مشہور تھنک ٹینک رینڈ (RAND) کا تذکرہ کروں گا جس نے 'ڈیمو کریٹک اسلام' کے نام سے مسلمانوں میں اثر و نفوذ پیدا کرنے کے لئے کافی سوچ و بچار اور تحقیق کے بعد بہتر ۷۲ صفحے کی ایک رپورٹ تیار کی ہے جس میں عالم اسلام کے ذہین طبقات کو سات طبقوں میں تقسیم کیا ہے اور کئی کلیدی مسائل جیسے جمہوریت، حجاب، تعددِ ازدواج جیسے موضوعات پر ہر مجموعہ افراد کی رائے دی ہے تاکہ اس امر کا پتہ چل سکے کہ امریکہ کی صلیبی طاقتیں کس گروپ کو آشیر باد دیں، کس سے جزوی تعاون کریں، کسے قیادت عطا کریں اور کسے طاقِ نسیان کی نذر کریں اور کسے اپنا دشمن تصور کرتے ہوئے حریف کا سا معاملہ کریں؟ مسلمانوں کے ان سات رجحانات کو یہ نام دیئے گئے ہیں:

۱۔ انتہا پسند بنیاد پرست	1.Radical Fundamentalist.
۲۔ بنیاد پرست	2.Fundamentalist.
۳۔ روایت پسند	3.Traditionalist.
۴۔ مائل بہ اصلاح روایت پسند	4.Reformist traditionalist.
۵۔ تجدد کے قائل	5.Modernist.
۶۔ لادین عناصر	6.Secularist.

www.KitaboSunnat.com

7.Radical Traditionalist. ۷۔انتہاپسندلادین

اس رپورٹ کے محررین کے نزدیک آخری تین گروہ انہی کا کام کررہے ہیں، تیسرے اور چوتھے گروپ میں نفوذ کرنا مقصود ہے یا ان سے جزوی تعاون کیا جائے۔ لیکن پہلے دو گروہ جس میں سلفی اور وہابی فکر شامل ہے، قابل گردن زدنی ہے۔ اس رپورٹ میں متصوفانہ اسلام کو قابل ستائش قرار دیا گیا ہے اور فقہ ائمہ اربعہ میں حنفی فقہ کو اپنے مقاصد بروئے کار لانے کے لئے زیادہ مناسب قرار دیا گیا ہے۔(میں نے اس رپورٹ کو محدث کے حوالے کیا ہے تا کہ وہ اس پر کام کریں)

ہمارے لئے مقامِ غور ہے کہ اعداءِ اسلام تو مسلمانوں کے ایک ایک فرقے کے بارے میں ریسرچ کرنے کے بعد آئندہ کے لئے پلاننگ کررہے ہیں اور ہم عالمی سطح پر تو کیا سوچیں گے، ملکی سطح پر بھی صحیح اسلامی فکر کو عام کرنے کے لئے کوئی قابل ذکر پلاننگ نہیں کرپارہے۔ اس سلسلہ میں میری طرف سے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں اور شرکاءِ مجلس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گے:

① صحیح فکر رکھنے والے تمام افراد اور جماعتیں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور ایک دوسرے کے خلاف چاند ماری سے باز آئیں۔

② اُمت کے مشترکہ مسائل میں تمام دینی جماعتوں کی طرف دستِ تعاون بڑھایا جائے وہ اس لئے کہ ہم ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ ہم نے مل جل کر اس کشتی کو غرقِ آب ہونے سے بچانا ہے۔

③ پورے پاکستان کی سطح پر مدارسِ سلفیہ اور جامعاتِ سلفیہ کا باقاعدہ اجتماع ہونا چاہئے۔ جس میں نصاب اور تعلیمی سطح پر یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کا آغاز کیا جائے۔

④ ایک ویب سائٹ کا اجرا کیا جائے جس میں تمام سلفی اداروں، جرائد اور کتب کا احاطہ مقصود ہو۔

⑤ ملکی سطح پر ایک ڈائریکٹری تیار کی جائے جس میں تمام اہل حدیث مساجد، مدارس اور تحقیقی اداروں کا مختصر تعارف ہو۔ ہر ادارہ کا امتیازی کام بھی ذکر کیا جائے۔ مثال کے طور پر جامعہ لاہور الاسلامیہ اور مجلس التحقیق الاسلامی کے تعاون سے دورِ نبوت اور دورِ خلافت

www.KitaboSunnat.com

راشدہ سمیت چودہ صدیوں پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک جج منٹس تیار کیا جارہا ہے جس کا علم عام لوگوں کو نہیں ہے۔ اسی طرح ادارۂ محدث کی طرف سے برصغیر پاک وہند کے پچھلے سو سال کے اہم علمی ودینی جرائد کے مضامین کا موضوعاتی اشاریہ بھی مرتب کیا جارہا ہے جس میں اب تک تقریباً اہل حدیث کے تمام ماہانہ رسائل پر کام مکمل ہوچکا ہے اور ہفت روزہ رسائل پر کام جاری ہے۔ یہ کام بعد از تکمیل انتہائی مفید ہوگا۔

⑥ مدارسِ عربیہ کے فارغ طلبہ کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ کم از کم ایم اے کی سطح تک ایک نہ ایک عمرانی یا سائنسی علم میں ادراک ضرور حاصل کریں اور اس کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان کی اتنی شُدبُد ضرور حاصل کریں کہ جس سے وہ کمپیوٹر سے بقدرِ ضرورت استفادہ کرسکیں۔ ایسے ہی بعض طلبہ مقارنہ ادیان و مذاہب کے ضمن میں عیسائیت، صہیونیت، قادیانیت، اسماعیلیت اور سلاسل تصوف میں سے کسی ایک موضوع پر سیر حاصل معرفت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

⑦ ان مضامین اور کتب کا علمی محاکمہ کیا جائے جس میں سلفی فکر کو نشانۂ تنقید بنایا گیا ہے۔

⑧ چونکہ جرائد اور کتب کا حلقہ قارئین روز بروز کم ہوتا جارہا ہے، اس لئے میڈیا کے جدید وسائل کے استعمال کو زیر غور لایا جائے۔

⑨ ملک میں فرقہ وارانہ تعصب کو کم کرنے کے لئے ایسے سیمینار منعقد کئے جائیں جس میں مختلف جماعتوں سے وابستہ علماء ومفکرین کو اظہار خیال کی دعوت دی جائے۔

⑩ سیاست جو رخ اختیار کرچکی ہے، اس میں ہلڑبازی، سنجیدگی کا فقدان اور اصل دعوتِ اسلام سے اعراض کا پہلو نمایاں ہے، اس لئے علماء میدانِ سیاست سے اجتناب کریں۔ البتہ الیکشن کے وقت ان افراد یا جماعتوں کو ضرور ووٹ دیں جو اسلام سے عملی وابستگی کے حوالہ سے معروف ہیں۔

مولانا محمد سلفی صاحب نے ایک ایسی مجلس القضاء کے قائم کرنے کی تجویز پیش کی جس میں اہلحدیث فکر سے وابستہ حضرات اپنے تنازعات فیصلے کے لئے پیش کرسکیں۔ بعض حاضرین مجلس کی طرف سے کہا گیا کہ ایک مسلم ملک میں عدالت یا قاضی کا تقرر حکومتِ وقت ہی کرسکتی ہے۔ اسلئے اس مجلس کا دائرۂ کار فریقین میں مصالحت کی حد تک برقرار رہنا چاہئے۔

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمود الحسن نے ارشاد فرمایا کہ جہاں زندگی کے ہر میدان میں رسول اللہ ﷺ ایک اُسوۂ حسنہ چھوڑ گئے ہیں، وہاں انہوں نے قوت کی فراہمی اور جہاد میں عملی شمولیت کا نمونہ بھی پیش کیا ہے، اس لئے علماء میدانِ جہاد سے غفلت نہ برتیں۔

مولانا محمد یونس قصوری نے کہا کہ موجودہ دورِ حکومت میں نصابِ تعلیم کو بدلا جارہا ہے اور نوخیز اذہان سے اسلامی اقدار کو محو کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ کی صورت میں عوام الناس سے رابطہ کے لئے ایک عظیم پلیٹ فارم عطا کیا ہے جس کا برمحل استعمال مطلوب ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکمرانی بھی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت رہی ہے، اس لئے حکمرانی تک پہنچنے کے لئے تمام وسائل اختیار کئے جانے چاہئیں۔

مولانا عبداللہ مسعود نے کہا کہ اہلحدیث جماعتوں کے نمائندہ افراد کا اجتماع بلایا جائے اور قومی اسمبلی اور سینٹ میں ہمیں اپنے نمائندوں کی پوری طرح پاسداری کرنی چاہئے۔

ڈاکٹر نصیر اختر صاحب نے کہا کہ فرد معاشرہ کی پہلی اکائی ہے اور اگر معاشرہ کی اصلاح مطلوب ہے تو اس کا آغاز فرد کی اصلاح سے ہونا چاہئے۔ ہمارے نصابِ تعلیم میں بھی معاشرے کی اصلاح کا جذبہ کارفرما ہونا چاہئے۔

ضیاءاللہ بھٹی صاحب نے کہا ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے طالب ہیں۔ انہوں نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ اہلحدیث مدارس میں چند مخصوص مسائل پر تو خوب بحث و تمحیص کی جاتی ہے لیکن عصر حاضر کے کئی مسائل پر ہم سرسری نگاہ ڈال کر گذر جاتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس دور کے نئے مسائل کو زیر بحث لایا جائے۔ اور یہ کہ ہمیں ہمیشہ اللہ کی رضا کو مقدم رکھنا چاہئے نہ کہ اس تنظیم یا ہیئت کی رضا کو جس سے ہم وابستہ ہیں۔

مولانا نور محمد نے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اسلام کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا چاہئے چند خاص پہلوؤں تک محدود نہیں رہنا چاہئے۔

جناب عارف قاسمانی نے وزیرستان میں ہونے والے آپریشن اور وہاں کے علماء کے موقف کا تذکرہ کیا اور پھر امریکہ سے آئے ہوئے ایک صاحب کا تذکرہ کیا جو اپنے غلط فکر کی ترویج کے لئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔

مولانا محمد احمد نجیب صاحب نے کہا کہ ہمارے کام کی نوعیت دعوتی و تبلیغی حد تک رہنی

www.KitaboSunnat.com

چاہئے اور ان اجتماعات میں جو رابطہ اور مشترکہ تعاون کی بنیاد پر ہوں، ہر شخص کو اپنی نجی حیثیت سے شریک ہونا چاہئے۔

ڈاکٹر عامر نے بتایا کہ 'الرحمن الرحیم' کے نام سے محمد شیخ صاحب کی ویب سائٹ ان کے گمراہ افکار کو پیش کررہی ہے۔ بالمقابل انہوں نے چند سلفی ویب سائٹس کا بھی تذکرہ کیا جن سے استفادہ کیاجاسکتا ہے۔ انہوں نے اہلحدیث جماعتوں میں رابطہ قائم رکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ ان کی طرف سے یہ تجاویز سامنے آئیں:

① صرف کراچی میں اہلحدیث کی ایک سو پینسٹھ[۱۶۵] مساجد ہیں جہاں ائمہ اور خطبا حضرات ایک فعال دور ادا کرسکتے ہیں۔ اس لئے خطبا حضرات اور ائمہ کرام کے لئے علیحدہ علیحدہ تربیتی کورس منعقد کئے جائیں جس میں عصر حاضر کے مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لئے بہتر وسائل کی معرفت کا اہتمام کیا جائے۔

② اہلحدیث مساجد اور اداروں کو پیش آمدہ قانونی مسائل کو حل کرنے کے لئے وکلا میں قانونی گروپ تیار کیا جائے جو ان مسائل میں رہنمائی دے سکے۔

مولانا صہیب شاہد نے ارشاد فرمایا کہ ہر جماعت اپنے فکر کو عام کرنے کے لئے پرائمری اور سیکنڈری سطح پر اسکولوں کا جال بچھارہی ہے، کیا ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ ہم بھی نئی نسل کی صحیح فکر کے تحت تعلیم و تربیت کی غرض سے جابجا اسکول اور مدارس قائم کریں۔ انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ جہاں ہر جماعتِ اہلحدیث کی اپنی سالانہ کانفرنس ہوتی ہے، وہاں تمام اہلحدیث حلقوں کے نمائندہ افراد پر مشتمل مشترک کانفرنس بھی ہونی چاہئے تاکہ آپس کے روابط بڑھیں اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکے۔

جامعۃ الدراسات الاسلامیہ کے مولانا رضوان کوثر نے کہا کہ لاہور کے مقابلہ میں کراچی میں پھیلے ہوئے فتنوں کی نوعیت کچھ اور قسم کی ہے، اس لئے کراچی کی سطح پر ایک مقامی کمیٹی کی تشکیل بھی دی جانی چاہئے۔

جماعت الدعوۃ کے مولانا نوید قمر نے کہا کہ مجوزہ کام کو بحیثیتِ تحریک برپا کرنے کی کوشش کریں۔ اصل تحریک اس بات کی ہو کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام کیسے نافذ ہو۔

جامعہ ابی بکر الاسلامیہ کے مولانا محمد حسین رشید بلتستانی نے ارشاد فرمایا کہ تجاویز اچھی آچکی

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انہیں عملی جامہ پہنایا جائے، دوسرے یہ کہ مدارس کے ساتھ ساتھ تحقیقی اور علمی مراکز قائم کئے جائیں اور اہلحدیث اپنی ثالثی عدالت بھی قائم کریں۔

جامعہ ستاریہ کے حافظ محمد ادریس سلفی نے تمام پیش کردہ تجاویز کو سراہا اور خاص طور پر اس تجویز کو کہ مدارسِ عربیہ میں ایک نہ ایک عمرانی علوم کی تدریس ضرور کی جائے۔ انہوں نے فیصل آباد کے دارالعلوم الاثریہ اور مدرسہ دراسات اسلامیہ کا تذکرہ کیا جنہوں نے تحقیقی میدان میں ایک نام پیدا کیا ہے۔ مزید ایسے ہی اداروں کے قیام کی شدید ضرورت ہے۔

جامعہ ستاریہ کے مولانا محمد اسحق شاہد نے پہلے دونوں مہمان علما کی تجاویز کو سراہا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کے لئے لائحہ عمل بھی تجویز کریں۔ انہوں نے کہا کہ تصویر و مجسمہ سازی اور رقص و سرود کے جواز پر لکھی گئی تحریروں کا جواب جلد از جلد آنا چاہئے۔

صحیفہ اہل حدیث کے معروف مضمون نگار جناب الیاس ستار نے اپنی ان کاوشوں کا تذکرہ کیا جو وہ قادیانیت اور عیسائیت کے محاذ پر تن تنہا انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے یا تو انسان خود مضبوط بنے یا دشمن کو کمزور کرنے کی کوشش کرے، اگر ہم خود میزائل نہیں بنا سکتے تو کم از کم یہی کریں کہ جس کے ہاتھ میں میزائل ہے اسے اپنا ہم نوا بنالیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی عملی منافقت کے ضمن میں برنارڈ شا کا یہ قول پیش کیا کہ اسلام سب سے بہترین مذہب ہے لیکن مسلمان بدترین لوگ ہیں۔ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے صلیب پر مرنے سے متعلق بائبل کے مختلف نسخوں کے تضاد کی طرف بھی اشارہ کیا۔

جماعت غرباء اہلحدیث سے وابستہ جناب عبدلواحد نے کہا کہ مقام افسوس ہے کہ اہلحدیث مساجد میں ہم آہنگی نہیں پائی جاتی۔ انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی میں ہماری بھرپور نمائندگی ہونی چاہئے، ملکی قانون کے حوالہ سے انہوں نے کہا کہ حدود آرڈی ننس ایک عرصہ سے قانون کا حصہ بن چکا ہے لیکن آج تک اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ جس طرح قبائلی علاقہ میں جرگہ کے ذریعہ فیصلے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جماعت اہلحدیث کا بھی اپنا عدالتی فورم ہونا چاہئے۔

آخر میں مولانا محمد سلفی نے موضوع کو سمیٹتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ چاروں صوبوں میں علما کنونشنوں کے بعد ملک گیر سطح پر ایک علما کنونشن منعقد ہونا چاہیے۔ اس وقت جہاں کنونشن منعقد کیے جا رہے ہیں وہاں علما کے علاقائی پینل بھی قائم ہونا چاہئیں اور آخر میں قومی سطح پر

www.KitaboSunnat.com

ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو ان اُمور پر غور کرے جو پچھلے تمام اجتماعات میں زیر بحث آسکے ہیں۔ ایسے فورم کے قیام کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے فنڈز کی فراہمی پر غور کیاجائے۔انہوں نے کہا کہ جامعہ ستاریہ کے درودیوار اس نیک کام کے لئے حاضر ہیں۔

مولانا عبدالرحمن مدنی نے آج کے کامیاب اجتماع پر شرکاءِ مجلس کو مبارکباد دی اور کہا کہ مقامی اور ملکی مسائل کو حل کرنے کے لئے علما کا باہمی رابطہ وقت کی شدید ضرورت ہے، انہوں نے کہا کہ پاکستان پندرہ کروڑ کی آبادی کا ملک ہے، اس لئے اگر یہاں صوبائی سطح پر بھی تھنک ٹینک (علمی فورم) قائم کردیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔ اسی طرح کراچی جب ایک کروڑ آبادی والا شہر ہی ایک ملک ہے اور اس کا اپنا علمی فورم ہونا چاہئے۔

مولانا صہیب حسن نے آخر میں اس بات پر زور دیا کہ سلفی ڈائریکٹری کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کسی ادارے کو بسم اللہ کرنی چاہئے۔ انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ مجوزہ پینل میں ایسے علما، مفکرین، اساتذہ اور قانون دان افراد کو لیا جائے جو تدریس، افتا، تالیف و تصنیف یا بحث و تحقیق میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہوں۔

جامعہ ستاریہ اسلامیہ کے شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن کی دعائے خیر پر کنونشن کا اختتام ہوا۔

محدث کے خریدار اور قارئین توجہ فرمائیں!

جن خریداروں کو بذریعہ پوسٹ کارڈ محدث کا 'زرِسالانہ' ختم ہونے کی اطلاع دی گئی ہے ازراہِ کرم اوّلین فرصت میں اپنا زرِسالانہ بذریعہ منی آرڈر، دستی یا بینک ڈرافٹ ادا کردیں۔ ایک ماہ انتظار کے بعد آپ کو محدث بذریعہ وی پی ارسال کردیا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہے۔

انکار کی صورت میں وی پی بھجوانے سے قبل ہمیں اطلاع ضرور دیں۔ وی پی کی صورت ۲۵ روپے مزید خرچ اُنہیں برداشت کرنا ہوں گے۔ زرِسالانہ جمع نہ کرانے والوں کے نام محدث کی ترسیل منقطع کردی جائے گی۔ دیگر احباب بھی اپنا زرِسالانہ ختم ہونے پر تجدید کروالیں۔ اگر کوئی صاحب محدث جاری کروانا چاہتے ہوں تو محدث کے فون نمبرز پر صرف ایک فون کرکے اپنا نام پتہ لکھوادیں، ہر ماہ گھر بیٹھے محدث انہیں ملتا رہے گا۔ ان شاءاللہ **محمد اصغر (منیجر)**

www.KitaboSunnat.com

ایک روشن ستارہ جو خاموشی سے ڈوب گیا!!

محمد سعید استاد ابن سینا کالج
فاضل جامعہ لاہور الاسلامیہ

پروفیسر ریاض الحسن نوریؒ

مشیر وفاقی شرعی عدالت وریسرچ سکالر رابطہ عالم اسلامی، مکہ

استاذِ محترم جناب پروفیسر ریاض الحسن نوری صاحب (مشیر وفاقی شرعی عدالت وریسرچ سکالر رابطہ عالم اسلامی) کے بارے میں تعریفی کلمات کہنا چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مترادف ہے۔ کیونکہ کسی شخصیت کے اعترافِ عظمت کے لئے خود باعظمت ہونا ضروری ہے۔ بہرحال میں سطورِ ذیل میں اپنی شاگردی کا معمولی حق ادا کرنے کے لئے ان کی عظیم شخصیت کا تعارف اپنی علمی بساط کی حد تک کروانے پر فخر محسوس کرتا ہوں، امید ہے کہ ان کی زندگی کا مختصر خاکہ علم دوست حضرات کے لئے فائدہ بخش ثابت ہوگا۔ اُن کی مجسمہ تڑپ شخصیت، علمی وفنی کام کی شکل میں اپنا تعارف آپ ہے تاہم قارئین کو ان کے حالات سے باخبر کرنا میرا فرض ہے۔

جناب پروفیسر ریاض الحسن نوری صاحب بنیادی طور پر ایک ماہر فارمسٹ تھے لیکن اس شعبے میں قلیل عرصہ کام کرنے کے بعد انہوں نے اسلام کے فکری موضوعات پر تحقیقی کام کا آغاز کر دیا۔ وقت گزرنے اور ذوق نکھرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی تحقیق کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا تا آنکہ انہوں نے اپنی خداداد بصیرت کی بدولت قرآنِ حکیم اور سائنس کو اپنی تحقیق کا موضوعِ خاص بنالیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس میدان میں اُن کا مقام و مرتبہ منفرد اور ممتاز ہے۔ وہ ممتاز عالم دین ہیں جو آیاتِ قرآنی سے سائنسی حقائق مستنبط کرتے ہیں اور بڑے وثوق و ایقان سے دنیا بھر کے دانشور طبقے کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ہم ان کی ۸۰ سالہ حیات و خدمات کا احاطہ تو ہم ہرگز نہیں کر سکتے بہرحال کچھ ادنیٰ سی کوشش بروئے کار لاکر قارئین کو ان کی محنتوں اور بلند عزائم سے آگاہ کئے دیتے ہیں۔

ابتدائی حالات

آپ ۱۹۲۸ء میں ہندوستان کے شہر ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم یہیں سے

www.KitaboSunnat.com

حاصل کی بعد ازاں آپ اپنے والد (ضیاء الحسن بن نور الحسن قریشی جو کہ سنٹرل گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ ٹیلیفون میں انجینئر تھے) کے ساتھ ساتھ ملک کے دور دراز علاقوں زیادہ تر صوبہ سرحد کے علاقے میران شاہ اور بنوں میں رہے۔ اس کے علاوہ لاہور، کراچی، شملہ اور ڈیرہ دُون میں بھی سکونت پذیر رہے، تعلیم کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری رہا، پنجاب بورڈ سے میٹرک اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف ایس سی اور بعد میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ سے بی ایس سی انجینئرنگ کا امتحان پاس کیا۔ پھر ایم ایس سی فارمیسی کرنے علی گڑھ چلے گئے۔ مگر بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر یونیورسٹی کی تعلیم مکمل نہ کر سکے۔

آپ بہن بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ بچپن میں چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ رویہ کیسا تھا؟ یہ جاننے کے لئے ہم نے اُن کے چھوٹے بھائی جناب عین الحسن قریشی صاحب (جو ورلڈ بینک کے پروجیکٹ ایڈوائزر ہیں) سے دریافت کیا تو اُنہوں نے بتایا:

''بھائی جان کا ہمارے ساتھ رویہ بہت شگفتہ اور پیار بھرا ہوتا تھا، شاید اس کی وجہ ہماری والدہ محترمہ کا کم عمری میں ہم سے بچھڑنا تھا، چنانچہ بھائی صاحب نے ہمیں والدہ کے پیار اور شفقت کا سایہ فراہم کیا اور اُنہوں نے ہمیں والدہ کا بچھڑنا زیادہ محسوس ہونے نہیں دیا، ہماری صحت، لباس، خوراک، تعلیم پرورش اور ضروریات کا خیال بالکل ماں کی طرح رکھا۔ شروع سے گھر کا ماحول خاصا مذہبی، تعلیمی اور اخلاقی تھا جس کو بھائی جان نے باحسن انداز آگے بڑھایا۔ یہی وجہ تھی کہ ہم سب ان کا بہت احترام اور دل میں مقام رکھتے تھے۔''

آپ اپنے دادا نور الحسن مرحوم کی نسبت سے نوری کہلاتے تھے۔ ۱۹۶۵ء میں ان کی شادی 'مدرسۃ البنات' لیک روڈ میں عربی کی پروفیسر محترمہ خورشید النساء سے انجام پائی اور یہ رشتہ مولانا عبید الحق ندوی صاحب کی کوششوں سے طے پایا۔

تحریکِ پاکستان میں کردار

وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے اِردگرد خصوصاً لاہور میں قائداعظمؒ کا کوئی جلسہ، جلوس، پروگرام یا ریلی ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں، میں بھرپور طریقے سے شریک نہ ہوتا تھا۔ میں باقاعدہ طور پر ۱۹۴۰ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن MSF میں شامل ہوا، اس وقت گورنمنٹ

www.KitaboSunnat.com

کالج لاہور میں پڑھتا تھا، جس اجلاس میں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تھی، میں بھی اس میں شریک تھا۔ جب وہ تحریکِ آزادی کے موضوع پر بات کرتے تو آج بھی اُن کا جذبہ جواں نظر آتا تھا اور ان کی 'مجاہدانہ' سوچ کھل کر سامنے آجاتی تھی کہ وہ کس قدر اُمتِ مسلمہ خصوصاً پاکستان کے لئے تڑپ رکھتے تھے۔تحریکِ پاکستان کے علاوہ ایسی اور بھی تحریکوں میں حصہ لیا جو مسلمانوں کی آزادی کے لئے کام کررہی تھیں جیسے سرحد کی 'فریڈم موومنٹ' وغیرہ۔

قیام پاکستان کے بعد لاہور میں لکشمی چوک کی گیتا بھون بلڈنگ میں رہائش ملی بعد ازاں باقی بہن بھائی تو گلبرگ اور ڈیفنس میں منتقل ہوگئے مگر اُن کو پرانی رہائش گاہ چھوڑنے کی ہمت نہ ہوئی اور آخر وقت تک اسی جگہ کو عزیزِ جان بنائے رکھا۔

ملازمت

اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد فارماسیوٹیکل کی مختلف کمپنیوں میں ملازمت کے مواقع ملے۔سب سے پہلے لاہور کی پاپولر کیمیکل ورکس میں، پھر وائتھ (Wyth) میں فارماسسٹ انچارج بنے اور بعد میں کراچی کی Chas Mendoza Company میں بطور سینئر فارماسسٹ رہے مگر 'جرمِ ایمانداری' کی وجہ سے ملازمت برقرار نہ رہ سکی اور اچھی خاصی تنخواہ کو خدا حافظ کہا اور گھر لوٹ آئے۔کمپنیوں کی معاونت و مشاورت بعد میں بھی جاری رہی، جب بھی کوئی کمپنی یا شخص اُن سے کوئی کلیہ یا فارمولا پوچھتا تو بلا معاوضہ اُسکی رہنمائی فرماتے۔

فارمیسی کی دُنیا سے قرآن اور سائنس تک!

اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کو ایک سے ایک بڑھ کر عالم سے نوازا ہے اور ویسے بھی وہ جس سے اپنے دین کے لئے کام لینا چاہے، اسے منتخب کرلیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوری صاحب سے بھی کچھ ایسا ہی کام لینا چاہا تو ان کا سینہ اس بات کے لئے کھول دیا کہ اس وقت عالم اسلام کو ایسے سکالر کی ضرورت ہے جو دُنیا کے سامنے یہ بات مدلل انداز میں بیان کرے کہ وہ باتیں جو آج سائنس نہایت عرق ریزی سے لیکن اُدھورے مفروضات کی شکل میں سامنے لارہی ہے، یہ باتیں اللہ تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے وحی کے ذریعے اپنے نبی

www.KitaboSunnat.com

محمد مصطفی ﷺ تک پہنچا دی تھیں۔ چنانچہ یہی مشن، یہی جذبہ اور ماٹو لے کر انہوں نے اپنے کام کا آغاز کیا اور مرتے دم تک قرآن وحدیث کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کرتے رہے۔ان کی خدمات اور قابلیت کے پیچھے یہی ایک جذبہ کارفرما تھا کہ سائنس نہیں بلکہ پہلے قرآن ہے۔اور صحیح سائنس کو آخرکار وحی الٰہی کی تصدیق کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ وفات سے چند ماہ قبل ماہنامہ محدث میں بھی ان کا مضمون اسی موضوع پر شائع ہوا۔

(دیکھیں ماہنامہ محدث لاہور، ستمبر ۲۰۰۳ء)

کتابیں جمع کرنے کا شوق

سرحد میں قیام کے دوران ہی کتابیں جمع کرنا اور لوگوں کو اپنی لائبریری میں بلانا اور اُنہیں تعلیم دینا ایک محبوب مشغلہ تھا جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہا۔ بالآخر زندگی ختم ہونے کو آئی مگر اختتامِ شوق کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا، جن دنوں میں اُن کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، اُن کے پاس ایک سوزوکی پک اَپ بطورِ ذاتی سواری موجود تھی جو بعد ازاں انہوں نے فروخت کردی۔ میں نے عرض کیا کہ ''سر! آپ اس رقم سے عمرہ ادا کرآئیں۔'' تو کہا کہ ''عمرہ بھی ان شاء اللہ کرنے کا ارادہ ہے مگر المکتبۃ العلمیۃ والوں کے پاس کچھ نئی کتابیں آئی ہیں اگر وہ کسی اور نے لے لیں تو ہم رہ جائیں گے۔ بس گئے اور 'الماوردی' کی 'الاحکام' سمیت بہت سی قیمتی کتابیں اُٹھا لائے۔ اُن کے کتابیں جمع کرنے کے شوق کے متعلق چوہدری عبدالرحمن ایڈووکیٹ ہمیں بتاتے ہیں:

''کتابیں جمع کرنا تو اُن کا مشغلہ اور مقصدِ حیات تھا، اُن کی جائیداد علم اور کتابیں تھیں۔ وہ فٹ پاتھ سے بھی قیمتی ہیرے تلاش کرلیتے تھے۔ رقم پاس نہ ہونے کے باوجود وہ یہاں تک کتاب کو اپنے قبضہ میں کرلینا چاہتے تھے کہ مثلاً پانچ روپے کی کتاب لینے کے لئے ہزار روپے کی گھڑی اُتار کر گروی رکھوا دیتے کہ میں پانچ روپے لے آؤں گا تو گھڑی لے جاؤں گا۔ بس، کتاب مجھے دے دو یعنی وہ کتاب کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ ایک مخلص کتاب دوست تھے جو قرآنی معجزات کو سائنس پر ہر لحاظ سے برتر ثابت کرنے کی لگن رکھتے تھے۔ موضوع کی مناسبت سے دلائل اکٹھے کرنے اور حوالہ جات کے انبار لگا دینے میں اپنا ثانی

www.KitaboSunnat.com

نہیں رکھتے تھے.....اب ہم اُن کی جدائی پر بہت غمزدہ اور فکرمند ہیں۔''

عربی زبان وعلوم سے وابستگی

جب یہ نکتہ سمجھ آیا کہ رزق کا مالک اللہ ہے اور اس وقت اسلام کی جو بھی خدمت کی جاسکے کی جائے، تو اچھی خاصی تنخواہ اور پرسہولت زندگی کو لات ماری اور حصولِ علم دین کی طرف راغب ہوئے۔ دراصل یہ بچپن کی تربیت تھی جس کا اظہار انہوں نے عملی زندگی میں آکر اپنے قوی عزم وارادہ سے کیا۔ چنانچہ علومِ دینیہ کے حصول کے لئے رختِ سفر باندھا۔ ۱۹۶۰ء کے لگ بھگ وہ بنیادی قواعد وگرامر سیکھنے کے لئے پہلے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مزید استفادہ کے لئے مولانا عبیدالحق ندوی صاحب کے پاس بھی حاضر ہوتے۔ ان کی ابتدائی تعلیم دین کے حصول کے لئے ہم نے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے صاحبزادے اور 'مکتبہ سلفیہ' و'الاعتصام' کے مدیر جناب حافظ احمد شاکر صاحب سے رابطہ کیا تو اُنہوں نے ہماری رہنمائی فرمائی:

''جب سے ہم نے ہوش سنبھالا، ہم نے نوری صاحب کو علم اور علم کی باتوں میں مشغول پایا وہ شروع سے ہی مولانا کے پاس آتے تھے اور عربی زبان سیکھتے۔ حدیث معلوم کرنے کا طریقہ، اسماء الرجال کی بحث، تحقیق وتنقید کا طریقہ معلوم کرنے میں لگے رہتے تھے۔ والد گرامی کے ساتھ شاید مولوی محمد شفیع اور مولوی شمس الدین ناشرانِ کتب کے توسط سے ان کا رابطہ ہوا۔ وہ ہر وقت اچھی سے اچھی کتب کی کھوج میں رہتے اور اُسے خرید کر ہی دم لیتے۔ وہ بہت جلد عربی زبان، تفہیم عبارت اور اسماء الرجال کی بحث و جرح میں پختہ ہوگئے، حدیث نبوی «شفاء العي السؤال» کے مطابق وہ مولانا سے ہر مسئلے میں کھل کر بات چیت کرتے اور اپنی تسلی کرتے۔ ان کی تحریر نصوصِ صریحہ پر مشتمل ہوتی تھی۔''

وفاقی شرعی عدالت کی مشاورت اور تقرری

ایک بار وفاقی شرعی عدالت میں گھڑ دوڑ کے خلاف ایک رٹ دائر کی گئی جس کی پیروی حکومت کررہی تھی۔ ہارس ریس کے حق میں ایک بہت معروف وکیل اے کے بروہی دلائل پیش کررہے تھے جس کی مخالفت کرنا آسان کام نہ تھا۔ چنانچہ پینل نے ریاض الحسن نوری

www.KitaboSunnat.com

صاحب کو پیش ہونے کو کہا۔ نوری صاحب تیار ہوئے اور کورٹ میں اپنے دلائل اور حوالہ جات یوں پیش کئے کہ اے کے بروہی بوکھلا اٹھے اور لاجواب نظر آنے لگے۔ اس وقت کے شریعت کورٹ کے چیف جسٹس گل محمد صاحب نوری مرحوم کے علمی، عقلی اور سائنسی دلائل سے بہت متاثر ہوئے۔ فیصلہ پینل کے حق میں ہوا اور ریاض الحسن نوری صاحب کو لائف ٹائم Jurist Consultant مقرر کرلیا گیا اور انہیں باقاعدہ تعریفی خط لکھا گیا۔

◉ پھر سپریم کورٹ میں سود کے خلاف ایک رٹ دائر کی گئی جس کی پیروی جماعتِ اسلامی کا مقرر کیا ہوا ایک پینل کررہا تھا جس کے سربراہ جناب محمد اسماعیل قریشی صاحب تھے اس میں ریاض الحسن نوری صاحب بطور ماہر شریعت وفقہ موجود تھے۔ اس کی تفصیلات جناب محمد اسمٰعیل قریشی کی زبانی سنیے:

''جب ہم نے سپریم کورٹ میں پیش ہونا تھا، ریاض الحسن نوری صاحب کی طبیعت بہت ناساز تھی مگر اس کے باوجود وہ ہم سے پیچھے نہ رہے اور اپنی قیمتی کتابوں کے ساتھ وہ سپریم کورٹ میں حاضر ہوئے اور اپنے علمی وفنی دلائل سے ہمارے بلکہ اسلامی موقف کو استحکام بخشا جس سے فیصلہ ہمارے حق میں ہوا مگر حکومت کے بعض تاخیری اور لایعنی بہانوں کی بنا پر لاگو نہیں ہوسکا۔ اس کے علاوہ نوری صاحب قانونِ تحفظِ ناموسِ رسالت، عورت کی دیت، بھٹے والوں کا کیس اور حدود آرڈیننس کے علاوہ بھی بہت سارے مقدمات میں عدالت کی معاونت کرتے رہے۔

وہ ایک بہت اچھے انسان اور ملنسار مزاج رکھتے تھے۔ ان کے پاس تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ، عقائد، الٰہیات اور قرآن وسائنس پر کتب کا نایاب ذخیرہ موجود تھا، اُنہیں کتابوں سے بہت محبت تھی۔ وہ عام طور پر کسی کو کتاب نہیں دیتے تھے مگر جب بھی ہمیں ضرورت پڑی تو ان کی لائبریری ہمارے لئے حاضر ہوتی تھی۔ وہ ہماری شریعت کونسل کے بھی ممبر تھے اور رابطہ عالم اسلامی سے بھی وابستہ رہے۔ ادارۂ محدث کی سرپرست 'اسلامک ریسرچ کونسل' میں آپ بطورِ رکن رکین باقاعدگی سے شرکت کرتے، اور اپنی علمی تحقیق سے نوازتے۔ اسی طرح نیپا NIPA میں بھی انہیں لیکچرز کے لئے بلایا جاتا تھا۔ جب بھی کوئی ایشو کھڑا کیا گیا، وہ اُس پر چونکے اور ان کا قلم حرکت میں آیا۔ ان کی نظر ماشاء اللہ قدیم وجدید ہر مسئلہ پر ہوتی تھی۔ انہیں کتابیں

www.KitaboSunnat.com

جمع کرنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے زمانے میں جب وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں آیا تو ہم نے ان کا نام بطورِ جج پیش کیا مگر حکومت کی Good Book میں نہ ہونے کی بنا پر اُنہیں نہ لیا گیا۔''

لاہور ہائی کورٹ کا ایک مسجد کے انہدام پر تاریخی فیصلہ

یہ واقعہ ہم اُس مقدمہ کے فیصل جناب جسٹس (ر) میاں نذیر اختر صاحب کی زبانی پیش کرتے ہیں:

''علامہ ریاض الحسن نوری صاحب ملک کے ایک قابل قدر اور عظیم سکالر تھے، ان کی وفات اُمتِ مسلمہ کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے، اُنہوں نے اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے تبلیغ دین کا فریضہ بطریق احسن انجام دیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے بہت سے اہم مقدمات میں فیڈرل شریعت کورٹ اور عدالتِ عالیہ کی رہنمائی فرمائی۔ خصوصاً جب میں بطورِ جج لاہور ہائیکورٹ فرائض انجام دے رہا تھا، اس دوران ضلع کچہری لاہور کی مسجد کے انہدام کے خلاف رٹ پٹیشن نمبر 9487/1992 سماعت کے لئے پیش ہوئی۔ اس مقدمہ میں بعض انتہائی اہم اور پیچیدہ نکات درپیش تھے۔ فریقین اور عدالتی وکلا کی عمدہ بحث کے باوجود بعض نکات پر گہری تحقیق اور مزید وضاحت کی ضرورت تھی جس پر میں نے علامہ ریاض الحسن نوری صاحب کو بطور (Amicus Curioa)..... عدالتی معاون تشریف لانے کی دعوت دی، وہ تشریف لائے اور انہوں نے اپنی علمی استعداد اور فقہی مہارت پر ہمیں حیران کردیا۔ دن رات سخت محنت کرکے حوالے پیش کرتے۔ مزید وضاحت کے لئے میرے چیمبر میں بھی تشریف لاتے اور نہایت ٹھوس اور مستند دلائل مہیا کرتے۔ جن سے مجھے رفتہ رفتہ ان تمام فقہی اور قانونی نکات میں شرحِ صدر نصیب ہوگیا تو اللہ کے فضل وکرم سے اور علامہ نوری صاحب کی محنت شاقہ سے میں ایک صحیح اور راجح فیصلہ کرنے کے قابل ہوا اور میں نے اپنے فیصلے میں بھی اُن کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ

''میری جانب سے علامہ ریاض الحسن نوری صاحب خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی ذاتی لائبریری سے عدالت کو بڑی تعداد میں نادر کتب مہیا کیں اور جن کی عالمانہ معاونت کا مقدمہ کو حل کرنے میں بہت بڑا حصہ ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

وہ اس فیصلہ سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ''اس فیصلے سے پوری دنیا میں مساجد گرانے کی مذموم سازش دم توڑ جائے گی اور اللہ کے گھروں کو تحفظ ملے گا۔''

وہ ایک وسیع المشرب فقیہ تھے اور کسی مخصوص مسلک کے تنگ نا کے میں بند نہ تھے، ان کی کوشش ہوتی تھی کہ ان کا ہر عمل قرآن وحدیث نبوی کے مطابق ہو۔''

یہ تاریخی فیصلہ واقعتا نوری صاحب کے علم وفضل کا مرہونِ منت ہے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے ساتھ ان کا ساتھ

مجلس التحقیق الاسلامی کے ساتھ ان کا رشتہ بہت پرانا اور مضبوط تھا۔ خاص طور پر ناظم اعلیٰ مجلس التحقیق الاسلامی حضرۃ الاستاذ حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب تو ان کے رفقاءِ خاص میں شامل تھے۔ وہ گاہے بگاہے 'محدث' کے لئے اہم اور ضروری موضوعات پر مضمون لکھتے اور مجلس التحقیق الاسلامی کے اہم اجلاسوں میں برابر شرکت بھی فرماتے۔ کچھ عرصہ وہ مجلس کے سیکرٹری کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ابتداءً جب چاروں صوبوں کے ہائی کورٹس میں شریعت بنچ قائم کیے تو لاہور ہائی کورٹ میں سپریم کورٹ کے جسٹس (ر) بدیع الزمان کیکاؤس مرحوم نے 'اسلام کے سیاسی نظام' کے بعض اہم پہلو نافذ کرانے کے لیے ایک مقدمہ دائر کر دیا جس میں پاکستان بھر کے ۵۳ ممتاز سکالرز ہائی کورٹ میں پیش ہوئے۔ اس وقت حافظ عبدالرحمن مدنی شریعت بنچ کے خصوصی معاون تھے۔ اس کیس کی سماعت کے موقع پر ثانوی مراجع اور ترجمہ شدہ کتابوں نے جو ابتری مچائی، اس نے 'انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک جج منٹس' تیار کرنے کا ابتدائی خیال مجلس التحقیق الاسلامی کے ذمہ داران کے ذہنوں میں اُجاگر کیا۔ چنانچہ مدنی صاحب کی تجویز پر سب سے پہلے جن دو حضرات نے مشترکہ طور پر اس کام کو شروع کیا وہ جناب ایس ایم ظفر اور جناب ریاض الحسن نوری تھے۔ اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد یہ تسلسل قائم نہ رہ سکا تاہم دوبارہ ۱۹۹۵ء میں مجلس التحقیق الاسلامی نے چودہ سو سالہ اسلامی ورثہ پر مشتمل عدالتی فیصلہ جات کا انسائیکلوپیڈیا مرتب کرنے کے منصوبے کا اعلان کیا اور مواد اکٹھا کرنے والی کمیٹی کی سربراہی اور ضروری مواد اکٹھا کرنے کے لیے جس موزوں اور قابل شخصیت کا

www.KitaboSunnat.com

حسن انتخاب کیا گیا وہ جناب ریاض الحسن نوری صاحب تھے۔ان کے ساتھ دیگر حضرات کے علاوہ راقم الحروف اور مولانا محمد اصغر صاحب (لائبریرین مجلس التحقیق الاسلامی) کو بطورِ معاون خاص مقرر کیا گیا۔ شروع شروع میں وہ لکشمی چوک سے روزانہ ماڈل ٹاؤن (دفتر مجلس و محدث) تشریف لاتے اور اپنی ذاتی لائبریری سے کتابیں بھی ساتھ لاتے۔ پھر کمزور طبیعت کی بنا پر روزانہ کا آنا جانا دشوار ہوا تو ناظم اعلیٰ صاحب کی فرمائش پر اُنہوں نے عارضی طور پر مجلس کی تیسری منزل کے فلیٹ میں رہائش اختیار کر لی۔ چند ماہ قیام کے بعد پھر اپنی قدیم رہائش گاہ کی یاد انہیں ستانے لگی۔چنانچہ وہ واپس اپنے گھر ہی تشریف لے گئے جب کہ ایک عرصہ معاونِ خاص کی حیثیت سے ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہاں کام کرتے رہے۔

ان کی خصوصی مہارت مواد جمع کرنے کی تھی لہٰذا وہ اس منصوبہ میں اسی حیثیت سے شریک رہے جب کہ ترتیب وتدوین کے میدان میں وہ زیادہ شرکت نہ کرتے تھے تاہم شعبہ ترتیب وتدوین میں بھی مواد پر نظر ثانی کی ضرورت پیش آتی تھی۔لہٰذا کونسل کے ریسرچ سکالر شیخ محمد آصف اریب کو کئی سال ان کے پاس باقاعدہ بھیجا جاتا رہا جو ان کی رہنمائی میں نہ صرف نظر ثانی کا کام کرتے بلکہ نوری صاحب کی لائبریری کی ترتیب میں بھی ان کا ہاتھ بٹاتے۔

محترم نوری صاحب کا تعلق حافظ عبد الرحمن مدنی سے بہت پرانا تھا۔مختلف دینی وملکی موضوعات پر آئے روز صبح سویرے فون پر مدنی صاحب سے طویل تبادلہ خیال ان کا معمول تھا۔ ٹیلی فون پر اتنی لمبی گفتگو کرتے ہوئے وہ کسی خرچ کی پروا نہ کرتے تھے۔ان کی عادت اہم ملکی وقانونی مسائل پر ان کی دلچسپی مظہر تھا۔

دسمبر ۱۹۷۰ء میں محدث کی پہلی اشاعت کے ساتھ ہی آپ کا قلمی تعاون جاری وساری ہوگیا جو تادمِ آخریں قائم رہا۔محدث کے ۳۵ سالہ عرصہ میں آپ کے بیسیوں قیمتی مضامین ومقالات اس کی زینت بنتے رہے۔محدث کی ہر ماہ اشاعت کے موقع پر بطورِ خاص مدیر محدث سے رابطہ کر کے تازہ شمارہ پر تبصرہ اور مفید مشوروں کا اظہار کرنا بھی ضروری سمجھتے۔

سائنس سے خصوصی دلچسپی کی بنا پر ادارہ محدث میں قائم 'اسلامک سافٹ ویئرز لائبریری' سے آپ کو بطورِ خاص دلچسپی تھی۔ چنانچہ گاہے بگاہے اس سے استفادہ کرنے اور اس کے

www.KitaboSunnat.com

ذریعے تحقیق کے مختلف امکانات کا جائزہ لینے کے لئے آپ تشریف لاتے رہتے۔ اسلامک کمپیوٹنگ کے حوالے کے آپ اس قدر مشتاق تھے کہ اس موضوع پر لاہور میں کوئی بھی پروگرام ہوتا، آپ اس میں شرکت کرتے۔ مدیر محدث (حافظ حسن مدنی) سے آپ کا اس بارے میں اکثر رابطہ رہتا۔ اس دلچسپی کی بنیادی وجہ غالباً یہی تھی کہ کمپیوٹرسی ڈیز میں مراجع بڑی آسانی سے مل جاتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نوری صاحب مراجع ومصادر کے ہی آدمی تھے۔

ذوقِ تدریس وطریقۂ تدریس

جب میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فائنل اور پری فائنل ایئر کا طالب علم تھا تو جامعہ کے ادارۂ تعلیم نے 'قرآن اور سائنس' کے موضوع پر جمعرات کو بخاری ومسلم کے پیریڈز کی جگہ ریاض الحسن نوری صاحب کے ہفتہ وار لیکچرز کا اہتمام کیا۔ یقیناً یہ اقدام باقی تمام مدارس اور جامعات کے لئے عمدہ نمونہ بھی تھا کہ دینی یدرسہ سے فارغ ہونے والا عالم دین صرف علومِ شرعیہ اور عربیہ کا ماہر نہ ہو بلکہ دورِ حاضر کے جدید مسائل خصوصاً سائنسی نظریات اور قرآنی کمالات کو بخوبی سمجھتا ہو۔ چنانچہ اس بات کا ہم نے مشاہدہ کیا کہ انہیں بھی ہر اچھے استاد کی طرح یہ تڑپ ہوتی تھی کہ میرا تمام علم میرے طلبہ میں منتقل ہوجائے۔ ہم دیکھتے تھے کہ وہ اپنے لیکچر کی بھرپور تیاری کرکے آتے اور باقاعدہ انگریزی رسائل 'نیوز ویک'، ہفت روزہ 'ٹائم' اور خصوصاً برٹنڈرسل و دیگر مغربی مفکرین کے حوالے ڈھونڈ کر لاتے اور ہماری دلچسپی بڑھانے کے لئے اور تدریس کا حق ادا کرنے کے لئے سلائیڈ پروجیکٹر اور اوور ہیڈ پروجیکٹر کا استعمال بھی کرتے، جس سے طلبہ بہت غور اور انہماک سے ان سے فائدہ اٹھاتے۔

ان کے طریقۂ تدریس کی تعریف کچھ ایسے لوگوں نے بھی کی تھی جو غالباً ۱۹۹۵ء میں سوویت یونین کی آزاد کردہ اسلامی ریاستوں سے ٹریننگ کے لئے پاکستان آئے تھے۔ ان ریاستوں میں عدلیہ سے وابستہ ان افراد نے جامعہ لاہور الاسلامیہ اور مجلس التحقیق الاسلامی کے کئی پروگراموں میں شرکت کی۔ یہ وفد 'سنٹرل جیل ٹریننگ سٹاف انسٹیٹیوٹ' کے دورے پر تھا کہ پرنسپل جناب ڈاکٹر عبدالمجید اولکھ صاحب نے ریاض الحسن نوری کو 'اسلامی سزاؤں کے نظام' پر خصوصی لیکچر دینے کے لئے دعوت دی۔ نوری صاحب نے بھرپور انداز میں اسلامی

www.KitaboSunnat.com

سزاؤں کا فلسفہ اور طریقہ کار پر روشنی ڈالی جس سے وہ لوگ بہت مستفید اور محظوظ ہوئے۔

تصنیف وتالیف

کون سا ایسا مسئلہ ہوتا تھا جو سامنے آیا نہیں اور اس کے متعلق نوری صاحب کا قلم حرکت میں نہ آ گیا ہو، آپ نے مختلف اہم اور نازک موضوعات پر قلم اُٹھایا اور اپنی مستند اور مدلل تحریر سے بہت جلد اہل علم میں نمایاں مقام بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

شروع شروع میں تو انہوں نے دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری کے سہ ماہی 'منہاج' کے لئے لکھا مگر یہ دائرہ محدود نہ رہا بلکہ ملک کے دیگر اہم اور تحقیقی جرائد و رسائل تک پھیلتا چلا گیا۔ آپ 'منہاج' کی مجلس ادارت کے بھی کئی سال رکن رہے۔ ساتھ ساتھ روزانہ اخبارات کے لئے بھی مفید مضامین لکھتے اور ان کے مذاکروں میں بھی شریک ہوتے۔

اس امر کا تذکرہ مناسب ہوگا کہ جناب نوری صاحب اپنی غیر معمولی دینی تڑپ کے باعث ہر موضوع کے بارے میں غور وفکر کرتے رہتے اور جب ان کی آرا کی اشاعت کا کوئی بہانہ ملتا تو اس سے ضرور فائدہ اٹھاتے۔ ایسا کم ہی ہوا کہ انہیں کسی نے لکھنے کو کہا اور انہوں نے اس کو بیسیوں بلکہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل تحریر نہ دی ہو۔ نوری صاحب بنیادی طور پر مراجع ومصادر کے آدمی تھے اگرچہ نکتہ رسی بھی خوب کرتے لیکن جہاں تک مواد کو بہتر ترتیب دینے یا استدلال کی کڑیاں ملانے کی بات ہے تو یہ کام زیادہ تر اشاعتی اداروں کو کرنا پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیسیوں مقالات زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکے اور آج تک مختلف اداروں میں اشاعت کے انتظار میں ہیں۔

جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حوالہ جات کو جمع کرنے اور دلائل کی نکتہ رسی میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اسی بنا پر اکثر بڑے محققین آپ کے پاس آتے رہتے اور آپ سے ایسا مواد لے کر ان کو خود ترتیب دیا کرتے۔ روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے آپ کے مضامین کی زیادہ تر نوعیت ایسی ہے جو درحقیقت سینکڑوں صفحات کا اقتباسات پر مشتمل ہوتے۔

حافظ صلاح الدین یوسف صاحب ان کی وفات پر اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

''نوری صاحب نے دینی محبت میں عربی زبان سیکھی، دین کا انہیں بہت شوق تھا۔ عربی کتب کا مطالعہ کر کے مفہوم سمجھ جاتے، اہل مغرب کے دین پر اعتراضات پر انہیں بہت غصہ آتا۔ مجتہد (محنتی) قسم کے آدمی تھے۔ تصنیفی سلیقے کی کمی تھی، مواد کو محنت کے مطابق مرتب نہیں کر سکتے تھے۔ انگریزی لٹریچر پر ان کی خاصی گہری نظر تھی۔ عربی کی اُمہات الکتب تو ساری ان کے پاس موجود تھیں جو انہوں نے بڑے شوق او رمحنت سے جمع کیں۔ آپ بڑی مستحکم قوتِ ایمانی کے مالک تھے۔'' (مجلہ الدعوۃ: اپریل ۲۰۰۴ء ص ۳۷)

انکے اہم مقالات میں سے ایک وہ مقالہ Miracles of Quran (قرآنی معجزات) ہے جو 'رابطہ عالم اسلامی' کے منظور کردہ مقالات میں سے واحد مقالہ تھا جو پاکستان سے منتخب ہوا تھا، اسکے علاوہ یحییٰ بن آدم القرشی کی مشہور تصنیف 'کتاب الخراج' پر عربی زبان میں مفید حاشیہ لکھا۔ 'کتاب الخراج' کے یہ حواشی مجلس التحقیق الاسلامی کے ریسرچ سکالر کی حیثیت سے لکھے گئے اور حرمین شریفین کے نگران ادارہ کی طرف سے علمی حلقوں میں اس کتاب کو تقسیم کیا گیا۔

عقیقہ کے موضوع پر ایک کتابچہ انگریزی زبان میں چھپ چکا ہے۔ ۱۹۹۵ء میں مکتبہ دارالسلام، لاہور/ریاض نے تفسیر ابن کثیر کا انگریزی ترجمہ کروانے کا سوچا تو سب سے پہلے نوری صاحب سے رابطہ کیا گیا۔ جس پر معاہدہ طے پا کر تقریباً تین پارے ہوئے تھے کہ دارالسلام نے یہ معاہدہ ختم کر دیا مگر نوری صاحب نے اسی کام کو اپنے طور پر سائنسی تحقیقات کے اضافہ کے ساتھ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اگرچہ خرابی صحت کی بنا پر وہ بھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ زندگی کے آخری دنوں میں سخت بیماری کے باوجود پوری دنیا کے دینی رہنماؤں کے نام ایک کھلا خط بعنوان: " Open Letter to all the members of the great religions & scientists of the world" لکھا جو ان کے ایک دوست کی خصوصی کاوش سے چھپوایا گیا اور تقسیم بھی ہوا۔

علاوہ ازیں ان کے ان گنت علمی مقالات و مضامین کی ایک لمبی فہرست ہے جو مختلف اوقات میں معروف جرائد و رسائل اور اخبارات میں شائع ہو کر چودھویں، پندرھویں صدی میں قرآن و سنت کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرتے رہے۔ ان مقالات کی فہرست ادارہ

www.KitaboSunnat.com

محدث کے شعبہ رسائل وجرائد کے تحت تیار کر کے اسی شمارے میں شائع کی جارہی ہے۔

آپ کے وسعتِ مطالعہ کے حوالے سے ایک دلچسپ واقعہ کا تذکرہ بھی یہاں مناسب ہوگا۔سقوطِ ڈھاکہ کے بعد جناب جاوید احمد غامدی صاحب نے ۲۹/جے ماڈل ٹاؤن،لاہور میں 'دائرۃ الفکر' کے نام سے اپنے کام کا آغاز کیا تو نوری صاحب کو بھی اپنی 'تحریکِ اسلامی' میں شمولیت کی دعوت دی۔ان دنوں غامدی صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے وسعتِ مطالعہ کا غیرضروری تذکرہ کیا کرتے او راپنے علمی کارناموں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے۔نوری صاحب ان کی باتیں سنتے تو احساس ہوتا کہ وہ مبالغہ آمیز ہیں۔

چنانچہ حقیقت شناسی کے لیے نوری صاحب گاہے بگاہے بسا اوقات بعض فرضی کتب کے حوالہ سے بھی نئی نئی معلومات کا غامدی صاحب سے تذکرہ کرتے تو غامدی صاحب داد دیتے ہوئے کہتے کہ میں نے بھی ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔نوری صاحب تو جانتے تھے کہ یہ کتب فرضی ہیں،اس کے باوجود ان کے مطالعہ کا اقراران کے لئے غامدی صاحب کے مطالعہ کی حقیقت کھولنے کے لئے کافی تھا۔غامدی صاحب کی شخصیت کا یہ پہلو کھلنے پر نوری صاحب ان سے پیچھے ہٹ گئے اورتحریکِ اسلامی سے اُنہوں نے اپنی راہیں جدا کرلیں۔اس واقعے کا ذکر وہ اپنی مجلسوں میں کیا کرتے اورراقم الحروف نے خود یہ واقعہ ان سے سنا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سچی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور ریاکاری سے محفوظ رکھے۔

قانون سازی کے متعلق اُن کا نقطہ نظر

آپ قرآن وحدیث کو اسلامی دستور قرار دیتے اور مروّجہ ملکی دستور کو ذیلی حیثیت دیا کرتے تھے بلکہ بنیادی طور پر وہ تفصیلی قانونی دفعات کے انداز کو پسند نہ کرتے کہ اصل قانون تو وہ ہے جو کتاب وسنت کی الہامی تعبیر کی صورت موجود ہے۔اللہ ورسولؐ نے انسانیت کے لئے ہر قسم کا قانون مرتب کررکھا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ قرآن وحدیث سے بہتر کامل واکمل شریعت کی تعبیر ممکن نہیں۔ ہمارے قانونی الفاظ ہمیشہ انسانی حقوق وفرائض کے بارے میں کوتاہیکا شکار رہتے ہیں بھلا کوئی پارلیمنٹ ہو یا حکومت اللہ تعالیٰ کی کلام سے بہتر لاسکتی ہے۔ ہمارا کام توصرف شریعت کو سمجھنا ہی ہے!!

www.KitaboSunnat.com

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی حوالہ سے وہ وضاحت پیش کیا کرتے کہ انہوں نے قیام پاکستان کے وقت ہی اس بات کا اعلان کردیا تھا کہ ہمارے پاس اللہ کا مقرر کیا ہوا آئین موجود ہے لہٰذا کسی پارلیمنٹ یا اسمبلی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کوئی قانون بنانے کی جرأت کرے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اس قانون کو لاگو کیا جائے یعنی اس پر عمل کیا جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو اس قانون شرعی کے تحت ہی سزائیں دی جائیں۔

جرأتِ اظہار

استاذ محترم جناب ریاض الحسن نوری کھلی کتاب تھے وہ قرآن وسنت کے مطابق اپنا راجح موقف ہر جگہ خوب ڈٹ کر بیان کرتے تھے، خواہ تقریر کا میدان ہو یا تحریری۔ ایک مرتبہ جنگ فورم میں پردے کے موضوع پر ان کا آمنا سامنا عاصمہ جہانگیر سے ہوا تو انہوں نے بھرپور انداز میں بے حجابی کی خرابیاں اور پردے کے فوائد، ثمرات اور فلسفے پر علمی اور سائنسی انداز میں روشنی ڈالی جب کہ عاصمہ جہانگیر جیسی بے باک عورت کا دباؤ اور کسی قسم کی جھجک محسوس نہ کی۔

اسی طرح وہ 'مجلس تحریک کارکنانِ پاکستان' کے زیر اہتمام 'الحمرا ہال' کی ایک کانفرنس میں شریک تھے جس میں مختلف زعما اور سیاستدان اظہارِ خیال کررہے تھے جن میں سے سندھ کی ایک پارٹی کا ایک نمائندہ رسول بخش پلیجو جب تقریر کرنے مائیک پر پہنچا تو اس نے قائداعظم کے حوالے سے کہا کہ وہ اس ملک کو 'سیکولر سٹیٹ' بنانا چاہتے تھے، جس پر نوری صاحب سے رہا نہ گیا، اُٹھ کھڑے ہوئے اور ببانگِ دُہل اس کی تردید کی اور کہا:

''تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میرے پاس قائداعظم کا حلف نامہ موجود ہے جس میں قرآن کی آیات پر حلف لیا گیا ہے اور ان کے ایسے فرامین بھی موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس ملک کو سیکولر نہیں بلکہ ایک اسلامی فلاحی مملکت بنانا چاہتے تھے وگرنہ 'دوقومی نظریہ' کا کوئی جواز نہیں رہتا۔''

عاجزی و اِنکساری

میں اپنے مشاہدے کی روشنی میں کہتا ہوں کہ اتنا بڑا عالم اور اتنا منکسر مزاج میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ بہت سادہ طبیعت، سادہ لباس، وضع داری، مہمان نوازی، خوش اخلاقی، خلوص

www.KitaboSunnat.com

اور اعلیٰ ظرفی اس انسان کی نمایاں خصوصیات تھیں۔ ان کے بارے میں جناب حافظ سعد اللہ سینئر ریسرچ آفیسر دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری وایڈیٹر سہ ماہی منہاج، لاہور کی زبانی سنیے:

''ان کو نام ونمود کا بالکل اشتیاق نہ تھا، ان کے اخلاص کا قطعاً انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لالچ ان کے قریب بھی نہ پھٹکتا تھا۔ 'منہاج' کمیٹی کے ممبر ہونے کے باوجود انہوں نے کبھی اعزازیہ وغیرہ طلب نہیں کیا تھا۔ وہ ہر مضمون بہت محنت اور لگن سے لکھتے تھے اور اس مضمون کا چاروں طرف سے احاطہ کرنے کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔''

نہایت سادہ خوراک، سادہ لباس اور عام سا طرزِ زندگی اپنا رکھا تھا۔ اس جدت پسندی کے دور میں بھی کپڑے بغیر استری کے پہن لیتے، کسی پر خواہ مخواہ بوجھ نہیں بنتے تھے۔ فارغ وقت میں قرآن کی تلاوت سنتے۔

قوتِ یادداشت

جہاں اللہ تعالیٰ نے نوری صاحب کو دیگر بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا وہاں قوتِ یاد داشت بھی بلا کی عطا کر رکھی تھی اور اس حقیقت کا انکشاف مجھے اس وقت ہوا جب عربی فاضل کے امتحان میں مجھے 'عثمان ابن جنی' کے عنوان پر مقالہ لکھنا پڑا اور میں نے اس سلسلے میں نوری صاحب سے دریافت کیا تو انہوں نے فوراً چند کتب کے نام بمعہ مصنّفین اور ان کے متعلق بنیادی معلومات زبانی فراہم کر دیں حالانکہ عثمان ابن جنی کے نام سے بھی اکثر علما واقف نہیں اسی طرح ان کی قوتِ یاد داشت کی تعریف معروف وکیل ظفر علی راجا صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''کسی مسئلے کے متعلق علما کا موقف تلاش کرنا اور حوالے یاد رکھنا دورِ حاضر میں نوری صاحب پر ختم تھا جب بھی ہمیں کوئی مسئلہ درپیش ہوا اور ہم نے اس کے متعلق مختلف ائمہ کرام کا موقف دیکھنا چاہا تو نوری صاحب سے رابطہ کیا تو وہ بہت سی کتابوں کے نام، مصنفوں کے نام، صفحات نمبر اور مختلف ائمہ وفقہا کے موقف (کہ کون جواز دیتا ہے، کون مکروہ سمجھتا ہے اور کون تحریم کا قائل ہے) زبانی فراہم کر دیتے اور جب ہم وہ حوالے کتب سے دیکھتے تو بالکل یہی کچھ ہوتا جس پر ہم ان کی قوتِ یادداشت پر بہت حیران ہوتے۔''

www.KitaboSunnat.com

ایک خواہش؛ جس کی ہمیشہ تڑپ رہی!

نوری صاحب کی ہمیشہ سے یہ خواہش اور دعا رہی جو انہوں نے اپنی وفات سے چند دن پہلے اپنے ایک تحقیقی مضمون کے ذریعے ہفت روزہ 'الاعتصام' کو بھیجی۔ ہم اُنہی کے الفاظ میں آپ تک پہنچانے کی سعادت حاصل کررہے ہیں:

''افسوس اس بات کا ہے کہ جو تحقیقات موجودہ زمانے میں ہورہی ہیں، ان میں مسلمانوں کا کوئی قابل ذکر حصہ نہیں ہے۔ اور تو چھوڑیئے، حال ہی میں بحیرۂ مردار سے برآمد شدہ طوماروں اور پلندوں Dead Sea Scrolls تک سے مسلمانوں نے کوئی دلچسپی نہیں لی، حالانکہ تاریخی ومذہبی ریکارڈ کے اس دفینہ کی برآمدگی ان کے گھر کا معاملہ تھا۔ تحقیقاتی سرگرمیوں سے مسلمانوں کی یہ بے تعلقی غیر مسلم محققین کو موقع دیتی ہے کہ وہ اپنے لادینی یا مذہبی نقطہ ہائے نظر یا سیاسی اور سامراجی مفاد کے مطابق جس طرح چاہیں کسی دریافت شدہ چیز کی توجیہ کریں اور جن نامطلوب اجزا کو چاہیں، بالکل نظر انداز کرجائیں۔ ذرا سوچئے کہ اب جب کہ غیر مسلم بلکہ بسا اوقات اسلام دشمن اور مذہب دشمن محققین کے اخذ کردہ نتائج بھی قرآن کی صداقت کو واضح کرنے میں معاون ہوتے ہیں، اگر خود مسلمان آگے بڑھ کر سائنسی اور تاریخی تحقیق کے میدانوں میں اُتریں تو وہ زیادہ صحیح علمی نقطہ نظر اور جذبہ ایمانی سے کام لے کر مطالعات ومشاہدات کو 'قرآنی حقائق' کے تابع ثابت کرسکتے ہیں۔ وہ اگر خود براہِ راست ابھی کسی وسیع تحقیقی مہم کا آغاز نہیں کرسکتے تو کم از کم دوسروں کے فراہم کردہ مواد اور معلومات کا جائزہ تو لیں، دوسروں سے مل کر کام کرتے ہوئے اپنا نقطہ نظر استعمال کریں اور ان کی غلطیوں پر گرفت کریں۔

لیکن مشکل یہ بھی تو ہے کہ جہاں موجودہ زمانے کے عام مسلمان، سائنس کو دوسروں کی جاگیر سمجھے ہوئے ہیں، وہاں مسلمان سائنس دانوں کو ذہنی غلامی کا روگ لگا ہوا ہے۔ اور وہ ہر مفروضے، نظریے اور قانون پر بے چون و چرا ایمان لے آتے ہیں جو غیر مسلم دماغوں نے مرتب کرکے ان کے سامنے رکھ دیا ہو۔ بلکہ بسا اوقات وہ ان باطل فلسفوں کے بھی پرجوش وکیل بن جاتے ہیں جو مغرب کی ملحدانہ ذہنیت نے قیاس سے کام لے کر سائنس کی تحقیقات کی اساس پر کھڑے کئے ہیں، اور پھر ان کے حق میں اونچی علمی سطح پر نہایت زبردست

www.KitaboSunnat.com

پروپیگنڈا کیا ہے۔

یہ کیفیت قرونِ اولیٰ اور قرونِ وسطیٰ کے سائنس دانوں میں بہت ہی کم دیکھی جاتی ہے۔ اس کے لئے ایک سادہ سی مثال سامنے آتی ہے جو ان کی ذہنی آزادی کی دلیل ہے۔ جب عربوں نے جالینوس کے یونانی طریق علاج کو اپنایا تو انہوں نے دواؤں کے یونانی سسٹم سے ٹنکچروں کو بالکل خارج کردیا۔ جڑی بوٹیوں کے ٹنکچروں کی بجائے انہوں نے معجونیں، چٹنیاں، مربے اور شربت وغیرہ تیار کرکے نئی راہیں نکالیں۔ ان میں سے بعض چیزیں زمانہ حال کے جدید ایلوپیتھک فارما کو پیا اور کوڈیکٹس میں موجود ہیں۔ لیکن بیسویں صدی کے مسلمانوں نے مغربی طب کو اپنایا تو ان میں کوئی ادنیٰ ترمیم کرنے کی جرأت موجود نہ تھی۔ انہوں نے عیسائیوں کی طرح متروک ٹنکچروں کو چپ چاپ قبول کرلیا۔ ہمارے ڈاکٹر اور دوا ساز ابھی تک الکوحل تک ترک کرنے کا اقدام نہیں کرسکے، حالانکہ الکوحل کے مقاصد پورے کرنے کے لئے مسلمان اطبا قرنوں پہلے دوسری مؤثر تدبیریں پیش کرچکے ہیں۔'' (الاعتصام: جنوری، فروری ۲۰۰۴ء)

وفات

آخری سالوں میں آپ مختلف عوارض کا شکار رہے۔ بعض دن تو ان پر بہت کڑے گزرے۔ ایک سال سے ان کی صحت قدرے سنبھل چکی تھی، لیکن کمزوری ہنوز باقی تھی۔ انہی دنوں جماعۃ الدعوۃ نے علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کی ایک کوٹھی میں منتقل ہونے کی پیش کش کی۔ جسے انہوں نے قبول کرلیا اور اپنی لائبریری سمیت وہاں چلے آئے۔ آخری سال ان کی لائبریری سے زیادہ تر استفادہ مجلہ الدعوۃ سے متعلقہ حضرات کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد یہی لائبریری جو ان کی متاعِ حیات تھی، مسجد قادسیہ، چوبرجی لاہور میں منتقل کردی گئی۔

جن دِنوں نوری صاحب علامہ اقبال ٹاؤن میں رہائش پذیر تھے تو اکثر اوقات میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا اور اُن کے کچھ ضروری کام بھی سرانجام دیتا، مگر ایک بار جب نظر اُن کے کمرے کے دروازے پر پڑی تو اچانک دل جیسے پھٹ سا گیا، قدم وہیں منجمد سے ہوگئے اور کچھ پوچھ پانے کی بھی سکت نہ رہی گویا زبان نے لبوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں، دروازے پر بڑے مارکر سے اپنی لکھائی میں جلی حروف میں کچھ قرآنی دعائیں:

www.KitaboSunnat.com

{إِنَّمَا أَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْ إِلَى اللهِ..... } وغیرہ لکھ کر لگا رکھی ہیں!

آخر کیوں..... اتنا بڑا سکالر، اتنی اہم ہستی، کئی مقتدر شخصیتوں اور گھرانوں کا اُستاد، جس کے قیمتی حوالے سینکڑوں پی ایچ ڈی کرنے والوں کو سند دلوا چکے، جس کے قیمتی مواد سے بھرے ہوئے مضامین بے شمار رسائل و جرائد اور اخبارات کی زینت بن چکے اور جس نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ یہ بات ثابت کرنے میں کھپا دیا کہ ''سائنس جو کچھ آج بتا رہی ہے اور جو کچھ ابھی وہ بتائے گی، قرآن نے وہ سب کچھ آج سے چودہ سو سال پہلے بتا دیا تھا۔''

مگر آج وہ جس کسمپرسی کی حالت میں پڑا کراہ رہا ہے اور در و دیوار کو گواہ بنا رہا ہے وہ صرف قابل رحم ہی نہیں بلکہ ہر علم دوست کے لئے باعثِ ندامت بھی ہے کہ آج وہ بے بسی کے عالم میں زندگی کی آخری گھڑی کا انتظار کر رہا ہے، کیونکہ کچھ مفاد پرست لوگ (صرف اس انتظار میں تھے کہ کب فوت ہوں اور ان کی دس ہزار کتابوں پر قبضہ کر لیا جائے؟)..... خیر وہ وقت بھی آ گیا..... وفات سے تقریباً ایک ہفتہ قبل انہوں نے اپنے بھائی (عین الحسن صاحب) کو اپنی ناسازیٔ طبع (پیٹ کی تکلیف) کی خبر دی تو وہ اُنہیں شیخ زید ہسپتال لے گئے مگر وہاں بھی ڈاکٹروں اور متعلقہ عملے نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا، وہ ناقابل بیان ہے۔ آخر وہاں سے اُنہیں واپس گھر لے جایا گیا کہ اس ہسپتال سے تو گھر اچھا تھا مگر صحت بدستور بگڑتی گئی اور آخر کار انہیں فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال لے جایا گیا جہاں ڈاکٹروں نے آپریشن جیسا انتہائی مرحلہ تجویز کیا۔ بہر حال آپریشن ہوا، خون کی کمی بڑھ گئی، آکسیجن بھی لگانا پڑی اور کمزوری تو پہلے ہی بہت تھی، ڈاکٹر سمیت بھائیوں کی آخری کوشش تک سب کچھ بے سود رہا۔ آخر کار وہ ۲۰ جنوری ۲۰۰۴ء بروز منگل اپنی تمام ذہنی کوفتوں اور جسمانی تکلیفوں اور آزمائشوں سے نجات پاتے ہوئے اللہ ربّ العٰلمین کے حضور پیش ہو گئے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

وائی بلاک ڈیفنس، لاہور کی جامع مسجد میں اُن کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور ڈیفنس کے قبرستان میں ہی اُنہیں سپردِ خاک کیا گیا، یوں قرآن اور سائنسی تحقیقات کا ایک درخشندہ ستارہ ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی کروڑوں رحمتیں اور نازل فرمائے۔ آمین!

ان کے جنازہ کا ایک افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان کے تعلق داروں اور رابطوں پر مشتمل

www.KitaboSunnat.com

ڈائری ان دنوں گم تھی، چنانچہ ان کے جنازہ کی ان کے احباب کو اطلاع نہ دی جاسکی۔ ان کے قریبی دوست حافظ عبدالرحمن مدنی بھی ان دنوں حج کے سفر پر تھے۔ اگرچہ وفات سے اگلے روز اخبارات میں چھوٹی سی خبر شائع ہونے کے بعد مختلف دینی حلقوں نے ان کی رہائش گاہ پر رابطہ کیا تو ان کی وفات کی تصدیق ہوئی۔ چنانچہ اکثر لوگ وفات سے اگلے روز تعزیت کے لئے پہنچے۔ خدامِ علم ودین حضرات کی یہ کسمپرسی کہ ان کے دینی ورثہ کو سنبھالنے والا تو کجا ان کی وفات پر ان کی مغفرت کی دعا کرنے والا کوئی شخص بھی موجود نہ ہو، کتنا بڑا المیہ ہے۔ جس کی ملک وملت کو احساس دلانے کی ضرورت ہے؟

ایک عظیم سکالر کی وفات اور میڈیا کی ستم ظریفی

اسلامی میڈیا جو کسی مسلم ملک کی عمارت کا بنیادی ستون ہوتا ہے، جہاں اُس کا مقصد حکومت کی درست پالیسیوں سے عوام کو آگاہ کرنا منفی پروپیگنڈہ کا توڑ کرنے کے علاوہ عوام کے جذبات کو حکومتی ایوانوں تک پہنچانا بھی ہوتا ہے، وہاں اسلام اور مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا خیال رکھنا بھی اسی کی ذمہ داری ہے، مگر نوری صاحب کی وفات پر اس اسلامی میڈیا کا کردار 'ناقابل معافی' ہے۔ آیئے نوری صاحب کے داماد اعجاز صاحب سے سنتے ہیں:

''ہمارے ملک میں اگر کوئی کنجر (ٹی وی وفلمی اداکار) مرجائے اور اس کے تن غلیظ سے یہ مقدس مٹی پاک ہوجائے تو ٹی وی ہو یا اخبار، رسالہ ہو یا کوئی میگزین فحاشی وعریانی کو فروغ دینے والے تمام عناصر حرکت میں آجاتے ہیں۔ کئی کئی ہفتوں تک نہ صرف خبریں چھپتی ہیں بلکہ ان کے کارناموں پر مشتمل رسائل وجرائد مخصوص نمبر روزناموں کے خاص ایڈیشن تک چھپتے جو ان کی شان میں قصیدے پڑھتے اکتاتے نہیں، ان کے فحش اور بے ہودہ کارنامے جب تک زبان زد عام ہو نہیں جاتے الیکٹرک میڈیا خاموش نہیں ہوتا تب بھی وہ سمجھتے ہیں کہ ابھی ''حق تو یہ تھا کہ حق ادا نہ ہوا'' مگر اتنے عظیم سکالر کی وفات پر ہمارا ملکی میڈیا بالکل خاموش رہا۔ ٹی وی والے تو خیر! اس قسم کی خبر کو معیاری ہی نہیں سمجھتے البتہ ایک دو اخبارات نے 'فرضِ کفایہ' ادا کرتے ہوئے 'یک کالمی سرخی' وہ بھی کسی کونے میں لگا رکھی تھی۔

اب چونکہ یہ 'خبرِ غم' مؤثر طریقے سے پھیل نہ سکی، شاید یہی وجہ تھی کہ بہت کم احباب کے

www.KitaboSunnat.com

تعزیتی پیغامات اہل خانہ تک پہنچ سکے۔ خصوصاً بیرونِ لاہور تو شاید ہی کسی کو پتہ چلا ہوگا، حالانکہ نوری صاحب مرحوم اپنا ایک وسیع حلقہ احباب رکھتے تھے مگر بہت کم لوگوں نے ان کی رحلت پر تعزیتی پیغامات بھیجے تاہم ان کے اہل خانہ ان تمام حضرات کے شکرگزار ہیں جو ان کے اس عظیم سانحہ میں دُکھ درد میں شریک ہوئے، اللہ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نوری صاحب کے درجات بلند فرمائے۔''

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے مشفق استاذ جناب ریاض الحسن نوری صاحبؒ کی مغفرت فرمائے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

www.KitaboSunnat.com

محمد شاہد حنیف انچارج مکتبہ
مجلّات علمیہ، مجلس التحقیق الاسلامی

پروفیسر ریاض الحسن نوری کے شائع شدہ مضامین

قرآن وعلوم قرآن

اعجاز القرآن فی العلم والشریعہ.....تفسیر القرآن [۳/اقساط]	'محافظ': اگست، دسمبر ۹۲، مارچ ۹۳ئ	کل: ۱۳
القرآن وعلم الافلاک [۲/اقساط]	'الدعوۃ': ستمبر، دسمبر ۲۰۰۳ئ	کل: ۴
قرآن اور عصری تحقیقات	'الحق' جلد ۱۰ عدد ۹	۲۶ تا ۳۶
قرآن اور عصری تحقیقات [۳/اقساط]	'الدعوۃ' مارچ تا مئی ۲۰۰۳ئ	کل: ۸
قرآن کا معجزہ	'محافظ' نومبر ۹۳ئ	۶۷
قرآن مجید کو 'حَکَم' بنایئے	'ترجمان الحدیث': مئی ۷۷ئ	۴۲ تا ۴۵
ناسخ ومنسوخ اور مجتہدین	'منہاج' جنوری ۹۵ئ	۱۷۵ تا ۱۹۰

حدیث وعلوم حدیث

حدیث أطلبوا العلم ولو بالصین... کی تحقیق	'محدث': جلد ۲ عدد ۳	۱۷ تا ۱۹
حدیث من کان معہ فضل ظہر فلیعد علی... کی تحقیق [۳/اقساط]	'ترجمان الحدیث': جنوری تا مارچ ۷۶	کل: ۲۶
حضرت علی ﷺ کی تلوار اور اس کی پہچان	'ترجمان الحدیث': اپریل ۷۷ئ	۶۴ تا ۶۸
نصوص اور مصالح مرسلہ	'منہاج': جنوری ۸۶ئ	۱۴۱ تا ۱۷۱

سیاسیات

احتساب	'منہاج': اکتوبر ۹۶ئ	۷۱ تا ۹۲
اسلام کا پیغام محبت؛ دنیا کے نام	'منہاج': جنوری ۹۹ئ	۳۳۳ تا ۳۵۲
اسلامی سوشلسٹوں کی اسلام دشمنی	'ترجمان الحدیث': اپریل ۷۵ئ	۳۷ تا ۴۸
اسلامی مساوات اور قصاص کا تاریخی جائزہ	'منہاج': اکتوبر ۹۷ئ	۱۳۲ تا ۱۵۷
اسلامی نظام حیات سراپا رحمت [۲/اقساط]	'ترجمان الحدیث': جون، جولائی ۷۷ء	کل: ۲۵
اشتراکی مغالطے اور ان کا دفعیہ [۳/اقساط]	'محدث': جلد ۱ عدد ۶ تا ۸	
جمہوریت وخلافت، ایک موازنہ	'منہاج': جولائی ۹۳ئ	۱۴۹ تا ۱۵۷
حکومت پرستی کا شرک سب سے عظیم ظلم ہے [۴/اقساط]	'ترجمان الحدیث': مئی تا اگست ۷۵ئ	کل = ۴۴
سربراہِ حکومت کا اسلامی تصور	'منہاج': جولائی ۸۸ئ	۲۶۳ تا ۲۸۰
سوشلزم اور طالبِ علم	'ترجمان القرآن': فروری ۷۱ئ	۷۴ تا ۳۵۸
سوشلسٹوں کی تحریف فی القرآن [۳/اقساط]	'ترجمان القرآن': نومبر ۷۱ء تا جنوری ۷۲	
شریعت کی بالادستی کا مطلب	'منہاج': جنوری ۲۰۰۰ئ	۱۷۱ تا ۱۸۴

www.KitaboSunnat.com

شریعت کی برتری، جملہ آئینی قوانین پر	'منہاج': جنوری ۹۱ء	۵۰ تا ۸۵
عربی کو قومی زبان قرار دینے کی ضرورت و اہمیت	'منہاج': جولائی ۹۶ء	۱۴۲ تا ۱۷۱
عوام کا سب سے بڑا دشمن کون؟	'ترجمان الحدیث': جنوری ۷۵ء	۳۲ تا ۴۸
نفاذِ شریعت [۲/اقساط]	'ترجمان الحدیث': اگست، ستمبر ۷۷ء	کل: ۳۴

معاشیات

تاریخ عشر	'منہاج': اپریل ۸۳ء	۱۷۷ تا ۲۲۴
زکوٰۃ کے نئے مسائل [اموالِ زکوٰۃ کا استثمار، تملیکِ زکوٰۃ] اور انکا حل	'منہاج': جنوری ۲۰۰۱ء	۱۳۷ تا ۱۳۸
سود، قبیح ترین جرم	'منہاج': جنوری ۹۲ء	۱۲۱ تا ۱۴۴
سود کے خلاف فیصلہ کالعدم کیوں؟	'الدعوۃ': جولائی ۲۰۰۲ء	
سودی بینکوں کی وجہ سے پاکستان کی تباہی	'الدعوۃ': جنوری ۲۰۰۳ء	
سود، انٹرسٹ اور یوژری باہم مترادف ہیں	'محدث': جلد ۱۳ عدد ۹	۱۶۲ تا ۱۷۱
سوشلسٹ معاشرہ میں مزدور کی حالت	'منہاج': اپریل ۸۹ء	۲۳۷ تا ۲۸۸
عام مکانوں اور مکے کے مکانوں کے کرائے کا مسئلہ	'منہاج': جنوری ۸۷ء	۱۴۲ تا ۲۱۹
مسئلہ ملکیت	'ترجمان القرآن': جون ۷۵ء	
Interest and its supreme islamic alternative	وائس آف اسلام جولائی، اگست ۲۰۰۲ء	کل: ۱۴

معاشرت

پردے کا ارتقاء و اہمیت	'منہاج': جنوری ۸۵ء	۴۴ تا ۹۵
جبری شادی اور بیرونِ ممالک کی شادیوں کے مسائل کا حل	'منہاج': جنوری ۲۰۰۱ء	۱۳۹ تا ۱۵۰
روسی عورت کی حالتِ زار	'منہاج': جولائی ۸۴ء	۲۲۳ تا ۲۴۲
لفظ 'محصنات' اور 'فاحشہ' کی تحقیق	'منہاج': جنوری ۹۴ء	۱۵۸ تا ۱۸۲
معاشرتی امراض کا اسلامی علاج [قرآنِ کریم کا سماجی معجزہ] ۳/اقساط	'محافظ': اگست، ستمبر، دسمبر ۹۲ء	کل: ۸

اسلام اور سائنس

جدید انکشافات اور مذہب [حیوانات کی جبلت اور شعور کا جائزہ]	'الحق': جلد ۱۴ عدد ۹	۴۶ تا ۴۷
جدید انکشافات اور مذہب [کیا اب بھی مذہب کا انکار ممکن ہے؟] قسط ۱ تا ۴	'الحق': جلد ۱۲ عدد ۱۲ جلد ۱۳ عدد ۷، ۴، ۱	
جدید انکشافات اور مذہب [علومِ قرآن میں علم جدید کی اہمیت] قسط نمبر ۵	'الحق': جلد ۱۳ عدد ۱۱	کل: ۳۲
جدید دور میں اسلام کی سائنس پر فتح	'الدعوۃ': جولائی ۲۰۰۳ء	۳۷ تا ۳۹
روشن دور کی تاریکیاں، مادّی سائنس اور فلسفے کے شاخسانے [۲/اقساط]	'محدث': جلد ۲ عدد ۶، ۷	کل: ۱۸
سائنس اور وجودِ باری پر ایمان	'ترجمان القرآن': نومبر ۷۴ء	۴۸ تا ۱۱۷
'صحیح سائنسی علم' اسلام کا ہم نوا ہوتا ہے	'محدث': جلد ۳۵ عدد ۹	۷۲ تا ۸۰
قرآن و حدیث کے سائنسی ایجادات	'الاعتصام': جلد ۵۵ عدد ۳۸	۲۲ تا ۲۶
مذہب، سائنس اور مادّہ پرستی	'ترجمان الحدیث': جولائی ۷۷ء	۲۵ تا ۴۶

www.KitaboSunnat.com

Victory of Islam over scienc — وائس آف اسلام اکتوبر،نومبر ۲۰۰۲ء کل: ۱۴

جدید مسائل کا اسلامی حل

اسلامک فقہ اکیڈمی، نئی دہلی کے پیش کردہ جدید مسائل کے جوابات — 'منہاج': جنوری ۲۰۰۱ء — ۱۲۱ تا ۱۵۰
انٹرنیٹ اور جدید ذرائع مواصلات کے ذریعے عقود و معاملات — 'منہاج': جنوری ۲۰۰۱ء — ۱۳۵ تا ۱۳۶
انقلاب ماہیت کیا ہے؟ — 'منہاج': جنوری ۲۰۰۱ء — ۱۳۲ تا ۱۳۳
کچی آبادی گرانے کا مسئلہ — 'منہاج': اکتوبر ۹۴ء — ۱۳۲ تا ۱۴۲
گھوڑ دوڑ [سباق] کی شرعی حیثیت — 'منہاج': اپریل ۸۵ء — ۱۵۳ تا ۲۰۸
ہومیو پیتھک ادویات میں الکحل کا مسئلہ — 'منہاج': جنوری ۲۰۰۱ء — ۱۳۳ تا ۱۳۵

اسلام کا نظامِ عدل

اسلام کا نظامِ عدلِ گستری، تاریخ کے آئینے میں — 'منہاج': جنوری ۸۴ء — ۱۰۸ تا ۱۶۴
الزام میں قید کی شرعی حیثیت — 'منہاج': جولائی ۹۳ء — ۹۵ تا ۱۰۵
انسانوں کی قانون سازی کی حیثیت — 'الدعوۃ': اگست ۲۰۰۳ء
پاکستان اور عدلیہ کی آزادی — 'میثاق': اپریل ۲۰۰۲ء — ۴۷ تا ۵۳
دیوان المظالم کا تاریخی مطالعہ — 'منہاج': اپریل ۸۴ء — ۸۴ تا ۱۳۲
رجم اور اجماع — 'منہاج': اکتوبر ۹۳ء — ۱۵۹ تا ۱۹۶
رجم اور اجماع [ناسخ و منسوخ مجتہدین] — 'منہاج': جنوری ۹۵ء — ۱۷۵ تا ۱۹۰
رجم کا قرآنی و شرعی حکم اور متجددین [۱] — 'منہاج': اکتوبر ۲۰۰۱ء — ۵۴ تا ۱۰۰
رجم کی سزا شرعی حکم، اسے کسی صورت بدلا نہیں جا سکتا ہے — 'الدعوۃ': جون ۲۰۰۲ء
شاتم الرسول کی سزا — 'منہاج': اکتوبر ۸۷ء — ۵۵ تا ۸۴
عورت کی دیت کا مسئلہ — 'منہاج': جنوری ۸۳ء — ۱۹۶ تا ۲۳۴
قانونِ ادویات سازی کی دفعہ ۳۴ کا جائزہ — 'منہاج': جنوری ۹۴ء — ۹۱ تا ۱۱۶
Real law and right to law-making — وائس آف اسلام نومبر ۲۰۰۳ء — ۳۷ تا ۴۰

اسلام اور مغرب

اسلام اور یورپ — 'چراغِ راہ': جنوری ۸۶ء
انسان حیوانیت کے گھڑے میں [بشکریہ محدث] — 'الحق': جلد ۷ عدد ۱۱ — ۵۴ تا ۵۹
شراب اور اقتصادیات — 'ترجمان القرآن': جولائی ۷۹ء
شراب کے مادّی اثرات و نتائج — 'ترجمان القرآن': جون ۷۹ء
مغربی تہذیب کا بحران [۸/اقساط] — 'ترجمان القرآن': اکتوبر ۷۹ء تا اگست ۸۰ء
Anti-Christ Christians — وائس آف اسلام فروری ۲۰۰۲ء — ۱۲ تا ۱۶

مصنفہ کتب

مسئلہ آئین از ریاض الحسن نوری — کتاب الخراج پر تعلیق و حواشی

www.KitaboSunnat.com

LRL No. 183
Vol. 36 NO. 6

Ph: 5866476
5866396

Monthly MUHADDIS Lahore

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں ...... لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔
- علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں ...... لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔
- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے ...... لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے ...... لیکن

  ؎ جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی
- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے ...... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

...... اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے | زرِسالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700

www.mohaddis.com